بسم الله الرحمن الرحیم

اللهم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرجهم

قوانین خمس

سیّد افتخار حسین نقوی نجفی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

قوانین خمس

تالیف
سیّد افتخار حسین نقوی نجفی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

نام کتاب :	قوانین خمس
تالیف :	علامہ سیّد افتخار حسین نقوی النجفی
قانونی مشاورت :	فیض رسول جلبانی (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)
علمی و تحقیقی معاونت :	محمد یعقوب توحیدی
فارمیٹنگ و کمپوزنگ :	شاہد علی جعفری
بااہتمام :	منتہائے نور مرکزِ تحقیقات، اسلام آباد
ناشر :	
سرورق :	
اشاعت :	
سال :	
تعداد :	
پرنٹر :	
ملنے کا پتہ :	منتہائے نور مرکزِ تحقیقات، اسلام آباد، پاکستان مکان نمبر 4، سٹریٹ 4 گلشن الھدیٰ نزد کموڈور سکول پارک روڈ اسلام آباد۔

ابتدائیہ

((بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین المصطفیٰ محمد خاتم النبین وآلہ الطاہرین الطیبین الھداۃ المیامین لا سیما علی بقیۃ اللہ فی العالمین واللعنۃ الدائمہ علی اعدائھم اعداء الاسلام اجمعین من یوم عداوتھم الی قیام یوم الدین و بعد قیام یوم الدین))

اسلام مکمل نظام حیات ہے۔ انسان کے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے۔ خالق انسان نے انسان کی ترقی اور کمال کیلئے انسان کی تمام مادی اور معنوی، دنیاوی اور اخروی ضروریات کا حل اس نظام میں دیا ہے۔ یہ تنہا نظام ہے جو انسان کی ہر طرح کی مشکلات حل کرنے کا ضامن ہے۔ انسان کے انفرادی اور اجتماعی مسائل کو سامنے رکھا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صاحبِ ارادہ اور خود مختار مخلوق بنایا ہے اور اسے عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے۔ اس کے جسم کو متوازن بنایا ہے اور اسے احسن تقویم میں خلق فرمایا ہے۔ انسان کی مادی ضروریات کا مکمل انتظام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوقات میں انسان کو اشرف اور افضل قرار دیا ہے۔ اسی لئے کائنات میں موجود ہر شے کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اختیار میں قرار دیا ہے۔ انسان کی جسمانی نشوونما اور بہت سی مادی ضروریات ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کائناتی نظام کے تحت پوری ہو رہی ہیں۔ اور کچھ ضروریات کو پورا کرنے کیلئے انسان کو جدوجہد اور تحرک کرنا ہے۔ اپنی حیات کی بقاء کیلئے انسان کو عمل کرنا ہے۔ محنت کرنا ہے۔ انسان طبیعتاً اجتماعی مخلوق ہے۔

تنہا اور اکیلے میں وہ اپنے لئے سب کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ انسان کی نسل کی بقاء کیلئے ازدواجی زندگی ضروری ہے اور انسان کا پہلا یونٹ مرد اور عورت سے تشکیل پاتا ہے پھر اولاد اور والدین کا مرحلہ آتا ہے اور اس طرح خاندان تشکیل پاتا ہے۔ خاندان سے قبیلہ، قوم بنتی ہے۔ نسبی رشتے، سببی رشتے وجود میں آتے ہیں۔ ایک دوسرے سے روابط اور تعلقات استوار کرنے کیلئے انسان ضرورت محسوس کرتا ہے مل جل کر کام کرنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ایک دوسرے سے مدد لینا، یہ سب انسان کی فطرت اور خلقت کا حصہ ہے۔ انسان کیلئے حیات کا مرحلہ ہے اور اس کے ساتھ موت کا مرحلہ ہے، انسان حیات اور موت کا مسافر ہے۔ اس کی منزل آخرت ہے جہاں اسے ابدی زندگی ملے گی یا آرام وسکون، جنت الفردوس یا پھر بے آرامی، بے سکونی، آتش جہنم، ہمیشہ کا عذاب۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دیا، روح جیسی نعمت عطاء کرکے اسے اپنی تمام مخلوقات پر برتری عطاء کی اور انسان کے بابا حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ قرار دے کر انسان کیلئے اللہ نے اپنی زمین پر انہیں خلیفۃ اللہ کا منصب سمجھادیا۔ انسان سے اختیار سلب نہ کیا البتہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ کرامت اور عزت دی کہ اس کیلئے راہنمائی کا انتظام اپنی جناب سے کردیا۔ اپنے معصوم، برگزیدہ مصطفیٰ ومنتخب بندوں کو انسان کا ہادی بنا کر بھیجا اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے راہنما اصولوں پر مشتمل کتابیں بھی ہادیوں کے ہمراہ بھیج دیں۔ انسان کو بتادیا کہ انہیں اپنے خالق، مالک، رازق کی اطاعت کرنی چاہیے کیونکہ جو خالق ہے مالک ہے، رازق ہے اسی کا قانون چلے گا لہٰذا اللہ ہی انسان کا رب اور حاکم علی الاطلاق ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔
تمام عوالم اللہ کے قوانین کے تحت چل رہے ہیں۔

انسان کو بھی اللہ ہی کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق اپنی زندگی کو منظّم کرنا ہوگا تاکہ وہ اپنے لئے مطلوب کمال کو پاسکے جس طرح تمام عوالم جبری طور پر اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت چل رہے ہیں۔ انسان کو اپنے ارادہ اور اختیار سے اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت اپنی زندگی گزارنا ہوگی۔ جب قانون اللہ کا ہے تو اطاعت بھی اسی کیلئے ہے اور یہی انسان کی کامیابی کا راز ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی بات کو اپنی تبلیغ کے آغاز میں تمام انسانوں کو کامیابی کی نوید اس طرح بیان کی ((قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا))

تم سب ((لا الہ الا اللہ))کے قائل ہو جاؤ پس تم کامیاب ہو جاؤ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے انسان اپنے خالق، مالک، رازق کے بنائے ہوئے قوانین کو قبول کرلو اور ان قوانین کی پیروی کرو اور اپنی زندگی کو اُن کے مطابق بنالو تو تمہارے لئے کامیابی اور کامرانی ہے۔

ہمارے لئے یہ سعادت ہے کہ ہم دین اسلام کے ماننے والے ہیں اور امتِ مسلمہ ہمارے لئے افتخار و امتیاز کا عنوان ہے۔ آج کے دور میں انسان کو طبقاتی کشمکش کا سامنا ہے انسانی معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ پوری دنیا ظالمانہ اقتصادی نظام میں پس رہی ہے، اسی کے تحت اجتماعی قوانین اور معاشرتی نظام نامہ بروئے کار لایا جارہا ہے۔ بادشاہت، ملوکیت، جبر واستبداد اور نام نہاد جمہوریت، اشرافیت، جاگیردارانہ نظام، اب تک دسیوں شکلیں ہیں اس نظام کی جسے انسان نے اپنی آرزو کو حاصل کرنے کیلئے بنایا ہے۔ انسان خود پرست ہے، خود پسند ہے، اپنے لئے سب کچھ چاہتا ہے، لالچی ہے، حسد کی بیماری اسے لگی ہوئی ہے، متکبر ہے، اقتدار پسند ہے۔ ہر فرد چاہتا ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے مفادات کیلئے استعمال کرے۔ اسی مقصد کیلئے وہ قوانین بناتا ہے۔ ایک بالا دست طبقہ دوسرا زیر دست طبقہ وجود میں آتا ہے۔ اللہ کے نظام کے

مد مقابل انسان نے اپنے لئے ایک نظام بنالیا جب سے انسان ہے۔ یہ جنگ ہے کہ نظام اللہ کا ہوگا یا اللہ مخالف نظام ہوگا جسے انسان خود سے بناتا ہے۔

ہر دور میں اللہ کے نمائندگان نے انسانوں کے درمیان آکر یہ ندا دی کہ ((ان اعبداللہ واجتنبوا الطاغوت)) اللہ کی اطاعت میں آجاؤ (یعنی اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے تحت زندگی گذارو) اور طاغوت (اللہ مخالف قوتوں) سے دور ہو جاؤ (اللہ مخالف قوتوں کے بنائے ہوئے قوانین کو نہ مانو)

مقام افسوس ہے کہ مسلمان اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں توحید کا زبانی اعلان کرتے ہیں لیکن جب عملی زندگی کا میدان آتا ہے تو الٰہی نظام نامہ سے بغاوت کرتے نظر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو واضح کردیا اپنی کتاب میں کہ جو بھی اللہ کے بنائے ہوئے قوانین چھوڑ کر دوسرے قوانین کو اپنے اوپر نافذ کرے گا تو ایسا شخص، ایسا گروہ کافروں اور مشرکوں سے قرار پائے گا۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ رہے گا۔ اسلام پر قائم رہنے کی شناخت اور علامت یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار سے اپنے اوپر اللہ کے بنائے ہوئے اجتماعی قوانین کو نافذ کرلے۔

اس کے اقتصادی قوانین اسلامی نظام پر ہوں، اسلام نے جہاں پر انفرادی عبادات کو بیان کیا ہے اخلاقیات پر زور دیا ہے۔ اجتماعی روابط و تعلقات کی بات کی ہے تو وہاں پر معاشرہ میں توازن کو برقرار رکھنے، طبقاتی تفاوت کے خاتمہ کیلئے ایک متوازن معاشی نظام دیا ہے۔ اس حوالے سے اسلامی اقتصادیات و معاشیات پر مفصل کتابیں موجود ہیں۔ یقینی امر ہے اگر تمام مسلمان طے کرلیں کہ وہ اپنے تمام اقتصادی نظامات کو قرآنی اور اسلامی اصولوں اور بنیادوں

پر استوار کریں گے تو مسلمان پورے عالم انسانیت کیلئے ایک مثالی نظام حکومت پیش کر سکتے ہیں۔

اسلام نے اقتصادی نظام کیلئے بہت ساری بنیادیں فراہم کی ہیں جیسے قانون وراثت، قانون انفاقات، قانون خمس، قانون زکات، قانون صدقات و خیرات، قانون کفارات و قصاص و دیت، قانون ایثار و ہمدردی، قانون تعاون و بر واحسان وغیرہ۔ ہر ایک کے بارے میں اپنی جگہ پر تفاصیل موجود ہیں اگر ان بنیادوں پر معاشی نظام استوار کیا جائے تو ایک متوازن معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے مال حاصل کرنے کے ایسے ذرائع کو استعمال کرنے سے منع کر دیا ہے جو معاشرے میں طبقاتی تفریق کا سبب بنتے ہیں اور معاشرہ استحصال کا شکار ہو جاتا ہے جیسے سودی کاروبار، ذخیرہ اندوزی، حرام خوری، مالی واجبات کا ادا نہ کرنا، رشوت، دھوکہ دہی، خیانت، کرپشن، بدکاری، دلالی، ملاوٹ، حرام اشیاء کی خرید وفروخت، نجس اشیاء کی خرید وفروخت اور اسی طرح کے مزید امور جن کی تفصیلات فقہی کتابوں میں موجود ہیں ۔ ہم اس کتاب میں اسلامی مالیات کے ایک اہم فریضہ خمس کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

کتاب قوانین خمس

اسلام میں فریضہ خمس

اسلام میں خمس ایک اہم مالی واجب ہے۔ اسلامی مالیات میں خمس کی بڑی اہمیت ہے۔ خمس ہر مکلّف صاحبِ اختیار، عاقل و بالغ، باروزگار پر طے شدہ شرائط کے تحت واجب ہے۔ اس کیلئے تفاصیل اس کتاب میں آپ ملاحظہ کریں گے۔ خمس کا واجب ہونا اسلام کے ضروری مسائل سے ہے اگر کوئی مسلمان اس کے وجوب کا انکار کردے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتا ہے کیونکہ اس کے وجوب پر قرآن کا واضح حکم موجود ہے اور سنتِ نبویؐ میں اس کی تفاصیل بیان ہوئی ہیں۔

اسلام میں شرعی قوانین اور احکام کو قرآن و سنت سے سمجھنے کے لئے فقہی مسالک وجود میں آئے اُن میں سے پانچ مسالک شہرت رکھتے ہیں

۱۔ فقہ جعفری ۲۔ فقہ حنفی ۳۔ فقہ مالکی

۴۔ فقہ شافعی ۵۔ فقہ حنبلی

ان کے درمیان جو بنیادی فرق ہے اسے ہم آئندہ بحثوں میں بیان کریں گے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں شرعی قوانین اخذ کرنے کی بنیاد:

شیعہ اور اہل سنت دو مسلّمہ اسلامی فرقے ہیں۔ شیعہ اسلامی احکام اور قوانین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آئمہ اہل البیت علیہم السلام سے لیتے ہیں جبکہ اہل سنت برادران اسلامی قوانین کو سنتِ رسولؐ کے بعد اصحابِ پیغمبرؐ سے لیتے ہیں۔ اسی بنیاد پر فقہی مکاتب وجود میں آئے ہیں۔

شیعہ امامیہ:

شیعہ امامیہ مکتب سے تعلق رکھنے والے خود کو فقہ جعفری کا پیرو قرار دیتے ہیں اور فقہ جعفری کے پیروکار اصولی (مقلدین) اور اخباری (غیر مقلدین) دو گروہوں میں تقسیم ہیں جبکہ اکثریت شیعہ امامیہ کی فقہ جعفری میں اصولی ہیں۔

اہل سنت:

اہل سنت کے فقہی مکاتب میں بھی مقلدین اور غیر مقلدین کی تقسیم ہے۔ مقلدین آئمہ فقہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام حنبل، امام شافعی) کے پیرو ہیں غیر مقلدین خود کو احادیث کا پابند قرار دیتے ہیں جنہیں اہل حدیث یا سلفیہ کہا جاتا ہے اور وہ عام طور پر امام حنبل کے پیرو کہلاتے ہیں۔

قرآن و سنت کی پابندی:

البتہ شیعہ امامیہ اور اہل سنت دونوں خود کو قرآن و سنت کا پابند قرار دیتے ہیں فقہی اور شرعی قوانین کی بنیاد قرآن و سنت ہی کو قرار دیتے ہیں تاہم قرآن فہمی اور سنت نبویؐ کو اخذ کرنے کے منابع میں مختلف ہو جاتے ہیں اسی فہم اور ماخذِ سنت کے فرق سے ہی مختلف فقہی مکاتب وجود میں آئے ہیں۔

شیعہ امامیہ کا تعارف:

عام اصطلاح میں شیعہ وہ کہلاتے ہیں جو حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام کو امام اول، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو بالترتیب امام دوئم و سوئم قرار دیتے

ہیں، اس کے بعد شیعہ میں بہت سے چھوٹے بڑے فرقے پیدا ہوتے رہے کچھ کا اب وجود ہی باقی نہیں اور کچھ کا وجود باقی ہے۔ ان میں زیدی شیعہ جو حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کو چوتھا امام مانتے ہیں اور ان کے بعد اپنا امام حضرت زید بن علیؑ زین العابدین کو قرار دیتے ہیں اور اسی مناسبت سے وہ زیدی شیعہ کہلاتے ہیں فقہی اعتبار سے یہ لوگ بہت سے مسائل میں فقہ حنفی کے قریب ہیں۔

ایک گروہ شش امامی شیعہ ہیں جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور پھر امام جعفر الصادق علیہ السلام کو مانتے ہیں ان کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیل کو اپنا امام مانتے ہیں پھر ان کے دو گروہ وجود میں آتے ہیں

۱۔ اسماعیلی شیعہ "بوہرے"

۲۔ آغاخانی

ان دونوں کی فقہ کی کوئی مشہور یا واضح کتاب موجود نہیں ہے ان کا شمار باطنی فرقوں میں ہوتا ہے

ان کے علاوہ بھی خود کو حضرت علی علیہ السلام سے منسوب کرنے والے کئی چھوٹے بڑے گروہ موجود ہیں جن کو اس جگہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

شیعہ اثنا عشری (بارہ اماموں کے پیروکار):

عام طور پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص شیعہ ہے تو اس سے مراد بارہ امامی شیعہ ہی مراد لئے جاتے ہیں جو اس وقت پوری دنیا میں موجود ہیں عراق، ایران، لبنان، پاکستان،

ہندوستان، بحرین، خلیجی ریاستوں، سعودی عرب ، مسقط میں انکی تعداد بہت زیادہ ہے البتہ دنیاکے ہر کونے میں اور ہر ملک میں اثناء عشری شیعہ موجود ہیں۔

ایران میں اسلامی حکومت کا قیام:

سر زمین ایران پر صدیوں سے شیعہ بادشاہوں کی حکمرانی رہی ہے بادشاہت کی جگہ جمہوری اسلامی حکومت قائم کرنے اور شاہی ظالمانہ نظام کو تبدیل کرکے اسلامی قوانین پر مشتمل اسلامی عادلانہ حکومت کرنے کے لئے ایران میں موجود شیعہ علماء، فقہاء، مجتہدین کی قیادت میں سالہا سال اسلامی تحریکیں چلتی رہیں، بالآخر 1979 میں امام خمینیؒ کی قیادت میں اسلامی انقلاب کامیاب ہوا اور قرآن وسنت کی بنیاد پر اسلامی حکومت قائم ہو گئی اس وقت پوری دنیا میں یہ ایک یہ ایسی اسلامی حکومت ہے جس میں فقہ جعفری کی بنیاد پر بنائے گئے قوانین پر عمل ہو رہا ہے۔ یہ بات بڑی واضح ہے کہ شیعوں کی اکثریت شیعہ امامیہ کہلاتے ہیں جو بارہ اماموں کو مانتے ہیں۔ پہلے امام حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں پھر بالترتیب امام حسنؑ، امام حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ، امام علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین، امام محمدؑ بن علیؑ الباقر، امام جعفرؑ بن محمدؑ الصادق، امام موسیٰؑ بن جعفرؑ الکاظم، امام علیؑ بن موسیٰؑ الرضا، امام محمدؑ بن علیؑ الجواد، امام علیؑ بن محمدؑ النقی، امام حسنؑ بن علیؑ العسکری، امام محمدؑ بن الحسنؑ الحجۃ المہدیؑ الصاحب الخلف الصالح القائم گیارہ امام ہیں۔ بارہویں امام پردہ غیبت میں موجود ہیں وہ زندہ ہیں اسی سرزمین پر موجود ہیں اور وہ اللہ کی حفاظت میں ہیں۔اللہ کے اذن سے عالمی اسلامی

حکومت قائم کرنے کے لئے بیت اللہ الحرام مکہ معظّمہ سے اپنی عالمی اسلامی تحریک کا آغاز کریں گے۔

بارھویں امامؑ کی غیبت کا زمانہ:

بارھویں امامؑ کی نیابت میں ہر دور میں جامع الشرائط مجتہدین و فقہاء اسلامی قوانین کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کرتے ہیں ان کی ذمہ داریوں سے ایک یہ ہے کہ وہ پورے جہاں میں الٰہی حکومت کے قیام کیلئے زمین ہموار کریں، ماحول و حالات بنائیں تاکہ اللہ کے آخری خلیفہ، رسولؐ اللہ کے بارہویں وصیؑ، اللہ کے حکم سے حضرت امام مھدی علیہ السلام اس سرزمین پر اللہ کے نظام کو قائم کریں۔

فقہ ٔ جعفری سے مراد:

شیعہ امامیہ فقہ جعفری کی پیروی کرتے ہیں فقہ سے مراد اسلامی قوانین ہیں جن کو قرآن و سنت کی روشنی میں فقہاء ومجتہدین نے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق تدوین کیا ہے فقہ جعفری حقیقت میں فقہ اسلام ہی ہے، فقہ امامیؑ اور فقہ جعفری تفصیلی دلائل کی بنیاد پر اخذ شدہ اسلامی قوانین اور شریعت محمدی ہی کا دوسرا نام ہے۔

موجودہ کتاب کا محرک اور تالیف کی وجہ:

اس کتاب سے پہلے خمس سے متعلق راقم کی "صحیفۂ خُمس" کے نام سے ایک کتاب منظر عام پر آئی ہے جس میں خمس کے وجوب، اسکی اہمیت وافادیت پر تفصیل سے بحث کی گئی فریضہ خمس

کے بارے میں ممکنہ اعتراضات واشکالات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں جبکہ میری کتاب صحیفۂ خمس سے پہلے اسی موضوع پر میرے استاد محترم استاد العلماء علامہ سید گلاب علی شاہ (مرحوم) کی کتاب تبیان الخمس شائع ہوئی جو اس موضوع پر اردو زبان میں ایک مستدل و جامع کتاب ہے جسے حال ہی میں انکے فرزند ارجمند جناب علامہ سید محمد تقی نقوی نے بعض اضافات کے ساتھ شائع کیا ہے لیکن یہ ہر دو کتابیں روایتی انداز میں تحریر کی گئی ہیں جبکہ موجودہ کتاب کو جدید تقاضوں بالخصوص مالیات سے متعلق قوانین کے تناظر میں تیار کیا گیا ہے یقیناً اس انداز میں لکھی گئی کتاب کو اہل دانش کے ہاں پذیرآئی ملے گی۔

کتاب کی تالیف کا اصلی محرک:

اس انداز سے کتاب کی تالیف کا اصلی محرک یہ بنا کہ جب بندہ ناچیز اسلامی نظریاتی کونسل میں فقہ جعفری کے نمائندہ کی حیثیت سے 2011 میں پہلی مرتبہ رکن نامزد ہوا تو میں نے یہ محسوس کیا کہ پاکستان کے علمی حلقوں میں فقہ جعفری کے مطابق فقہی نظریات اور اسلامی قوانین معلوم نہیں اور جو کتابیں اسلامی قوانین کے حوالے سے شائع ہو چکی ہیں ان میں فقہ جعفری کے مطابق اختلافی آراء کو تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ تو ایسی صورتحال میں یہ بات دیکھی گئی کہ جب کوئی محقق اسلامی قوانین کے بارے آگہی حاصل کرنے کا خواہش مند اپنی تحقیق کے لئے یہ چاہے کہ وہ تمام اسلامی مسالک کی فقہی آراء کے بارے میں آگہی حاصل کرے تو اسلام کے ایک بہت بڑے مکتب (شیعہ) کے فقہی نظریات سے وہ ناواقف رہتا ہے کیونکہ اسے اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب میسر نہیں ہے جس کے مطالعہ سے وہ اپنی علمی تشنگی کو بجھا سکے اور فقہ جعفری کے بارے میں نظریات سے مستند حوالوں کے ساتھ آگاہی

حاصل کرسکے اسی بنیاد پر میں نے یہ طے کرلیا کہ اپنی اس موقعیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فقہ جعفری کے مطابق انسان کے احوال شخصیہ کے حوالے سے جتنے فقہی مسائل ہیں انہیں رائج الوقت قانون کی زبان میں تدوین کروں۔ اس کے لئے میں نے اپنی علمی و تحقیقی معاونت کیلئے معاون تحقیقی گروپ بھی تشکیل دیے جس کا نتیجہ تین کتابوں کی شکل میں سامنے آچکا ہے۔

☆کتاب قانون نکاح ☆کتاب قانون طلاق

☆کتاب قانون میراث

اسلام کا مالیاتی نظام:

مندرجہ بالا تین عناوین پر کتابوں کی تیاری کے بعد اسلام کے مالیاتی نظام کے بارے میں کام شروع کیا یہ عنوان بہت ہی وسیع ہے اردو زبان میں اس پر بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے بالخصوص فقہ جعفری کی روشنی میں اسلام کے اقتصادی اور معاشی نظام کے متعلق اردو زبان میں زیادہ کام نہیں ہوا اس عنوان کے تحت ہمارا تحقیقی ادارہ (مرکز تحقیقات منتہائے نور) اہل علم و دانش کے لئے بہت ہی عمدہ تحقیقی مواد مہیا کرے گا لیکن اس عنوان کے تحت اسلامی اقتصادیات سے متعلق تفصیلی بحثوں کی تیاری سے پہلے بہت ہی مناسب جانا کہ اسلامی مالیات کے تحت دو اہم عنوان فریضہ خمس، فریضہ زکات آتے ہیں، یہ دونوں مالی فریضے عام البلویٰ ہیں اور ہر مسلمان ان کی انجام دہی کرتا ہے نیز ان کے تحت اسلام کے مالیاتی نظام کے بنیادی مسائل بھی آتے ہیں لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ "احوال شخصیہ" کے تحت آنے والی دیگر فقہی ابحاث

پر مشتمل کتب لانے سے پہلے فریضہ خمس اور فریضہ زکوۃ سے متعلق دو الگ الگ کتابیں تیار کریں چنانچہ اس کاوش کا نتیجہ "موسوعہ قوانین" کی چوتھی جلد کتاب "قوانین خمس" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس کے بعد پانچویں جلد "کتاب قوانین زکوۃ" منظر عام پر آئے گی۔ اس کتاب کی تیاری میں ایک سال سے زیادہ عرصہ صرف ہوا۔

اس کتاب میں ہم نے فریضہ ٔخُمس سے متعلق فقہ ٔجعفری کے مطابق تفصیل سے گفتگو کی ہے جہاں ہم نے فقہ جعفری کی روشنی میں خمس کے قوانین کو تدوین کیا ہے وہاں پر اسلام کے باقی فقہی مسالک کے نظریات کو بھی انکے حدیثی اور فقہی منابع سے فقہ جعفری کے ساتھ مشترک اور مختلف مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں مرکز تحقیقات منتہائے نور کے ڈائریکٹر جناب مولانا محمد یعقوب توحیدی صاحب کی محنت و کاوش قابل تحسین ہے انہیں یہ اعزاز ہے کہ انہوں نے میری رہنمائی میں اس کتاب کے مطالب کو ترتیب وار تحریر میں لانے اور تمام مطالب کو ان کے اصلی مدارک سے تطبیق دینے اور کمپوزنگ کے تمام مراحل سے ان مطالب کو گذارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عظیم عطاء کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش وسعی کو درجہ قبولیت دے اور اس کا اجر و ثواب ان تمام افراد کو پہنچے جن کا میرے اوپر کسی بھی حوالے سے کوئی حق بنتا ہے اور بالخصوص اس کا ثواب میرے والدین کیلئے ہو۔اللہ تعالیٰ اس کا فیض عام کردے اور دین اسلام کے پیروکاروں کیلئے اس کتاب کو رہنمائی کا وسیلہ قرار دے۔

"آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

"اللهم عجل لوليك الفرج واجعلنا من انصاره واعوانه"

سید افتخار حسین نقوی نجفی بن سید منظور حسین شاہ مرحوم

۱۱بج کر ۵۴ منٹ دو شنبہ (پیر) پکی شاہ مردان، میانوالی

۲۰۱۶/۱۱/۳۱ شب ۱۳صفر المظفر ۱۴۳۸ھ

کتاب کا تعارف

☆اس کتاب کا نام "قوانینِ خُمس" ہے یہ کتاب سولہ ابواب پر مشتمل ہے اس کا ایک مقدمہ ہے جس میں خمس کے وجوب کی حکمت اور فلسفہ کو بیان کیا گیا ہے۔

☆اس کا متن فقۂ جعفری کے مطابق ہے جبکہ فقہائے اہل سنت کی آراء کو ان کے مستند حوالوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

☆خمس کے فریضہ کے اثبات کیلئے قرآن، احادیثِ نبویہؐ اور آئمہ اہل البیت علیہم السلام کے بیانات سے استنباط کیا گیا ہے۔

☆اس کتاب میں جس طرح شیعہ محدثین اور فقہاء کی خمس کے بارے میں آراء اور نظریات کو بیان کیا گیا ہے اور شیعہ مفسرین کے بیانات کو حوالہ جات کے ساتھ درج کیا گیا ہے اسی طرح آئمہ اہل سنت، محدثین، مفسرین اور ان کے معروف فقہاء کی آراء کو بھی درج کیا گیا ہے۔اس طرح یہ کتاب جامعیت کی حامل ہے۔

☆خمس کے متعلق فقہی مسائل کو موجودہ دور کے شیعہ فقہاء کی روزمرہ زندگی کے مسائل کے بارے میں سے کتب جیسے توضیح المسائل، استفتاءت ،منہاج الصالحین، تحریر الوسیلہ سے استفادہ کرتے ہوئے انہیں قوانین کی شکل میں درج کیا گیا ہے اور ہر قانون کی جزئیات کو ضمناً لکھا گیا ہے۔

☆اردو زبان میں اس انداز میں لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے جبکہ خمس کے بارے میں اردو زبان میں اس سے پہلے "تبیان الخمس" تالیف استاد العلماء سید گلاب علی شاہؒ اور "صحیفہ خمس" جو راقم کی کاوش کا نتیجہ ہے، یہ پہلے شائع ہو چکی ہیں۔

☆یہ کتاب راقم کی علمی و تحقیقی کاوش "موسوعہ قوانین اسلام" کی چوتھی جلد ہے۔ موسوعۃ قوانین اسلام دس جلدوں سے زائد پر مشتمل ہے جوکہ زیر تکمیل ہے ۔

اختصاریہ

زیر نظر کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے ذیل میں درج شدہ مطالب کا اجمالی بیان ہے۔

باب۔۱

فریضہ خمس کی حکمت، فلسفہ ،فریضہ خمس کے بارے میں آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات ، خمس کے متعلق قوانین، بنی ہاشم کے لئے خمس کا استحقاق، خمس زکات کا متبادل

باب۔۲

خمس کی تعریفات، خمس کے لغوی و اصطلاحی معنی، ھدیہ، ھبہ، تحفہ، قرض، ارث ، وقف اور غنیمت میں فرق،لفظ غنم کے متعلق لغوی بحث،آیت خمس کے بارے میں شیعہ مفسرین کی رائے،اہل سنت کے مفسرین اور ان کے فقہاکی آراء،اہل سنت کے نزدیک ذوی القربیٰ کا حصہ،اہل سنت کے نزدیک خمس کی تقسیم،اہل سنت کے ہاں احادیث میں خمس کی تقسیم

باب۔۳

حضور پاک ﷺ کا زمانہ اور فریضہ خمس، سنۃ الوفود میں مختلف قبائل کو لکھے گئے خطوط، بنی ہاشم زکات کے لئے عاملین نہیں بن سکتے، حضور پاک ﷺ کی جناب سلمان و جناب ابوذر کے لئے خمس کے متعلق وصیت، وصولی خمس کی رسید، صدقہ سے مراد، دیگر قبائل کے نام حضور پاکؐ کے خطوط، نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فریضۂ خمس کے بارے میں تاکید، رسول اللہ ﷺ کے عملی اقدامات، خمس وصولی کے نمائندگان، وصولی خمس کے دو نمائندے، ابی اور عنبسہ، حضرت علیؑ یمن کے نمائندہ

باب۔۴

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد فریضہ خمس، بی بی زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت امام علیؑ، امام حسنؑ و امام حسینؑ اور امام علی زین العابدینؑ کے خمس سے متعلق بیانات، حضرت محمد حنفیہؒ اور وصولی خمس، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور خمس، حضرت امام محمد باقرؑ سے حضرت امام حسن عسکریؑ تک ہر امام کے خمس سے متعلق بیانات، خمس وصولی کے کارندے، حضرت امام مہدیؑ کی غیبت صغریٰ میں فریضہ خمس اور غیبت کبریٰ میں خمس وصولی کا حکم

باب۔۵

خمس کے موارد کا بیان، خمس کے بیان شدہ سات موارد سے مربوط ابحاث، خمس کے وجوب والی قرآنی آیت، احادیث نبویہ اور آئمہ اہل البیت اطہار علیھم السلام کے بیانات، ارباح مکاسب میں وجوب خمس کے دلائل، معدنیات سے وجوب خمس کے دلائل، غوص یا غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال سے خمس کے وجوب کے بارے میں دلائل، حلال مال جو حرام مال سے مخلوط ہو اس سے خمس نکالنے کے وجوب کا ثبوت، جنگی غنائم سے خمس کے وجوب کا ثبوت، کافر ذمی کی مسلمان سے خرید شدہ زمین پر خمس کے وجوب کا ثبوت

باب۔٦

خمس کا مورد ''ارباح مکاسب'' کے قوانین

باب۔۷

خمس کا مورد ''معدنیات'' کے قوانین اور معدنیات سے خمس نکالنے کی شرائط اور معدنیات سے نکالے گئے مال کا نصاب۔

باب۔۸

خمس کے مورد "خزانہ یا کنز" سے متعلق قوانین، کنز کی تعریف، اسکے مصادیق اور خمس کی شرائط اور کنز سے حاصل شدہ مال کا نصاب

باب۔۹

خمس کے مورد "غوطہ خوری" سے حاصل شدہ اموال کے متعلق قوانین اور خمس کے وجوب کی شرائط

باب۔۱۰

خمس کے مورد "حلال مال مخلوط بہ حرام مال" سے متعلق قوانین

باب۔۱۱

خمس کے مورد" جنگی غنائم سے حاصل شدہ مال" کے قوانین، غنیمت کی تعریف، خمس کے وجوب کی شرائط، مال فیئ، انفال اور غنیمت میں فرق

باب۔۱۲

خمس کے مورد "کافر ذمی کا مسلمان سے زمین خریدنا" سے متعلق قوانین

باب۔۱۳

خمس کے سہام اور حصص، خمس کی تقسیم قرآن و سنت سے استدلال، اہل سنت فقہاء کی رائے، ذوی القربی کی تعریف اور اس کے مصادیق اور خمس کے سہام سے متعلق قوانین

باب۔۱۴

انفال اور فیئ کی تعریف، اسکے مصادیق، قرآن و سنت کی روشنی میں اموال انفال اور فیئ کے مصارف، اہل سنت کے مفسرین اور فقہاء کی آراء

باب۔۱۵

اس باب کو ملحقات کا عنوان دیا گیا ہے جس میں مختلف علماء کی خمس سے متعلق لکھی گئی کتابوں سے خمس سے مربوط اہم علمی ابحاث شامل کی گئی ہیں۔

باب۔۱۶

کتاب میں استعمال شدہ بعض الفاظ کے معانی۔ اظہار تشکر۔ کلام آخر۔ دعا۔ منابع و ماخذ۔
فہرست مطالب

باب اول

فریضۂ خمس کی حکمت و فلسفہ اور افادیت کا بیان

خمس کا فلسفہ:

خمس اسلام کے دیگر احکامات کی طرح ایک ایسا حکم ہے جس کی پابندی کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے جس طرح نماز، روزہ، حج، زکات اور جہاد کے احکامات کی پابندی واجب ہے اسی طرح خمس کا حکم بھی واجب الاطاعت ہےاور یہ فریضہ عبادات سے ہے، اس فریضہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے اور اپنے رسول کے قرابت داروں کے لئے اور انکی اولاد سے جو فقراء و مساکین و یتامیٰ ہیں قرار دیا ہے

ایک سوال اور جواب:

اسلام نے تو تمام نسلی امتیازات کا خاتمہ کیا ہے عرب و عجم، پیر وجوان، سیاہ و سفید سب برابر ہیں جبکہ خمس کے فریضہ سے تو خصوصی امتیاز ایک طبقہ کے لئے معلوم ہوتا ہے کیونکہ خمس میں رسول کے قرابت داروں کے لیے ایک خاص حصہ مقرر کیا گیا ہے جو بجائے خود ایک امتیاز ہے

یہ سوال ہر ذہن میں آسکتا ہے اور اکثر مقامات پر لوگ اس کا اظہار بھی کرتے ہوئے اس فریضہ کی اصلیت پر بھی معترض ہیں اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ایک اور سوال کی طرف توجہ ضروری ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے اسلام کے مالی واجبات سے ایک واجب فریضہ زکات ہے ۔ زکات کے مصارف میں یہ بیان کیا گیا ہے غیر سید کی زکات کو سادات (رسول کے قرابت دار) پر حرام ہے، جب یہ طے ہے کہ عالم اسلام کے دیگر فقراء اپنی ضروریات زکات کے مال سے پوری کریں گے جبکہ (رسول اللہ کے قرابت دار) سادات زکات نہیں لے سکتے وہ سادات جو فقیر و مسکین ہیں ان کی ضروریات کس طرح پورا کرنے کے لئے اگر زکات متبادل اسلام میں قرار نہ دیا جاتا تو یہ عدل الٰہی کے خلاف اور سادات کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوتی۔ اسلام دین کامل اور جامع نظام حیات ہے اس میں انسان کے تمام طبقات کی ضروریات کو

مد نظر رکھا گیا ہے ، لھذا رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں ، سادات[حفظھم اللہ من البلیات والآفات۔۔۔۔]فریضہ زکات کا متبادل فریضہ خمس قرار دیا ہے اس میں کسی قسم کے نسلی امتیازات کو پروان چڑھانے یا کسی طبقہ سے زیادتی والی بات ہر گز نہیں ہے۔

اگر ان دونوں مالی عناوین کو سامنے رکھا جائے تو پھر حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ اسلام نے سادات کے لیے خمس قرار دے کر کوئی امتیازی رویہ نہیں اپنایا بلکہ جہاں حاجت مند سادات کو غیر سید کی زکات لینے سے روکا ہے وہاں ضرورت مند سادات کو خمس کے فریضہ سے سہارا دیا ہے چونکہ اسلام خدائے عادل کا بنایا ہوا نظام ہے اس لیے اس میں کسی کی حق تلفی کی گنجائش موجود نہیں ہے۔یہی بات فریضہ خمس کی حکت اور اسکا فلسفہ ہے

اس وضاحت کو مد نظر رکھتے ہوئے خمس کے فریضہ کو سادات کے لئے ایک امتیاز کہنا درست نہیں کیونکہ اسلام حکم دیتا ہے کہ خمس کا ۱/۲ امداد لینے کے حقدار، حاجت مند سادات کو دیا جائے اور ساتھ یہ شرط بھی قرار دی ہے کہ سال کے اخراجات کو مد نظر رکھتے ہوئے انہیں امداد دی جائے سال کے اخراجات سے زیادہ امداد دینے کی اجازت نہیں۔

فریضہ خمس بارے آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

جب اسی قسم کا سوال آئمہ اہل بیت علیھم السلام کے دور میں اٹھایا گیا تو آئمہ اطہار علیہم السلام نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ در اصل اس آیہ میں جو سھم خدا، سھم رسول، سھم قرابت دار، سھم یتیم، سھم مسکین اور سھم ابن سبیل کا ذکر آیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان عناوین کے حامل افراد میں جا کر مال خمس کو تقسیم کردوبلکہ یہ لوگ ان اسھام (حصوں) کے عناوین ہیں۔ خمس کے فریضہ کو قرار دینے میں بنیادی اور اصل مقصد یہ ہے کہ یہ مال رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں پہنچے اور انکے بعد آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے پاس پہنچے۔تاکہ رسول اکرم ﷺ اور انکے بعد جو انکے نائب و جانشین امام معصوم ہیں وہ اس

سے سادات کے فقراء و مساکین و یتامیٰ کی کفالت کریں۔ اگر ایک وقت ایسا آ جائے کہ خمس کی رقم ان حضرات کے پاس نہ پہنچ سکے تو دوسرے مدات (دوسری جہت سے حاصل شدہ مال) سے انکی کفالت کریں گے اور اگر مال خمس کی رقم پہنچ گئ تو وہ معمول کے مطابق انکی کفالت کریں گے۔ جبکہ بقیہ رقم کو عمومی کاموں پر خرچ کریں گے۔

موجودہ دور میں سادات کی کفالت اور امداد:

یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانے میں اگرچہ امداد لینے کے حقداد سادات کی تعداد بہت زیادہ ہے جبکہ ان کی تعداد سے زیادہ خمس دینے والے موجود ہیں لھذا شیعہ فقھاء قرآن و سنت کی روشنی میں اہل بیتؑ کے بیانات سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سادات کو بھی خمس جامع الشرائط مجتہد اور حاکم شرع کی اجازت کے بغیر نہ دیں تاکہ انکی ضروریات سے جو اضافی رقم بچ جائے تو شیعہ فقھاء جو کہ زمانہ غیبت حضرت امام مہدیؑ میں ان کے نائب ہیں، وہ ان اموال کو دوسری جگہوں پر خرچ کر سکیں۔

اسی بنا پر آئمہ اہل بیت علیھم السلام نے فرمایا ہے کہ " لہ فضل و علیہ نقص " سادات امام یا نائب امام کی کفالت میں رہیں گے اگر مال خمس میں کمی واقع ہو جائے تو امام یا نائب امام دوسری مد سے انکی ضروریات کو پورا کریں گے اور اگر خمس زیادہ مل جائے تو اسے سادات فقیر کو نہ دیں گے بلکہ اسے مسلمانوں کی عام ضروریات پر خرچ کریں گے ۔ لھذا اگر کوئی یہ خیال کرے کہ شیعہ مذھب نے سادات کے لئے ایک عظیم بجٹ قرار دیا ہے اور اس طرح سے انھیں ثروت مند بنانا چاہا ہے تو یہ بات غلط ہے، اسکی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

فریضہ خمس سادات کے لیے زکات کا متبادل:

زکات لینا سادات پر حرام ہے جبکہ سادات میں بہت سے فقراء، مساکین، یتامی (جو امداد لینے کے مستحق ہیں) موجود ہیں جو اپنے روزگار کے لیے پریشان ہیں انکی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے فریضہ خمس قرار دیا گیا ہے اور خمس کا فریضہ فقط جنگی غنائم سے نکالنا محدود نہیں کیونکہ جنگ تو ہر جگہ یا ہر زمانے میں نہیں ہو گی کہ جنگی غنائم آئیں اور سادات کو ان میں سے خمس دیا جائے، اور انکی ضروریات کو پورا کیا جائے، لہٰذا فریضہ خمس جنگی غنائم سمیت تمام محاصل پر قرار دیا گیا جسکی تفاصیل بعد میں بیان ہوں گی۔

بنی ہاشم و سادات کی ضروریات کو پورا کرنا:

اب سوال یہ ہے کہ بنی ہاشم میں سے احتیاج کا خاتمہ کیسے ہو گا؟ اور کس طرح سے بنی ہاشم کے فقراء اپنی ضروریات کو پورا کریں گے؟ ان کی معاشی بدحالی کیسے دور ہو گی؟ ان کے حالات کو سدھارنے کے لیے اسلام نے کیا نظام دیا ہے؟ کیا اسلام ناقص دین ہے کہ اس نے اتنے بڑے طبقے کے فقراء کی معیشت کو یکسر نظر انداز کر رکھا ہے؟ ایسا نہیں ہے کیونکہ ایسا اعتراض اسلام پر اس وقت وارد ہو سکتا ہے کہ غنائم سے مراد فقط جنگی غنیمت ہو اگر "انما غنمتم" کو اس کے وسیع تر مفہوم میں لیا جائے تو پھر اسلام پر ایسے اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی، جیسا کہ بعد میں تفصیل سے بیان آئے گا کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے واضح فرمایا کہ "انما غنمتم" سے "کسبتم" مراد ہے اور یہی معنی حضور پاک ﷺ کے خطوط سے بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ نے "غنمتم" سے مراد جنگی غنائم کی بجائے ہر قسم کی آمدن اور کمائی کو لیا ہے، آئندہ کی ابحاث

میں بیان ہوگا کہ انسان جو کچھ کماتا ہے اس میں سے سال بھر کے اخراجات نکالنے کے بعد جو کچھ کم یا زیادہ اس کے پاس بچ جائے اس پر خمس ادا کیا جائے گا یہی غنیمت کا مفہوم ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا مامون کے دربار میں فریضہ خمس کے بارے میں اہم بیان:

مامون کے دربار میں مختلف اسلامی فرقوں کے علماء نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے آل محمد علیہم السلام کی فضیلت کے بارے پوچھا؛

امامؑ نے فرمایا: خدا نے قرآن حکیم کے ۱۲ مقامات پر واضح طور پر انکی فضیلت کو بیان کیا ہے ان میں سے پہلی آیت ﴿واعلموا انما غنمتم۔۔۔الخ﴾ ہے۔ اس آیت میں خالق حکیم نے ذی القربیٰ کے لیے وہی حکم دیا ہے جو اس نے اپنے لیے اور اپنے رسول کے لیے دیا ہے کیا اس بیان سے معلوم نہیں ہو جاتا کہ آل اور امت کے درمیان واضح فرق موجود ہے کہ خدا نے آل کو ایک مقام پر اور باقی ساری امت کو ایک اور مقام پر قرار دیا ہے، آل محمد کے لیے وہ حصہ رکھا ہے جو حصہ کائنات کے مالک نے اپنے لیے رکھا ہے، جبکہ قرآن کی دوسری آیات میں عام یتیموں اور مساکین کے حصوں کی بھی بات ہوئی ہے لیکن سب کو معلوم ہے کہ یتیم کا حصہ اس وقت تک ہے جب تک وہ یتیمی میں ہے جس وقت اس کی یتیمی ختم ہو جائیگی اس کا حصہ بھی ختم اور یہی حال مسکین کا ہے کہ جب اسکی احتیاج ختم ہوگی یہ عنوان بھی ختم ہو جائے گا لیکن پیغمبر کے قرابت داروں کا حصہ قیامت تک کے لیے ہے اور وہ استحقاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے ہے اس میں فرق نہیں پڑتا کہ وہ غنی ہو یا فقیر کیونکہ اللہ

سے غنی تو کوئی اور نہیں ہو سکتا پھر بھی اللہ نے اپنا حصہ رکھا ہے اور اپنے رسول کے لیے بھی خمس میں حصہ قرار دیا ہے بالکل اسی طرح رسول کے قرابت داروں کا حصہ بھی ہے۔

جس طرح اللہ نے خمس میں اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ آل محمد کا حصہ رکھا ہے اسی طرح سے اطاعت میں بھی انہیں ساتھ رکھا ہے ارشاد ہوتا ہے﴿اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم﴾ [النساء ۵۹] اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو، پس اطاعت کی ابتداء اللہ کی ذات سے ہوتی ہے پھر اس کے رسول کی اطاعت ہے اور اس کے بعد آل محمد علیہم السلام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سب اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جو اس خاندان کے ساتھ مختص ہیں۔

جب صدقہ (واجب زکوۃ) کی بات ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول کی آل کو اس سے بری قرار دیا اور ارشاد ہوا " انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمولفة قلوبهم و فی الرقاب والغارمین و فی سبیل اللہ وابن السبیل فریضة من اللہ" تحقیق صدقات (فریضہ زکات) فقراء، مساکین، عاملین، مولفۃ قلوب، غلام، مقروض، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور غربت زدہ مسافروں کے لیے (صدقات) اللہ کی طرف سے فرض کیے گئے ہیں۔

امامؑ فرماتے ہیں؛ آپ نے دیکھا کہ اس آیت میں خدا نے اپنے لیے یا اپنے رسول یا اُن کے قرابت داروں کے لیے کوئی حصہ نہیں رکھا کیونکہ خدا نے اپنی ذات کو اس سے منزہ قرار دیا ہے اور اپنے رسول کو بھی اس سے منزہ قرار دیا بالکل اسی طرح سے اپنے رسول کے اہل بیت

کو بھی اس سے منزہ قرار دیا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ صدقہ کو آل محمد کے لیے حرام قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ ہاتھوں کا میل ہے اور خدا نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کو ہر نجاست اور میل سے پاک قرار دیا ہے پس جب ان کو پاک و طاہر قرار دیا ہے تو ان کے لیے اسی چیز (خمس) کو اختیار کیا ہے جو رب کائنات نے اپنے لیے قرار دیا ہے۔[1]

1 تفسیر نور الثقلین جلد۳، ص۴۸۔ ۴۹

قانون خمس کا بیان

قانون:

بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب اور اولاد رسول (حسنی و حسینی سادات) کے لئے غیر سادات کی زکات سے امداد لینا حرام ہے

قانون: رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں، آل رسول ﷺ (حسنی و حسینی سادات) کے لئے فریضہ خمس قرار دیا گیا ہے ان کے فقراء و مساکین اور یتامی کی ضرریات کو خمس سے پورا کیا جائے۔

تشریح:

۱: خمس کے چھ سہام (حصے) ہیں، اللہ، رسولؐ، ذوی القربی، فقراء، مساکین، یتامیٰ

۲: موجودہ دور میں خمس کے پہلے تین حصے رسول اللہ ﷺ کے بارھویں وصی حضرت امام مہدیؑ کے لئے ہیں جو انکی غیبت کے زمانہ میں ان کے عمومی نائبین جامع الشرائط مجتہد کے اختیار میں ہیں، اس حصہ کو سہم امام کہا جاتا ہے، باقی تین حصے (فقراء، یتامیٰ، ابن سبیل) سادات کے لئے ہیں ان کو سہم سادات کہا جاتا ہے۔

۳۔ اولاد فاطمہ علیھا و علیھم السلام کو سادات کہا جاتا ہے لیکن ان کے علاوہ اولاد علی علیہ و علیہم السلام جو جناب فاطمہ علیہ السلام سے نہیں، اسی طرح اولاد عقیل بن ابی طالبؑ، اولاد جعفر بن ابی طالبؑ، بھی خمس لینے کا استحقاق رکھتے ہیں اسی طرح ہر وہ شخص جس کا شجرہ نسب بنی ہاشم سے جاملتا ہو اس کے لئے غیر بنی ہاشم کی زکوۃ لینا حرام ہے، انکے واسطے خمس کا حصہ ہے۔

۴۔ کسی کے سید ہونے کے واسطے شہرت کافی ہے اگر سیادت بارے شک ہو تو پھر تحقیق کی جائے۔سادات کے علاوہ دیگر بنی ہاشم میں سے کسی کو خمس دینے کے لئے تحقیق کی جائے لیکن اگر کسی کے متعلق یقین ہو کہ وہ بنی ہاشم سے ہے تو اسے خمس دے سکتے ہیں۔

عترت رسول ﷺ اور زکوۃ کے استعمال کا حکم

مستند حدیثی:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

١۔عن الحسن ابن علی علیہ السلام، انہ قال؛ أخذ رسول اللہ ﷺ بیدی فمشیت معہ ، فمرنا بتمر مصبوب وأنا یومئذ غلام صغیر فجمزت فتناولت تمرۃ فجعلتھا فی فی (فأخرج التمرۃ) بلعابھا ورمی بھا فی التمر، وکان من تمر الصدقہ، وقال؛ انا اھل بیت لا تحل لنا الصدقۃ[1]

ترجمہ: امام حسن ابن علی علیہ السلام فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہؐ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ لے گئے ہم ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں پر کھجوروں کا ڈھیر پڑا تھا ان دنوں میں کم سن تھا میں نے اس ڈھیر میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھی تو پیغمبر ﷺ نے میرے منہ سے لعاب سمیت وہ کھجور باہر نکالی اور اُسے کھجوروں کے ڈھیر میں پھینک دیا کیونکہ وہ کھجور صدقے کے تھے پھر پیغمبر ﷺ نے فرمایا؛ ہم اہل بیت ہیں ہمارے لئے صدقہ (زکات) حلال نہیں ہے۔

---

1 مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص ۱۱۸ ح۷۷۹۵

۲-عن جعفر بن محمد علیهما السلام قال؛ قال رسول الله ﷺ لا تحل الصدقة لی ولا لأهل بیتی، ان الصدقة أوساخ أموال الناس، فقیل لأبی عبدالله علیه اسلام الزکاۃ التی یخرجها من ذلك؟ قال؛ نعم۔[1]

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا؛ صدقہ (زکات) میرے لئے اور میرے اہل بیت کے لئے حلال نہیں ہے، کیونکہ زکات لوگوں کے اموال کا میل ہے پھر امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا گیا آیا وہ زکات جو انسان ادا کرتا ہے وہ اموال کا میل ہے؟ امامؑ نے فرمایا؛ جی ہاں!

۳-عن العیص بن القاسم، عن ابی عبدالله علیه السلام، قال؛ ان أناساً من بنی هاشم، أتوا رسول الله ﷺ فسألو أن یستعملهم علی صدقه المواشی والنعم، فقالو؛ یکون لنا هذا السهم الذی جعله الله للعاملین علیها، والمؤلفة قلوبهم، فنحن اولی به، فقال رسول الله ﷺ یا بنی عبد المطلب ان الصدقة لا تحل لی ولا لکم، ولکن وعدت الشفاعة، ثم قال أنا اشهد انه قد وعدها فما ظنکم یا بنی عبد المطلب اذ أخذت باب الجنة، أترونی مؤثراً علیکم غیرکم[2]

ترجمہ: عیص بن قاسم، امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی ہاشم کے کچھ لوگ پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے گزارش کی کہ ان کو مال مویشی کی زکات وصول

1مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص ۱۱۸ ح۷۷۹۶
2مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص ۱۱۹ ح۷۷۹۹

کرنے پر لگادیں تاکہ اس کے بدلے میں جو اللہ تعالیٰ نے عاملین اور مؤلفہ قلوبھم زکات کا حصہ قرار دیا ہے وہ ان کو مل جائے اور کہا کہ ہم اس کام لینے کے زیادہ حق دار ہیں

رسول اللہ ﷺ نے (انکی یہ بات سن کر) فرمایا اے اولا د عبدالمطلب! صدقہ (زکات) میرے لئے اور آپ کے لئے حلال نہیں ہے ہاں! مجھے آپ لوگوں کی شفاعت کا وعدہ دیا گیا ہے پھر آپؐ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے اس کے بدلے آپ لوگوں کی شفاعت کا وعدہ دیا ہے تمہارا کیا خیال ہے اے اولاد عبدالمطلب! کہ میں قیامت کے دن جس وقت جنت کے دروازے کو پکڑے ہوئے ہونگا تو کیا میں تمہارے اوپر تمہارے غیر کو ترجیح دونگا؟ (ایسا نہیں ہوگا میں آپ لوگوں کی اس مقام پر شفاعت کرونگا)

عترت رسول ﷺ کے لئے زکوٰۃ کے استعمال کے بارے میں آئمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کا بیان:

ا۔عن جعفر بن محمد علیه السلام قال: لا تحل لنا زكاة مفروضة، وما أبالي أكلت من زكاة أو شربت من خمر، ان الله حرم علينا من صدقات الناس أن نأكلها و نعمل عليها[1]

ترجمہ: امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا؛ واجب زکات لینا ہمارے لئے حلال نہیں ہے واجب زکات والے مال سے کھانا اور شراب پی لینا میرے لئے ایک جیسے ہیں، بلاشک وتردید اللہ نے لوگوں کے صدقات (زکات) کا کھانا ہمارے اوپر حرام قرار دیا ہے۔ اور یہ کہ ہم زکات وصولی کے عامل نہیں (جیسا کہ بعد میں تفصیل سے بیان ہوگا کہ اہل البیتؑ اور

1 مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص ۱۱۹ ح۷۷۹۶

انکی اولاد زکات کی وصولی کے لئے عاملین (کارندے) بھی نہیں بن سکتے کیونکہ ان کے کام کی اجرت زکات سے دی جائے گی، جس کا لینا ان پر حرام ہے)

۲۔عن الصادق علیہ السلام انّ اللہ لا الہ الّا ھو لمّا حرّم علینا الصدقۃ انزل لنا الخمس، فالصدقۃ علینا حرام، والخمس لنا فریضۃ والکرامۃ لنا حلال[1]

ترجمہ: امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: بتحقیق اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، خدا نے ہمارے اوپر صدقہ (زکوۃ) کو حرام قرار دیا ہے اور ہمارے لیے خمس کا حکم نازل فرمایا ہے، لہٰذا صدقہ (زکوۃ) ہمارے اوپر حرام ہے اور خمس کا فریضہ ہمارے لیے قرار دیا گیا ہے یہ ہماری کرامت اور بزرگی ہے جو ہمارے لیے حلال ہے۔

1 من لا یحضرہ الفقیہ ج، ۲ ص، ۲۱ ح، ۷۷؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۸۳ ح، ۲

عترت رسول ﷺ اور زکوۃ کے استعمال کے بارے میں حکم اہل سنت کے حدیثی منابع سے :

۱۔عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ یقول اخذ الحسن بن علی علیہ السلام تمرۃ من تمر الصدقۃ فجعلھا فی فیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کخ کخ ارم بھا اما علمت انا لا ناکل الصدقۃ[1]

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حسنؑ بن علیؑ نے صدقہ کی کھجور کا ایک دانہ اپنے منہ میں ڈال لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ تھو تھو! اسے منہ سے باہر پھینک دے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ (زکوۃ کا مال) نہیں کھاتے۔

۲۔عن شعبۃ بھذا الاسناد و قال انا لا تحل لنا الصدقۃ[2]

ترجمہ: شعبہ سے یہی روایت آئی ہے اور اس میں یہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔

۳۔عن شعبۃ فی ھذا الاسناد کما قال ابن معاذ انا لا ناکل الصدقۃ[3]

ترجمہ: شعبہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم صدقہ نہیں کھاتے

1 صحیح مسلم مع شرح نووی(مترجم)،علامہ وحید الزمان ج۳۔۴ ص۹۲
2 صحیح مسلم مع شرح نووی(مترجم)،علامہ وحید الزمان ج۳۔۴ ص۹۳
3حوالہ سابق

۴۔عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال انی لانقلب الی اھلی فاجد التمرۃ ساقطۃ علی فراشی ثم ارفعھا لاکلھا ثم اخشیٰ ان تکون صدقۃ فالقیھا[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛میں اپنے گھر جاتا ہوں اور اپنے بچھونے پر کھجور پڑی پاتا ہوں اور اٹھاتا ہوں کہ کھاؤں پھر اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں یہ کھجور صدقہ کی نہ ہو تو میں اسے واپس پھینک دیتا ہوں۔

۵۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجد تمرۃ فقال لولا ان تکون من الصدقۃ لأکلتھا[2]

ترجمہ:انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کھجور پڑی ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھجور لے کر فرمایا؛اگر یہ کھجور صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھالیتا۔

1حوالہ سابق
2 حوالہ سابق

بنی ہاشم کے لئے زکات کے عوض خمس:

۶۔عن عبدالمطلب بن ربیعة بن الحارث حدثه قال اجتمع ربیعة بن الحارث والعباس بن عبدالمطلب ﷺ فقال واللہ لو بعثنا ھذین الغلامین قال لی وللفضل بن عباس ﷺ الی رسول اللہ ﷺ فکلماہ فامرھما علی ھذہ والصدقات فادیا مایؤدی الناس واصابا مما یصیب الناس قال فبینما ھما فی ذلك جاء علی ابن ابی طالب ﷺ عنه فوقف علیھما فذکر له ذلك فقال علیؑ لا تفعلا فواللہ ما ھوبفاعل فانتحاہ ربیعة بن الحارث فقال واللہ ما تصنع ھذا الا نفاسة منك علینا فواللہ لقد نلت صھر رسول اللہ ﷺ فما نفسناہ علیك قال علیؑ ارسلوھما فانطلقا واضطجع قال لما صلی رسول اللہ ﷺ الظھر سبقاہ الی الحجرۃ فقمنا عندھا حتی جاء فاخذ باذاتناثم قال اخرجا ماتصرران ثم دخل ودخلنا علیه وھو یومئذٍ عند زینب بن جحش قال فتوکلنا الکلام ثم تکلم احدنا فقال یا رسول اللہ، انت ابرالناس واوصل الناس وقد بلغنا النکاح فجئنا لتامرنا علی بعض ھذہ الصدقات فنودی الیك کما یؤدی الناس ونصیب کما یصیبون قال فسکت طویلاً حتی اردنا ان نکلم قال وجعلت زینب تلمع الینا من ورآء الحجاب ان لا تکلماہ قال ثم قال ان الصدقة لا تنبغی لآل محمد انما ھی اوساخ الناس ادعوا لی محمیة وکان علی الخمس ونوفل بن الحارث بن عبد المطلب وال فجاءہ فقال لمحمیة انکح ھذا الغلام ابنتك للفضل بن

العباس ﷛ فانکحه وقال لنوفل بن الحارث انکح هذا الغلام ابنتك فانکحنی وقال لمحية اصدق عنهما من الخمس كذا وكذا قال الزهری ولم يسمه لی[1]

ترجمہ: عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ہم جمع ہوئے ربیعہ بن حارث، اور عباس بن عبدالمطلب اور ہم دونوں نے آپس میں یہ کہا کہ اللہ کی قسم! ہم بھیج دیں ان دونوں لڑکوں کو یعنی مجھ کو اور فضل بن عباس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اور یہ دونوں جا کر ان سے عرض کریں کہ حضرت ان کو تحصیلدار بنا دیں ان زکاتوں پر (زکات کی وصولی کے لئے عاملین سے قرار دے دیں) اور یہ دونوں حضرت کو زکات لا کر دیا کریں گے جیسے اور لوگ ادا کرتے ہیں اور اس طرح کچھ ان کو بھی مل جائے گا جیسے اور لوگوں کو ملتا ہے یہی گفتگو ان کے درمیان ہو رہی تھی کہ علی بن ابو طالبؑ آئے اور ان کے آگے آکر کھڑے ہو گئے اور ان دونوں نے علی علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا (کہ ہم نے یہ تجویز آپس میں تیار کی ہے) تو حضرت علیؑ نے کہا کہ تم ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس مت بھیجو کہ قسم اللہ کی حضرت ایسا نہیں کرنے والے (اس لئے کہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ زکات سادات پر حرام ہے) وہ یہ سن کر برامان گئے حضرت علیؑ کو ربیعہ بن حارث نے کہا کہ اللہ کی قسم تم ہمارے ساتھ جو یہ کرتے ہو تو یہ حسد سے اور قسم اللہ پاک کی تم نے جو یہ شرفِ رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا پایا ہے تو اس کا تو ہم آپ سے کچھ حسد نہیں کرتے یہ سن کر حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا کہ اچھا ٹھیک ہے تم ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کرو اور ہم دونوں چلے گئے اور حضرت علیؑ وہیں پر لیٹ رہے

1 صحیح مسلم مع شرح نووی(مترجم)، علامہ وحید الزمان ج۳-۴ ص۹۵،۹۴

جب حضور پاک ﷺ ظہر کی نماز پڑھ چکے تو ہم دونوں جلدی سے حجرے میں آپؐ سے پہلے جا پہنچے اور وہاں پر کھڑے ہوگئے حجرے کے پاس یہاں تک کہ آپ تشریف لائے اور ہم دونوں کے کان پکڑے (یہ شفقت اور ملاعبت تھی آپ کی کہ لڑکے اس سے خوش ہوتے ہیں) اور فرمایا آپ سے کہ ظاہر کرو جو تم دل میں بات تیار کرکے لائے ہو پھر آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ حجرے میں داخل ہوئے اور اس دن آپ ام المومنین حضرت زینب کے پاس تھے حضور پاک ﷺ کے سامنے ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم بولو! ان میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ سب سے زیادہ قرابت داروں سے صلہ رحم کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ قرابت داروں پر احسان کرنے والے ہیں اور ہم نکاح کو پہنچ گئے ہیں (یعنی جوان ہوگئے ہیں ہم شادی کرنا چاہتے ہیں) ہم اس لئے حاضر ہوگئے ہیں کہ آپ ﷺ ہم کو ان زکاتوں پر تحصیلدار بنادیں کہ ہم بھی آپ کو زکات وصول کرکے لادیں جیسے اور لوگ لاتے ہیں اور ہم کو بھی اس مال سے کچھ مل جائے جیسے اوروں کو مل جاتا ہے (تاکہ ہمارے نکاح کا خرچ نکل آئے) حضرت ان کی بات سن کر چپ ہو رہے۔بڑی دیر تک خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ پھر کچھ کہیں جبکہ ام المومنین حضرت زینبؓ ہم سے پردہ کی آڑ میں اشارہ فرماتی ہیں کہ اب کچھ نہ کہو۔ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ زکات آل محمد کے لائق نہیں، یہ تو لوگوں کا میل ہے (شاید یہ ضرب المثل یہیں سے ہے کہ روپیہ پیسہ ہاتھوں کی میل ہے) مگر تم میرے پاس محمیہ کو بلاؤ (یہ نام تھا آپ کے خزانچی کا) اور وہ خمس کے اوپر مقرر تھا اور بلاؤ نوفل بن حارث بن عبد المطلب کو کہا راوی نے پھر یہ دونوں حاضر ہوگئے اور فرمایا محمیہ سے کہ تم اپنی لڑکی اس لڑکے

فضل بن عباس کو بیاہ دو اور نوفل بن حارث سے فرمایا کہ تم اپنی لڑکی اس لڑکے سے بیاہ دو یعنی مجھ سے (عبدالمطلب بن ربیعہ سے) میرا نکاح کر دیا گیا اور محمیہ سے فرمایا کہ ان دونوں کا مہر اتنی مقدار میں خمس سے ادا کر دو زہری نے اتنا کہا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عبداللہ میرے شیخ نے مہر کی مقدار نہیں فرمائی۔

صدقہ کے کھجور سے اجتناب:

۷۔حدثنا موسی بن اسمٰعیل و مسلم بن ابراهیم المعنی قالا حدثنا عن قتادة عن انس بن مالك قال ان النبی ﷺ کان یمر بالتمرة العائرة فما یمنعه من اخذها الا مخافة ان تکون صدقة[1]

ترجمہ: موسیٰ بن اسمٰعیل و مسلم بن ابراہیم ،حماد، قتادہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کہیں کوئی کھجور مل جاتی جس کا معلوم نہ ہوتا تو آپ اس کھجور کو اس خدشہ سے نہ لیتے تھے کہ کہیں وہ کھجور صدقے کی نہ ہو۔

1 سنن ابو داؤد مترجم، علامہ وحید الزمان جلد١، ح١٦٣٧

صدقہ (زکات) اور ھدیہ کافرق:

حضور پاک ﷺ اور آپکی آل پر ہدیہ حلال ہے

ا۔عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال اهدت بريرة رضی اللہ عنہا الى النبى ﷺ لحماً تصدق به عليها فقال هولها صدقة ولنا هدية[1]

ترجمہ: انس نے کہا ہدیہ دیا بریرہ نے نبی ﷺ کو کچھ گوشت کہ اس کو کسی نے اس کے واسطے صدقہ (زکات سے) دیا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے لے لیا اور فرمایا انکے لئے صدقہ ہے جو انہیں دیا گیا اس نے جو ہمیں دیا ہے وہ ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

۲۔عن عائشة رضی اللہ عنہا واُتی النبی ﷺ بلحم بقرٍ فقيل هذا ما تصدق به على بريرة فقال هو لها صدقة ولنا هدية[2]

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار گائے کا گوشت نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور کسی نے کہا کہ یہ گوشت صدقے کا ہے جو بریرہ کو ملا تھا تو آپؐ نے فرمایا ان پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے (بریرہ کی جانب سے) ہدیہ ہے۔

۳۔عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت كانت فى بريرة ثلاث قضيات كان الناس يتصدقون عليها وتهدى لنا فذكرت ذلك للنبى ﷺ فقال هو عليها صدقة ولكم هدية فكلوه[1]

---

1 صحیح مسلم مع شرح نووی(مترجم)،علامہ وحید الزمان ج۳-۲ ص۹۷

2حوالہ سابق

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بریرہ کے حکم سے تین حکم شرعی ثابت ہوئے لوگ اس کو صدقہ دیتے تو وہ ہمیں ہدیہ کر دیتی تو ہم نے اسکا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا وہ اس کیلئے صدقہ ہے اور تمہارے لئے ہدیہ ہے سو تم کھاؤ۔

۴۔عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ بمثل ذلك الا انه قال وهو لنا منها هدية[2]

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے وہی روایت مروی ہے مگر اس میں یہ فرمایا کہ وہ ہمارے لئے اس کی طرف سے ہدیہ ہے۔

۵۔عن ام عطية رضی اللہ عنہا قالت بعث الی رسول الله ﷺ بشاة من الصدقة فبعث الی عائشه رضی اللہ عنہا منها بشیء فلما جاء رسول الله الی عائشه قال هل عندكم شیء قالت لا الا ان نسيبة بعثت الينا من الشاة التی بعثتم بها اليها قال انها قد بلغت محلها[3]

ترجمہ: ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا بھیجا میرے پاس رسول اکرم ﷺ نے صدقہ کی بکری کا گوشت تو میں نے اس سے تھوڑا سا گوشت حضرت عائشہؓ کو بھیج دیا جب آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے اور ان سے سوال کیا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے تو انہوں نے عرض کی کہ نہیں مگر نسیبہ نے (یعنی ام عطیہ نے) ہمارے پاس کچھ گوشت بھیجا ہے اس بکری سے جو آپ نے ان کے پاس بھیجی تھی آپؐ نے فرمایا وہ اپنی جگہ

1حوالہ سابق
2حوالہ سابق
3 صحیح مسلم مع شرح نووی(مترجم)،علامہ وحید الزمان ج۳۔۴ ص۹۸

پہنچ گئی۔(اس روایت کو باقی روایات سے ملا کر پڑھا جائے تو آپ نے اس گوشت کو ام عطیہ کی طرف سے عطیہ قرار دیا اور اسکا استعمال اپنے لئے جائز قرار دیا)

٦۔عن ابی هريرةؓ ان النبی ﷺ كان اذا اتی بطعام سال عنه فان قيل هدية اكل منها وان قيل صدقة لم ياكل منها۔[1]

ترجمہ: ابوہریرہؓ نے کہا کہ نبی ﷺ کی عادت تھی کہ جب کھانا آتا تو پوچھ لیتے اگر ہدیہ ہوتا تو کھاتے اور صدقہ (زکات سے) ہوتا تو نہ کھاتے۔

اہل سنت کے حدیثی منابع میں بیان شدہ مطالب پر تبصرہ اور بحث کا نتیجہ:

ہم نے اہل سنت کے حدیثی منابع سے ایسی احادیث دی ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زکات بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب اور آل رسول ﷺ پر حرام ہے، ہدیہ اور عطیہ ان پر حلال ہے ہم نے ان احادیث کا وہی ترجمہ دیا ہے جو ان منابع کے اردو تراجم میں دیا گیا ہے۔(صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم جلد ٣۔٤؛علامہ وحید الزمان)

خمس کا فلسفہ:

اس تفصیلی بحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ خمس اسلام کا اہم فریضہ ہے جس کا فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور انکی آلؑ کے لئے ایک شرف و کرامت قرار دیا ہے لہٰذا مسلمانوں پر ایک ایسا مالی فرض قرار دیا گیا ہے کہ جس کے ذریعے رسول اسلام حضرت محمد ﷺ کے خاندان سے جو

1حوالہ سابق

یتامی، مساکین اور فقراء ہیں ان کا انتظام بیت المال سے ہو جائے اور اسکا جو ۱/۲حصہ ہے وہ رہبریت، قیادت کے پاس موجود رہے جس کے ذریعے وہ اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کریں۔

جبکہ امت کے باقی طبقات (جو غیر سادات ہیں، رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے نہیں) کے یتامی، مساکین اور فقراء کے لئے اور ان کی دیگر انتظامی اور معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے زکات کا فریضہ قرار دیا ہے اور اس کے علاوہ بھی دیگر مالی واجبات کو قرار دیا گیا ہے اسلام میں کسی کے لئے کوئی برتری نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر، شرف و کرامت تقویٰ کی بنیاد پر ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی نیابت جن شخصیات کو دی ہے اور جنہیں ہدایت کا سرچشمہ قرار دیا ہے تو ان کے لئے منصبی برتری ہے

اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی میں معاشرہ کے ہر طبقہ کی ضروریات کو پورا کرنے کا مناسب انتظام کر دیا ہے ایسا متوازن نظام بنایا ہے کہ جس پر عمل کرنے سے طبقاتی کشمکش پیدا نہ ہو اور معاشرہ کے تمام افراد اخوت و برادری کے بندھن میں آجائیں، سب ایک دوسرے کے خیر خواہ و ہمدرد ہوں اور مال کا ارتکاز بھی کسی ایک طبقہ کے پاس نہ ہو، مال معاشرہ میں گھومتا رہے، کسی ایک کے پاس منجمد ہو کر نہ رہ جائے۔اسلام کے مالیاتی نظام پر اگر پوری طرح عمل کیا جائے تو ایک خوشحال متوازن معاشرہ وجود میں آئے گا کوئی کسی پر مالی برتری کی وجہ سے بالادست نہ ہوگا بلکہ اخوت و برادری کا ماحول وجود میں آجائے گا، معاشرہ کے کمزور طبقات بھی خوشحال زندگی گزار رہے ہوں گے، یہ امتیاز فقط اسلام کا ہے۔

اسلام نے مالیات کے حوالے سے ایسے قوانین وضع کیے ہیں جو انسانی معاشرہ میں مال و دولت کی بنیاد پر طبقہ بندی کو ختم کرنے کی بنیاد بنتے ہیں اس بارے میں اسلام کے مالی نظام پر تحریر شدہ تفصیلی کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ہمارا تحقیقی ادارہ بھی اس بارے میں اردو زبان میں انتہائی اہم اور موجودہ دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر کتب تیار کر رہا ہے، جو علمی حلقوں کے لئے ایک خوشخبری ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت واسعہ کا صدقہ اور اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ اور انکی آل اطہار علیہم السلام کے وسیلہ سے ہمیں اس علمی کام کو جلد از جلد مکمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

باب دوم

خمس کی تعریفات اور قرآن وسنت کی روشنی میں خمس کے وجوب کا ثبوت اور اہمیت کا بیان

خمس کی مختلف تعریفات ومعانی

خمس کا معنی: اس کا لغت میں معنی پانچواں حصہ ہے

شریعت کی اصطلاح میں خمس اسلامی مالیات میں ایک اہم مالی فریضہ کا عنوان ہے۔

فریضہ خمس کی مختلف تعریفات فقہی کتب میں موجود ہیں، ان میں سے اہم تعریفات حسب ذیل ہیں، ان تعریفات سے واضح ہو جاتا ہے کہ فریضہ خمس سے شریعت میں کیا مراد لیا جاتا ہے۔

1: خمس ایسا مالی فریضہ ہے جسے ہر مکلّف حلال طریقہ سے ہونے والی آمدنی (جیسے زراعت، باغبانی، تجارت، محنت، مزدوری، صنعت وحرفت وغیرہ، معدنیات سے حاصل شدہ مال، غوطہ خوری سے ملنے والا مال، جنگی غنائم سے حاصل شدہ مال سے یا زمین میں چھپے خزانہ سے جو مال ملے اپنے، اپنے عیال کے اخراجات اور جو کچھ مال حاصل کرنے پر لگایا ہے وہ جدا کرنے کے بعد جو کچھ مال اس کے پاس بچے اس سے پانچواں حصہ اللہ، اللہ کے رسولؐ، ان کے قرابت داروں، یتامیٰ، مساکین، فقراء کے لئے دینا اس پر واجب ہے۔

اس طرح جو مال حرام میں مل جائے اور اسے جدا کرنا ممکن نہ ہو تو اس سے پانچواں حصہ نکال کر اسے حلال کیا جائے گا۔

اور جو کافر ذمی مسلمان سے زمین خرید کرے تو اس سے بھی خرچ شدہ رقم پر خمس وصول کیا جائے گا۔

2: خمس کی تعریف میں مسالک الافھام میں یہ عبارت موجود ہے

الخمس حق مالی ثبت لبنی ھاشم فی مال مخصوص بالاصالۃ عوض عن الزکاۃ

خمس ایک مالی حق ہے جو ایک ایسا مال ہے کہ بالاصالۃ(بنیادی قانون کے تحت) زکات کے بدلے میں بنی ہاشم کے لئے ثابت ہے۔

3: صاحب جواہر الکلام نے خمس کی تعریف اس طرح بیان کی ہے

جواہر الکلام، بحث خمس

خمس ایک ایسا مالی حق ہے جسے اللہ جو مالک الملک ہے نے اپنے بندوں پر ایک مخصوص مال پر فرض قرار دیا ہے (یہ مالی فریضہ قرار دیا ہے) اپنی ذات کے لئے اور بنی ہاشم کے واسطے، بنی ہاشم اللہ کے بندگان پر حاکم ہیں، سید و سردار ہیں، ان سب پر فضیلت و برتری رکھتے ہیں، انکے محسن ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز و اکرام بنی ہاشم کے لئے مختص کیا ہے کہ انہیں واجب صدقہ (زکات) کے استعمال سے روک دیا کہ وہ لوگوں کی میل کچیل اور گندگی ہے اور خمس کے وجوب کو انکا حق قرار دیا ہے۔ زکات کو میل کچیل قرار دیا ہے اس سے انکو پاک رکھا ہے اور اس میں خود کو بنی ہاشم کے ساتھ شامل کرکے اس اعزاز کو اور بڑھا دیا ہے اور اسے ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔

خمس کے بارے پیش کردہ تعریفات کا نتیجہ:

خمس کی پیش کردہ مختلف تعریفات میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ فریضہ خمس ایک ایسامالی حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے، اپنے رسولؐ کے لئے اپنے رسولؐ کے قرابت داروں کے لئے اور ان کے یتامیٰ، مساکین اور ابناء السبیل کے لئے زکات کے عوض قرار دیا ہے اور یہ ایک خاص قسم کا مالی حق ہے جس کے بارے میں تفصیلات اس کتاب میں موجود ہیں۔

قانون خمس اور وجوب خمس کے ثبوت

قانون: خمس ایک مالی فریضہ ہے جسے ادا کرنا ہر مکلّف پر واجب ہے اور یہ فریضہ زکات کا متبادل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے، رسولؐ اور آل رسولؐ کے لئے مقرر کیا ہے۔

ضمن: خمس اللہ، رسولؐ، ذی القربیٰ اور ایسے ایتام، مساکین اور ابناء السبیل کا حق ہے جو بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اور خاندان رسول ﷺ (حسنی و حسینی سادات) سے ہوں

فریضۂ خمس کے قانون کا قرآن سے ثبوت:

مستند قرآنی:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[1]

ترجمہ: اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسولؐ، رسولؐ کے قرابتداروں، ایتام، مساکین اور مسافرانِ غربت زدہ کے لئے ہے اگر تمہارا ایمان اللہ پر ہے اور اس نصرت پر ہے جو ہم نے اپنے بندے پر حق و

---

1 الانفال ۴۱

باطل کے فیصلہ کے دن جب دو جماعتیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں نازل کی تھی اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

غنیمت سے مراد فائدہ ہے اور غنیمت کی جمع غنائم ہے غنائم جس طرح ان تمام چیزوں کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے ذریعہ کفار سے حاصل کی گئی ہوں جیسے ہتھیار، لباس، غلام، سواریاں اسی طرح غنائم ان اموال پر بھی بولا جاتا ہے جنہیں کفار سے جنگ لڑے بغیر حاصل کیا گیا ہو ان میں معدنیات، سمندر سے غوطہ خوری، کے ذریعہ حاصل شدہ موتی، مونگے، جواہرات اور دیگر قیمتی اشیاء، دفن شدہ ملنے والے خزانے اور جو کچھ انسان کماتا ہے مختلف ذرائع سے جیسے تجارت، زراعت، صنعت وحرفت وغیرہ ان سب سے حاصل ہونے والے منافع سے سال بھر کے اخراجات نکالنے کے بعد جو کچھ بچ جاتا ہے اسے بھی غنیمت وغنائم میں شمار کیا جاتا ہے۔

قرآن میں استعمال شدہ لفظ غنم کا معنی و مفہوم:

غنم۔ هو تناول مالٍ لم یکن مالکاً من قبل ومن مصادیقه الماخوذ من العدو بالحرب ومایتحصل بالتجارة

غنم: ایسے مال کا حصول جس کا انسان پہلے مالک نہیں تھا اور اس کے مصادیق میں سے وہ مال ہے جو جنگ کے بعد دشمن سے حاصل کیا جاتا ہے یا وہ مال جو کسب وکار، محنت و عمل، صنعت وحرفت کے ذریعے انسان کو ملتا ہے

واعْلَموا أنّما غَنِمْتُم مِن شَیءٍ فأنَّ لِلّٰهِ خُمُسَه ولِلرَّسول۔۔۔۔۔ الخ (انفال: ۴۱)

یراد مطلق ما یتناول غنماً من أی شیء وبأی طریق کان، غنیمةً فی حرب أو ربحاً فی تجارة أو أُجرة من عمل

آیت میں غنمتم سے مراد مطلق فائدہ ہے جو کسی بھی چیز یا ذریعے سے انسان کو حاصل ہوا ہو، جنگ سے مال غنیمت کے طور پر، کسی تجارت کے فائدہ یا کسی کام کی اجرت کے طور پر، یہ سب مصادیق غنمتم ہیں۔

ھدیہ، ھبہ، تحفہ، قرض، ارث، وقف اور غنیمت میں فرق:

ویشترط فی صدق مفهوم الغنم: ان یتحصل فی نتیجة عمل و مجاهدة، وأما ما یصل الی شخص من دون عمل: فلا یصدق علیه الغنم، کما فی الهبة والعطیة والارث۔

مفہوم غنم صادق آنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ فائدہ، کسی عمل اور کوشش کے نتیجے میں حاصل ہوا ہو لیکن ایسا فائدہ جو کسی شخص کو بغیر عمل اور محنت و مشقت کے حاصل ہوتا ہے اس پر لفظ غنم صادق نہیں آتا جیسے ہبہ، تحفہ اور میراث۔

فان حقیقة الارث والهبة: جعل شخص نائباً عن المالك الأول واقامته فی مقامه من دون عمل فیها بینهما، فالثانی مکلّف بما یکلّف به الأوّل

وراثت اور ہبہ میں دوسرے شخص کو پہلے مالک کا نائب قرار دیا جاتا ہے اور وہ پہلے مالک کی جگہ لے لیتا ہے اس میں ان دونوں کے درمیان عمل موجود نہیں ہوتا لہٰذا دوسرا شخص اسی

بات کا مکلّف ہو جاتا ہے اس مال سے متعلق جیسے پہلا مالک تھا یعنی جس طرح پہلا اس مال کا مالک تھا اسی طرح دوسرا شخص پہلے کی نیابت میں اسکا مالک بن جاتا ہے یا تو پہلے کے مرنے کے بعد مال لیتا ہے کہ وہ مال ارث کہلاتا ہے یا کہ پہلے کی طرف سے دوسرے کو بطور ہدیہ، تحفہ، ھبہ کے طور پر دیا جاتا ہے یا دوسرے کے لئے وقف کر دیا جاتا ہے جبکہ غنم کا مفہوم اس طرح نہیں ہے اس میں محنت کا عنصر شامل ہے اسی طرح قرض ہے جو دوسرے شخص کو بغیر کسب وکار کے ملتا ہے۔

فکُلوا مِمّا غَنِمتُم حَلالاً طَیِّباً واتَّقوا اللهَ اِنّ َاللهَ غفورٌ رحیم (انفال: ٦٩)

أی من الأموال التی تحصلت فی ایدیکم بعمل ومجاهدة صحیحة، فهی حلال طیب لکم، فانها نتیجة جهادکم فی سبیل الله، وارباح تجارتکم وعملکم۔

"مما غنمتم" سے مراد وہ اموال ہیں جو تمہیں جائز عمل اور صحیح و جائز محنت و کوشش کے نتیجے میں حاصل ہوئے ہیں تو اس طرح کے اموال تمہارے لئے حلال ہیں کیونکہ یہ اموال اللہ کی راہ میں تمہارے جہاد کا نتیجہ ہیں اور جو تمہاری تجارت اور تمہارے کاروبار و عمل کے ارباح (منافع) سے ہیں۔

تَبتَغونَ عرَضَ الحَیاۃِ الدُّنیا فعندَ الله مَغانم کَثیرۃ (النساء: ٩٤)

یراد مطلق ما یتناول من الاموال المادیة والفوائد الروحانیة التی یعطیها من یشاء

اس سے مراد ہر وہ مادی اور روحانی فوائد ہیں جو خدا اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے عطا کرتا ہے۔

ومَغانمَ كَثيرَةً تأخذونَها وكانَ اللهُ عَزيزاً حَكيماً وعَدَكُم الله مَغانم كَثيرَة تأخذونها فَعجَّلَ لَكُم(النساء : ۹۴)

لفظ غنم کے متعلق لغوی بحث:

مفردات الفاظ القرآن میں آیا ہے

الْغَنَمُ معروف. قال تعالى: وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُما [الأنعام/ 146]. و الْغُنْمُ: إصابته و الظّفر به، ثم استعمل في كلّ مظفور به من جهة العدى وغيرهم. قال تعالى: وَاعْلَمُوا أَنَّما غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ [الأنفال/41]،

غنم کا معنی معروف ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اور گائے اور غنم (بھیڑ، بکریاں) کی چربیوں کو ہم نے ان پر حرام قرار دیا ہے،

غنم کا معنی ہے کسی چیز کو پالینا، کسی چیز کو حاصل کرلینا، کسی چیز کو لے لینا پھر یہ اس حاصل شدہ مال پر استعمال کیا گیا جو کسی لڑائی یا کسی اور طریقہ سے ملا ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛
"واعلموا انما غنمتم من شیء۔۔۔الخ"

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلالًا طَيِّباً [الأنفال/69]، و الْمَغْنَمُ: ما يُغْنَمُ، و جمعه مَغَانِمُ. قال: فَعِنْدَ اللهِ مَغانِمُ كَثِيرَةٌ [النساء/94].

مغنم سے مراد جو مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا جاتا ہے اس کی جمع مغانم ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اللہ کے پاس تو بہت زیادہ مال و متاع اور فوائد ہیں۔ [1]

غَنِمْتُ: الشَّیءَ میں نے کسی چیز کو حاصل کر لیا یعنی (أَغْنَمَهُ) اس نے کسی چیز کو حاصل کر لیا ، پالیا (غُنْماً) أَصَبْتُهُ (غَنِيمَةً) و (مَغْنماً) و الْجَمْعُ (الْغَنَائِمُ) جب غنم کو استعمال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے ۔۔۔۔۔(غنیمۃ و مغنماً) تو اس کا معنی لیا جاتا ہے کہ میں نے اس فائدہ کو پا لیا ہے، اسکی جمع الغنائم اور المغانم ہے، یہ جملہ جو بولا جاتا ہے کہ الغُنْم بالقُرم تو یہ قرض سے حاصل شدہ مال غنیمت ہے، جس طرح جو مالک ہوتا ہے وہ اس مال سے فائدہ لیتا ہے اس کا اس مال میں کوئی شریک نہیں ہوتا، اس طرح وہ قرض کا بھی متحمل ہوتا ہے و (الْمَغَانِمُ) و (الغُنْمُ بالغُرْمِ) أَيْ مُقَابَلٌ بِهِ فَكَمَا أَنَّ الْمَالِكَ يَخْتَصُّ (بِالْغُنْمِ) وَ لَا يُشَارِكُهُ فِيهِ أَحَدٌ فَكَذٰلِكَ يَتَحَمَّلُ الْغُرْمَ (غَنِم کا معنی اس نے کما لیا، حاصل کر لیا، فائدہ اٹھا لیا) غنم غرم کے وسیلہ سے ، یعنی غنم غرم کے مد مقابل ہے کہ جس طرح غنم جو کمایا ہوا مال ہے وہ مالک کے لئے ہوتا ہے اس کے ہمراہ کوئی شریک نہیں ہوتا اسی طرح قرض وہ کا کسی اور نے اس کا بوجھ نہیں اٹھانا جس نے قرض لیا ہے اسی نے اس کا بوجھ اٹھانا ہے اپنی کمائی سے اس نے اسے ادا کرنا ہوتا ہے۔

[1] مفردات الفاظ القرآن ص ٦١٥

وَلَایَتَحَمَّلُ مَعَهُ أَحَدٌ وَهذَا مَعْنَی قَوْلِهِم (الغُرْمُ مَجبُورٌ بِالْغُنْمِ)

اوراس کے ہمراہ کوئی ایک بھی اس کا بوجھ نہیں اٹھاتا یہ معنی ہے اس قول کا کہ، "الغرم مجبور بالغنم"

آیت خمس کے بارے میں شیعہ مفسرین کی رائے:

شیعہ مفسرین نے آیت خمس کے بارے آئمہ اہل بیتؑ سے نہایت ہی عمدہ مطالب بیان کئے ہیں ہم ان تفاسیر میں سے چند ایک سے کچھ مطالب کو نقل کر رہے ہیں تاکہ اُن کی رائے سے آگاہی ہوسکے۔

قرض کی رقم جو قرض لینے والا ہے اسے ہی دینا ہوتی ہے وہی اس قرض کی ادائیگی کا متحمل ہوتا ہے اس لئے یہ جملہ بولا جاتا ہے "الغرم مجبور بالغنم" قرض کمائے ہوئے مال سے ادا ہوگا، انسان کو قرض بغیر مشقت کے ملتا ہے، اسی لئے اس پر یہ لفظ غُرم بولا گیا ہے اس لفظی بحث کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ غنیمت، غنم، مغانم یہ ایسے مال کے حصول پر بولا جاتا ہے جو مال محنت و مشقت سے حاصل ہو۔ لھذا خمس کی بحث میں اس آیت سے فریضہ خمس بارے استدلال کے لئے اس لفظ کے لغوی معنی کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان کے مصنف اس آیت کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

"واعلموا انما غنمتم من شیء ای مما قل او کثر" [1]

تم یہ بات جان لو کہ یہ بات طے ہے کہ تم جو کچھ حاصل کرلو (جو تمہیں مل جائے)

[1] تفسیر مجمع البیان :ج۳:ص۵۴۳

خواہ وہ کم ہو یا زیادہ تو اس میں خمس ہے۔

اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ "ما" موصولہ ہے اور "مِنْ شیء" اس کا بیان ہے لہٰذا یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ شئے مفہوماتِ عامہ شاملہ میں سے ہے اور سابقاً ثابت ہو چکا ہے کہ "غنم" کا معنی "نال وأصاب" ہے جس کا معنی مال حاصل کر لینا ہے لہٰذا آیت خمس کا معنی اس طرح ہوگا۔"واعلموا ان شیء الذی نلتموہ واصبتموہ فان للہ خمسہ وللرسول الخ" کہ تم یہ بات جان لو کہ تم جس چیز کو پالو اور جسے تم حاصل کرلو تو اس کا (پانچواں حصہ) "خمس" اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور اس کے رسولؐ کا ہے الی آخر الآیۃ۔

شیعہ فقہاء کا نظریہ:

صاحب مجمع البیان نے آیت کی تفسیر بیان کرنے کے بعد شیعہ فقہاء کا نظریہ بیان کرتے ہوئے فرمایا؛

قال اصحابنا ان الخمس واجب فی کل فائدۃ تحصل للانسان من المکاسب و ارباح التجارات، وفی الکنوز والمعادن والغوص وغیر ذالك مما هو مذکور فی الکتب ویمکن ان یستدل علی ذالك بهٰذه الآیۃ فان فی عرف اللغۃ یطلق علی کل ذالك اسم الغنم والغنیمۃ۔

ترجمہ: ہمارے اصحاب (شیعہ فقہاء) نے یہ فرمایا ہے کہ خمس ہر اس فائدے پر واجب ہے جو انسان کسی کسب وکار اور ارباح تجارات کے ذریعے حاصل کرتا ہے یا خزانہ اور معدنیات، دریا میں غوطہ خوری اور دیگر ذرائع سے حاصل کرتا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے ذرائع سے جن

سے اسے جو مال ملتا ہے فقھی کتب میں تفصیل مذکور ہے ،ان تمام ذکر شدہ عناوین کے بارے اس آیت سے استدلال کیا جاسکتا ہے کیونکہ عرف لغت میں ان تمام چیزوں پر غنم اور غنیمت کا اطلاق ہوتا ہے۔[1]

صاحب مجمع البیان نے قرآن کی ایک اور آیت سے اس معنی پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے؛

فَعِنْدَ اللهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (سورۃ النساء: ۹۴) " ای فی مقدورہ فواضل ونعم ورزق ان اطعتموہ فیما امرکم بہ وقیل معناہ ثواب کثیر لمن ترک قتل المؤمن"

اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت ان احکام میں کرو جن کا اس نے تم کو حکم دیا ہے تو پھر تمہارے لئے بڑے منافع ہیں، نعمتیں اور رزق فراواں ہے یہ سب اس کی قدرت میں ہے جو وہ تمہیں عطاء کرے گا۔

اور یہ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس شخص کے لئے ثواب کثیر ہے جو قتل مومن کو ترک کردے

صاحب مجمع البیان کی عبارت میں فواضل کا لفظ مغانم کے معنی میں آیا ہے تو اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے

ہم جب اس لفظ کا معنی لغت میں دیکھتے ہیں تو اس کے لئے لغت کی مشہور کتاب "المنجد" میں آیا ہے: "فواضل المال غلتہ وارباحہ" فواضل، مال کی پیداوار اور منافع کو کہتے ہیں اور لغت کی

1 تفسیر مجمع البیان، ج، ۳ ص، ۵۴۳، ۵۴۴
2 المنجدص ۳۴۸،مکتبہ دانیال، لاہور

معروف کتاب القاموس المحیط میں آیا ہے: " وفواضل المال مایاتیك من غلته ومرافقه " کہ فواضل مال، مال کے منافع جو غلہ جات اور اس سے متعلق چیزوں سے تجھے حاصل ہوئے ہیں۔

نیز فواضل جلیل القدر نعمتوں اور درجات رفیعہ کو بھی کہتے ہیں جبکہ اس جگہ مطلق فواضل مرا دہیں عام اس سے کہ مال کے منافع ہوں یا جلیل القدر نعمتیں اور درجات رفیعہ ہوں،سب کو شامل ہے کیونکہ لفظ مغانم نکرہ ہے جو تخصیص کا نہیں تعیم کا معنی دیتاہے۔اس میں عمومیت و شمولیت ہے۔

لہٰذااس کا معنی اس طرح کریں گے

" فان عندالله مغانم كثيرة وفواضل جسيمة فهو خيرلكم ان اطعتم الله فيماأمركم به وانتهيتم عمانهكم عنه "؟

بتحقیق اللہ تعالیٰ کے پاس مغانم کثیرہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑے بڑے انعامات اور بھاری منافع ہیں اور اگر تم ان احکام میں اللہ کی اطاعت کرو جن کے بجالانے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اور ان امور کے ارتکاب سے رک جاؤ جن سے اللہ نے تمہیں منع کیا ہے تو اللہ کی جانب سے تمہارے لئے اس اطاعت کے نتیجے میں انعامات ،نعمات اور بھاری منافع ملیں گے جو تمہارے لئے بہتر ہے"

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملنے والا رزق بہتر ہے اور اللہ کی جانب سے بڑی نعمات ہیں، یہ امر تمہارے لئے خیر ہے بہتر ہے، شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے یعنی اللہ کے اوامر اور نواہی میں تم اللہ کی اطاعت کرو، اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت پر تمہیں ثواب دے گا لہٰذا تم یہ سب کچھ اللہ سے طلب کرو اور جن چیزوں کا قدرت نے تمہیں حکم دیا ہے اور جن سے تم کو منع کیا ہے ان میں اگر تم اس کی اطاعت کرو تو اللہ تعالیٰ کے انعام اور فوائد کثیرہ تمہارے لئے ہر چیز سے بہتر ہیں ان کے فوائد و منافع کے ذریعے اللہ تمہیں تمہاری اطاعت کا معاوضہ دے گا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ان سب کو طلب کرو۔

تفسیر نور میں صاحب تفسیر آیت خمس کے ضمن میں لکھتے ہیں:

واژه ''غنیمت'' و ''غرامت'' ہر یک شش بار در قرآن آمده است۔ همان گونہ کہ غرامت شامل ہر گونہ ضرر مالی می شود، نہ فقط ضرر جنگی، غنیمت ہم نہ تنہا درآمد جنگی، بلکہ ہر گونہ منفعتی رادر بر می گیرد۔ کتب لغت مانند لسان العرب، تاج العروس و قاموس و مفسران اہل سنت از قبیل قرطبی، فخر رازی و آلوسی نیز در عمومیت لغت شک ندارند، همچنین در مفرداتِ راغب آمده است: بہ ہر چیزی کہ انسان بدست می آورد، غنیمت گفتہ شده است۔[1]

[1] تفسیر نور ، ج، ۳ ص، ۳۲۱

لفظ ''غنیمت'' اور ''غرامت'' دونوں قرآن میں چھ مرتبہ استعمال ہوئے ہیں، جس طرح غرامت صرف جنگی نقصان کو نہیں بلکہ ہر نقصان کو کہا جاتا ہے اسی طرح سے غنیمت بھی صرف اس مال کو نہیں کہا جاتا جو جنگ کے ذریعے حاصل ہو بلکہ ہر منفعت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لغت کی کتابیں، جیسے لسان العرب، تاج العروس اور قاموس اسی طرح سے اہل سنت مفسرین جیسے قرطبیؒ، فخر رازی اور آلوسی نے لفظ غنیمت کا لغت میں ہر منفعت پر اطلاق ہونے میں شک نہیں کیا اسی طرح مفردات راغب میں آیا ہے کہ: غنیمت سے مراد ہر وہ فائدہ ہے جو انسان کو حاصل ہوتا ہے۔

خمس کے بارے میں اہل سنت کے مفسرین اوران کے فقہا کی آراء:

ذیل میں ہم آیت خمس کے متعلق اہل سنت کے مفسرین نے جو رائے اپنائی ہے اُس کا ذکر کررہے ہیں۔

ا۔ مشہور مفسر قرآن زمخشری اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں

"انما غنمتم ما موصولة ومن شیء بیانه قیل من شیء حتی الخیط والمخیط" [1]

کہ "انما غنمتم" میں "ما" موصولہ ہے اور "من شیء" اس کا بیان ہے "من شیء" کہا گیا ہے اس لئے کہ خمس ہر شے میں واجب ہے حتیٰ کہ سوئی اور دھاگے میں بھی واجب ہے۔

۲۔ اہل سنت کے مفسر جناب نیشاپوری اپنی کتاب غرائب القرآن میں آیت خمس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

" وقوله من شیء بیان ما ای من کلما یقع علیه اسم الشیء حتی المخیط والخیاط " [2]

کہ قول باری تعالیٰ "من شیء ما "کا بیان ہے یعنی ہر اس چیز کا خمس ہوتا ہے جس پر "اسم شیء" واقع ہو حتی کہ سوئی کا خمس ادا کرنا بھی واجب ہے، مخیط وخیاط کا عطف تفسیری ہے۔

---

[1] تفسیر کشاف:ج۲: ص١٢٦

[2] تفسیر غرائب القرآن نظام الدین القمی نیشاپوری:ج١٠:ص ٣

ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی کا نظریہ:

۳۔ آیت خمس کے ذیل میں اہل سنت کے مشہور مفسر ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی السمرقندی رقمطراز ہیں: غنیمت سے مراد وہ مال ہے جو مسلمانوں نے مشرکین سے جنگ کے بعد حاصل کیا ہے

اور فئی سے مراد وہ مال ہے جو مسلمانوں کو کفار کے ساتھ صلح کے نتیجے میں حاصل ہوا ہو، مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ امام کا ہوگا اور باقی چار حصے مسلمانوں میں تقسیم کیے جائینگے اور فئی پورا امام لے لے گا جسے مسلمانوں کے مصالح میں خرچ کرے گا۔اس پر اہل علم کا اجماع ہے اور اخبار متواترہ اسی بات پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ روایت بیان ہوئی ہے کہ نبی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مال غنیمت کے متعلق سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''لی خمسه'' و اربعة اخماسه ''لهٰؤلاء'' يعنی المسلمين (میرا حصہ اس مال میں خمس (پانچواں حصہ) ہے اور باقی کے چار حصے ان لوگوں کے ہیں یعنی تمام مسلمانوں کے ہیں۔[1]

1 تاویلات القرآن، الماتریدی السمرقندی ج، ٦ ص، ٢١٦-٢١٧

جلال الدین سیوطی کی رائے:

۴۔ آیت خمس کے ذیل میں اہل سنت کے مشہور مفسر جلال الدین سیوطی تفسیر درّ منثور میں لکھتے ہیں:

امام عبدالرازق نے مصنف میں ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمھما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ" سے مراد ہے کہ جو چیز حتیٰ کہ سوئی بھی تم غنیمت میں حاصل کرو، اس کا خمس ہے

امام عبدالرازق نے مصنف میں ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمھما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ابو العالیہؒ نے کہا ہے کہ مال غنیمت لایا جاتا اور اسے رکھ دیا جاتا پھر رسول اللہ ﷺ اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرتے پھر ان سے ایک حصہ الگ کر لیتے اور چار حصے ان لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے، جو جنگ میں حاضر ہوتے۔ پھر علیحدہ کیے ہوئے سارے حصے میں اپنا دست مبارک مارتے اور جس شیء پر ہاتھ رکھتے اسے کعبہ معظّمہ کے لیے مختص کر دیتے۔ پھر آپ بقیہ حصہ کی طرف متوجہ ہوتے اور اسے پانچ حصوں میں تقسیم فرما دیتے۔ ایک حصہ نبی مکرم ﷺ کے لیے، دوسرا حصہ ذوالقربیٰ کے لیے، تیسرا یتامیٰ کے لیے، چوتھا مساکین کے لیے اور پانچواں ابن سبیل کے لیے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمھم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ اور آپ کے قرابت دار صدقات میں سے کوئی شئے نہیں

کھاتے تھے، وہ ان کے لیے حلال نہیں تھی، پس حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خمس کا پانچواں حصہ ہے اور آپ کے قرابت داروں کے لیے بھی خمس کا پانچواں حصہ ہے اس طرح خمس کا ایک ایک حصہ یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کے لیے ہے۔[1]

ابن کثیر کی رائے:

۵۔ آیت خمس کے ذیل میں ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: سابقہ تمام امتوں کے لیے مال غنیمت حرام رہا لیکن اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اسے حلال کر دیا، اس کی تقسیم کی تفصیل یہاں بیان ہو رہی ہے۔ مال غنیمت کے پانچ حصے ہونگے چار حصے مجاہدین کے اور ایک حصہ ان کا جن کا بیان اس آیت میں ہے، لیکن یہ قول بعید از قیاس ہے، اس لیے کہ یہ آیت بدر کے واقعے کے بعد اتری ہے۔۔الخ

پھر فرماتے ہیں کہ: سیدنا علی بن حسین، حسن بن محمد بن حنفیہؒ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا تو وہ فرماتے کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا و آخرت کا سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ حضور کے بعد ان دونوں حصوں کے بارے میں (اللہ اور رسول کے حصوں کا) کیا ہوا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں حضرتؐ کا حصہ آپ کے خلیفہ کو ملے گا۔ بعض کہتے ہیں آپ کے قرابت داروں کو۔ بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابتداروں کو۔ ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے گا اور اسی طرح خلافت صدیقیہ اور فاروقیہ میں ہوتا بھی رہا ہے۔

1 تفسیر درّ منثور ج، ۳ ص، ۵۸۰۔۵۸۱

ابراہیم کہتے ہیں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ حضورﷺ کے حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے، پوچھا گیا کہ حضرت علیؓ اس بارے میں کیا کرتے تھے؟فرمایا وہ اس بارے میں ان سے سخت تھے۔

اہل سنت کے نزدیک ذوی القربیٰ کا حصہ:

اکثر علماء رحمھم اللہ کا یہی قول ہے، ہاں ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا ہے۔اس لیے کہ اولاد عبد المطلب نے اولاد ہاشم کی جاہلیت میں اور شروع اسلام میں موافقت کی اور انہی کے ساتھ انہوں نے گھاٹی (شعب ابی طالب) میں قید ہونا بھی منظور کر لیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ستائے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے اور آپ کی حمایت میں تھے، ان میں سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے، کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کی فرمانبرداری کی وجہ سے ستائے گئے۔ ہاں بنو عبد شمس اور بنو نوفل گو یہ بھی آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے، لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے، انہیں الگ کر چکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے تمام قبائل ان کے مخالف ہیں، اسی لیے حضرت ابو طالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قرابت دار تھے، اس قصیدے میں انہوں نے کہا ہے کہ انہیں بہت جلد اللہ کی طرف سے ان کی اس شرارت کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے بارے میں وضاحت:

ایک موقع پر ابن جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ نے خیبر کے خمس میں سے بنو عبد المطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا، حالانکہ آپ کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل یکساں اور برابر ہیں، آپ نے فرمایا سنو، بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب تو بالکل ایک ہی چیز ہیں، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے مجھ سے نہ کبھی جاہلیت میں جدائی برتی نہ اسلام میں، یہ قول تو جمہور علماء کا ہے کہ یہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔[1]

قرطبیؒ کی رائے:

۶۔ اہل سنت کے مشہور مفسر قرطبیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں یوں رقمطراز ہیں:

جان لو کہ (علماء اہل سنت) کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت (واعلموا انما غنمتم) میں غنیمت سے مراد وہ اموال ہیں کہ جو جنگ میں قہر و غلبہ کی وجہ سے لوگوں کو ملیں لیکن توجہ رہے کہ یہ قید جیسا کہ ہم نے کہا ہے اس کے لغوی معنی میں موجود نہیں ہے لیکن عُرفِ شرع میں قید آئی ہے۔[2]

1 تفسیر ابن کثیر ج، ۱۰ص، ۳۱۰-۳۱۲-۳۱۳
2 تفسیر قرطبی ج، ۴ ص، ۳۰

فخر الدین رازی کی رائے:

۷۔ فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں تصریح کرتے ہیں:

غنیمت یہ ہے کہ انسان کسی چیز کے حصول میں کامیاب ہو جائے۔ لغت کے لحاظ سے اس لفظ کا معنی ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: شرعی معنی (فقہاء اہل سنت کے مطابق) وہی جنگی غنائم ہیں۔[1]

جو مال غنیمت کا کفار سے ہاتھ آئے اسکے پانچ حصے کئے جائیں، چار حصے تو مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں اور ایک حصہ امام اپنے پاس رکھے اس میں پھر پانچ حصے کئے جائیں ایک حصہ بنی ہاشم اور سادات کا ہے، ایک حصہ یتیموں کا، ایک مسکینوں کا اور ایک باقی مسلمانوں کے مفید کاموں میں صرف کیا جائے جیسے لشکروں کی تیاری، پل بنانا، سڑکوں کی مرمت وغیرہ۔

اہل سنت کے نزدیک خمس کی تقسیم:

قرآن مجید میں خمس کی تقسیم یوں مذکور ہے کہ اللہ کے لئے اور رسول اللہ کے لئے اور رشتہ ناتے والوں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے یہ سب پانچ قسمیں ہوئیں اس وجہ سے پھر خمس کے پانچ حصے کرنا چاہیں لیکن اللہ اور رسول کا حصہ اب نہیں رہا اور ذی القربیٰ یعنی رشتہ ناتے والوں سے بنی ہاشم اور بنی مطلب مراد ہیں جن پر زکات حرام کر دی گئی ہے اور یتیم اور مسکین اب تک قائم ہیں پس کل تین حصہ دار تو موجود ہیں اور جو دو حصے بچیں وہ بھی انہی لوگوں میں تقسیم کئے جائیں یا مسلمانوں کے عام مفید کاموں میں صرف ہوں جیسے

---

1 تفسیر فخر الدین رازی، ج، ۱۵ ص، ۱۳۶

سامان جہاد خریدنے اور جہاد کی تیاری میں، اب خود امام یعنی حاکم اسلام کا حصہ تو وہ ہمارے دین میں ایک سپاہی یعنی لشکری کے برابر ہے صرف امام کو اتنا اختیار ہے کہ وہ غنیمت کا مال بانٹنے سے پہلے کوئی ایک چیز جو اسکو پسند آئے اٹھا سکتا ہے جیسے کوئی غلام یا لونڈی یا گھوڑا یا ہتھیار اسکو صفی (عمدہ، خالص) کہتے ہیں بس اس کے سوا اور امام کی کوئی فضیلت نہیں ہے نہ مال غنیمت میں اس کو زیادہ تصرف کرنے کا اختیار ہے صرف ایک سپاہی کی مثل وہ بھی تنخواہ لے البتہ امام کی جو ذاتی جائیداد، تجارت ہو اس سے کچھ غرض نہیں لیکن ملک کی آمدنی میں سے امام کا حصہ عام سپاہی سے زیادہ نہیں ہے اب دیکھنا چاہیے کہ اسلام سے بڑھ کر دنیا کے کسی اور دین میں عدل وانصاف ہے یا اسلام سے بڑھ کر کسی اور دین میں بے تکلفی اور سادہ پن ہے قربان ان قاعدوں کے جو بانی اسلام نے قائم کئے تھے اگر مسلمان ان پر قائم رہتے تو اب تک ساری دنیا نہ سہی اکثر تو ضرور مسلمان ہو جاتی اور جو قومیں مسلمان نہ ہوتیں ان کے دلوں میں بھی اسلام کا شوق پیدا ہو جاتا کیا کوئی جمہوریت جو آج کل بزعم خود مہذب اقوام نے قائم کی ہے اس طرز حکومت سے بہتر ہو سکتی ہے کہ امام اور بادشاہ بھی ایک عام آدمی کے برابر حصہ پائے اور ملک کی آمدنی میں سارے مسلمان برابر کے شریک ہوں، جب اس قاعدے عمل ہوتا ہے تو در حقیقت ملک کا ہر شخص بادشاہ ہوتا ہے اور ہر شخص کو اپنا ملک بچانے کی ایسی ہی فکر ہوتی ہے جیسے خود بادشاہ یا امام کو اسی وجہ سے اسلامی حکومت میں ہر مسلمان سپاہی، فوجی اور عسکری ہوتا ہے۔

افسوس ہے کہ دوسری اقوام تو ان قاعدوں پر چلیں اور اپنے ملک میں جمہوریت اور مساوات قائم کر لیں اور مسلمان جن کے دین کی وجہ یہ قاعدے متعارف ہوئے تھے وہ ان سے محروم

رہیں اور مسلمانوں کے نواب یا بادشاہ مسلمان رہ کر بھی کبھی قرآن یا حدیث کا نام تک نہ لیں اور ملک کی کل آمدنی کو اپنی ذاتی جائداد کی طرح شیر مادر سمجھیں اور ملک کا کل روپیہ اپنی ذاتی عیش و عشرت اور فضول خرچیوں اور ناچ اور رنگ رلیوں اور کھانے اور کپڑے اور جواہرات کے خریدنے میں عام محسوس نہ کریں اور مسلمان فاقوں سے مر رہے ہوں اور ان کو نان شبینہ بھی میسر نہ ہو، نہ جاڑے (سردیوں) میں تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا ملے۔۔۔۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ

اہل سنت کے ہاں احادیث میں خمس کی تقسیم:

مستند حدیثی:

حدیث نبوی میں اس بارے میں اس طرح بیان ہوا ہے

حدثنا یونس بن عبد الاعلی ثنا ایوب بن سوید عن یونس بن یزید عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب ان جبیر بن مطعم اخبره انه جاء هو و عثمان بن عفان الی رسول الله ﷺ یکلمانه فیما قسم من خمس خیبر لبنی هاشم و بنی المطلب فقالا قسمت لا خواننا بنی المطلب وقرابتنا واحدة فقال رسول الله ﷺ انما اری بنی هاشم وبنی عبدالمطلب شیئاً واحداً[1]

ترجمہ: جناب سعید بن مسیبؓ سے روایت ہے کہ جبیر بن مطعم نے ان سے بیان کیا کہ وہ اور حضرت عثمان بن عفانؓ رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے اس باب میں جو آپؐ نے

1 سنن ابن ماجہ مترجم، علامہ وحید الزمان جلد۲،ح۲۸۸۲

خیبر کا مال تقسیم کیا تھا بنی ہاشم اور بنی مطلب میں تو انہوں نے رسول اللہ سے کہا کہ آپؐ نے ہمارے بھائیوں بنی ہاشم او بنی مطلب کو تو مال دیا حالانکہ ہماری اور بنی مطلب کی قرابت بنی ہاشم سے برابر ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کو ایک ہی سمجھتا ہوں

جناب عبد مناف علیہ السلام کے ی اولاد کے بارے میں :

حضرت عبد مناف کے چار بیٹے تھے،

۱۔ ہاشم

۲۔ مطلب

۳۔ نوفل

۴۔ عبد شمس

جناب جبیر نوفل کی اولاد سے تھے جبکہ حضرت عثمانؓ عبد شمس کی اولاد سے تھے تو آنحضرت نے ذی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا تو اس تقسیم پر ان دونوں جناب جبیر اور جناب عثمان نے اعتراض کیا کہ خیر بنی ہاشم کی فضیلت کا تو ہمیں انکار نہیں کیونکہ آپ ہاشم کی اولاد سے ہیں لیکن بنی مطلب کو ہمارے اوپر ترجیح کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، ہماری اور انکی قرابت آپؐ سے یکساں ہے آپؐ نے انکے اعتراض کے جواب میں فرمایا یہ سچ ہے لیکن بنی مطلب ہمیشہ یہاں تک کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی بنی ہاشم کے ساتھ رہے تو وہ اور بنی ہاشم ایک ہی ہیں برخلاف بنی امیہ یعنی عبد شمس کی اولاد کے کیونکہ امیہ عبد شمس کا بیٹا تھا جس کی

اولاد میں حضرت عثمانؓ اور معاویہ اور تمام بنی امیہ تھے کہ ان میں اور بنی ہاشم میں کبھی اتفاق نہیں رہا اور جب قریش نے قسم کھائی تھی کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے بیاہ شادی نہ کریں گے، نہ میل جول رکھیں گے جب تک وہ آنحضرتؐ کو ہمارے سپرد نہ کردیں اس وقت بھی بنی مطلب اور بنی ہاشم آپؐ کے ساتھ ہی رہے پس اس لحاظ سے آپؐ نے ذی القربی کا حصہ ان دونوں کو دیا، دوسروں کو نہ دیا۔اس بیان میں حضرت محمد مصطفیٰؐ نے واضح فرمادیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب ایک ہی ہیں اسکی وجہ انکا ہمیشہ زمانہ جاہلیت میں اور پھر زمانہ اسلام میں حضور پاک ﷺ کی بلا جھجھک اور بغیر کسی عذر کے حمایت جاری رکھنا ہے جبکہ بنی نوفل اور بنی عبد شمس نے ایسا نہ کیا بلکہ مخالف رہے۔

باب سوم

حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے فریضہ خمس کے متعلق بیانات

فریضۂ خمس کے بارے میں سوال:

خمس کے بارے عموماً یہ سوال کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں خمس کے بارے میں کیا طریقے رائج تھے اور آپ کے فرمودات کیا تھے؟ ان سوالات کا جواب پیغمبر اسلام ﷺ کے ان خطوط میں موجود ہے جو آپ نے مختلف قبائل کے سرداروں کو لکھے۔ آپ ﷺ کے خطوط ایسی تاریخی دستاویز ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور ان خطوط میں پیغمبر اسلام ﷺ نے جس طرح نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے بالکل اسی طرح اپنی کمائی سے خمس ادا کرنے کے باقاعدہ احکامات صادر فرمائے ہیں۔

سنۃ الوفود میں پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے بھیجے گئے خطوط میں خمس کا تذکرہ:

جب اسلام جزیرۃ عرب کے باہر پھیل گیا تو ۸ ہجری کے بعد سے مختلف علاقوں اور قبائل سے وفود کی شکل میں افراد نے مدینہ منورہ میں حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضری دینا شروع کی، حضور پاکؐ نے انہیں مختلف اوقات میں جو خطوط جاری فرمائے ان میں خمس کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ ہے اس لئے ہم اس جگہ ان خطوط میں سے چند کو بطور سند پیش کر رہے ہیں اور خطوط کے ضمن میں خمس کے حوالے سے تشریحی بیانات بھی شامل ہیں۔

ا۔ بنو البکاء کے نام خط اور وجہ استدلال:

کتابہ صلی اللہ علیہ وآلہ لفجیع بن عبد اللہ:

هذا كتاب من محمد النبي للفجيع ومن تبعه ومن اسلم واقام الصلاة وآتى الزكوة واطاع الله ورسوله واعطى من المغنم خمس الله ونصر نبي الله واشهد على اسلامه وفارق المشركين فانه آمن بامان الله وامان محمد صلى الله عليه وآله وسلم[1]

کہ یہ تحریر محمدؐ کی طرف سے ہے جو بنی فجیع کے لئے اور وہ جوانکے ماتحت ہیں۔آپ نے تحریر فرمایا جس نے اسلام کو قبول کیا اور نماز کو قائم کیا اور زکات کو ادا کیا اور اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی اور مغنم (ج ومال کمایا ہے) سے اللہ کا خمس دیا اور اللہ کے نبی کی نصرت کی او راپنے اسلام پر گواہی دی او رمشرکین کو چھوڑ دیا اور ایسا شخص اللہ کی امان میں ہے ار محمدؐ کی امان میں ہے،

1 اسدالغابۃ(واللفظ لہ) ج۴،ص۱۷۵، والاصابۃ ج۴، رقم۶۹۶۰ والطبقات الکبریٰ ج۱،ص۲۷۴،واوعزالیہ ابو عمر فی الاستیعاب فی ترجمۃ معاویہ بن ثور،، والمجموعۃ ص۲۳۵عن رسالات نبویۃ لعبد المنعم خان رقم۸۰، ثم قال انظر اشپر نکرج۳،ص۴۰۶،۴۰۵

وجہ استدلال:

اس خط میں بات ہو رہی ہے کہ اللہ اور اسکے رسولؐ کی امان میں کون ہے؟ تو جہاں زکات کا ذکر نماز کے فوراً بعد آیا ہے... اللہ کی اطاعت اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کی بات ہے وہاں پر یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جو کچھ اس نے کمایا اس سے وہ خمس ادا کرے پس خمس کا فریضہ زکوۃ کے علاوہ ہے اور خمس تمام اقسام کی منفعت سے ہے کیونکہ یہاں پر جنگی غنیمت کی بات نہیں ہو رہی تاکہ یہ کہا جاسکے کہ جنگی غنائم سے خمس ادا کرے۔

۲۔ بنی زہیر قبیلے کے نام:

بنی زہیر قبیلے کا وفد رسول اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور اُس وفد کا سربراہ نمر [نمیر] بن تولب تھا اور بنی زہیر قبیلہ عکل کی ایک خاص شاخ کا نام ہے اور یہ بہت بڑے قبیلہ مضر سے ہیں انکی طرف آپؐ نے خط تحریر فرمایا کہ یہ خط بنی زہیر کے لئے ہے جو عکلیسین سے ہیں۔

کتابہ صلی اللہ علیہ وآلہ لبنی زھیر العکلیین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد النبی لنبی زھیر بن اقیش حی من عکل، انھم ان اشھدو ا ان لا الہ الا للہ وان محمد ا رسول اللہ، وفارقو المشرکین، واقروابالخمس فی غنائمھم وسھم النبی وصفیہ، فانھم آمنون بامان اللہ ورسولہ[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے خط ہے بنی زہیر بن اقیش کے لئے جو کہ عکل کی ایک شاخ ہے کہ تحقیق اگر وہ لوگ گواہی دیں کہ

۱۔ اشھد ان لا الہ الاللہ وان محمد ﷺ رسول اللہ

۲۔ مشرکین سے دور ہوں

[1] الطبقات الکبریٰ ج۱ص۲۷۹ (واللفظ لہ) وکنزالعمال ج۲،ص۲۷۱،وسنن ابی داود فی کتاب الخراج فی (ب۲۰) والسنن الکبریٰ للبیہقی ج۶،ص۳۰۳،وج۷،ص۸۵،وج۹ص۱۳،ومسند احمد ج۵ص۷۷ ،۷۸، ۳۶۳والاموال ص۱۲، واسد الغابۃ ج۵ص۴۰ ،۳۸۹، والاستیعاب ھامش الاصابۃ فی ترجمۃ النمر بن تولب واوعزالیہ فی الاصابۃ فی ترجمتہ ایضا۔ ونقلہ جمھرۃ رسائل العرب ج۱ص۶۸، عن المواھ شرح الزرقانی ج۳ص۳۸۲،وصبح الاوشی ج۱۳ص۳۲۹۔ وفی المجموعۃ ص۲۴۵ عن رسالت نبویۃ لعبد المنعم خان رقم۴۰، ۲۳واعلام السائلین رقم۷، والاغانی ج۱۹ص۱۵۸، ونصب الرایہ للزیلعی رقم۵ ثم قال: انظر اشپر نکر ج۳ص۷ ۲۳ (التعلیقۃ الاولی) وکایتانی ۹: ۹۲

۳۔ خمس کااقرار کریں غنائم سے اور یہ اقرار کریں کہ سہم نبیؐ اور نبی کے جانشین کا حصہ دیں گے یعنی نبیؐ کے وصی کا حصہ دیں گے تو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی امان میں ہیں۔

وجہ استدلال: غنائم سے خمس دینے کی بات ہے لیکن اس جگہ جنگ سے حاصل شدہ مال مراد نہیں بلکہ ہر قسمی حاصل شدہ مال سے خمس دینے کی بات ہے۔ کیونکہ جنہیں یہ خط لکھا جارہا ہے ان کے ساتھ جنگ نہیں ہوئی تاکہ جنگی غنائم مراد لئے جائیں۔

۳۔مالک بن احمر کے نام خط:

جب حضرت نبی اکرمؐ تبوک کی طرف تشریف لے گئے جو کہ ۹ھ کا واقعہ ہے اس بات کو مالک بن احمر نے سنا تو وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور آپؐ نے اس کے اسلام کو قبول فرمایا۔ اس نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ ایک تحریر لکھ دیں جس کو وہ اپنی قوم کے درمیان دعوت اسلام کے طور پر پیش کرے آپؐ نے ایک تحریر لکھی جو چمڑے پر تھی چمڑہ چار انگشت عرض اور ایک بالشت طول کا تھا یہ مالک بیٹا ہے احمر جزامی کا جو جزام بن عدی ہے کہلان قبیلے کی شاخ ہے.... اس کے لئے آپؐ نے تحریر فرمایا

كتابه صلى الله عليه وآله وسلم لمالك بن احمر الجذامي

بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب من محمد رسول الله لمالك بن احمر ولمن تبعه من المسلمين، امانالهم ماأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة ، واتبعوا المسلمين وجانبوا المشركين،

وادوا الخمس من المغنم وسهم الغارمین و سهم کذا وکذا، فهم آمنون بامان الله عزوجل وامان محمد رسول الله[1]

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ تحریر محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے مالک بن احمر کے لئے اور ان کے لئے ہے جو اسلام قبول کر رہے ہیں۔ امان ہے ان کے لئے.... جو نماز قائم کریں، جو زکوۃ ادا کریں، جو مسلمانوں کی پیروی کریں، جو مشرکین کو چھوڑ دیں، جو اپنے مال سے خمس ادا کریں، جو قرض داروں کا حصہ دیں۔"

اس طرح رسولؐ نے اور بھی حصے بتائے.... تو وہ اللہ اور اسکے رسولؐ کی امان میں ہیں۔

وجہ استدلال: اس جگہ بھی کوئی جنگ نہیں ہوئی تاکہ جنگی غنائم مراد لئے جاتے بلکہ عام مال مراد ہیں۔ یہ خمس کے فریضہ پر بڑی واضح دلیل ہے

۴۔ صیفی بن عامر کے نام خط:

صیفی بن عامر کا وفد آپؐ کے پاس آیا وہ بنی ثعلبہ قبیلے کا سردار ہے، حضور نبی کریمؐ نے ان کے لئے یہ تحریر لکھ کر دی۔

---

[1] اسدالغابۃ ج۴ص۲۷۱، والاصابۃ ج۳، رقم۷۵۹۳، واوعز الیہ فی الاستیعاب هامش الاصابۃ فی ترجمۃ مالک بن احمر الجذامی، وفی لسان المیزان لابن حجر ج۳ ص۲۰ ،نقلہ لمبارک بن احمر ولعلہ سہو من قلمہ، لانہ لم یذکر مبارکا فی الاصابۃولابن الاثیر فی اسدالغابۃ، ونقلاالکتاب لمالک بن احمر۔ والمجموعۃ ص۲۰۲،رقم۱۷۴، عن اسدالغابۃ والاصابۃ

کتابہ صلی اللہ علیہ والہ ال صیفی بن عامر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا کتاب من محمد رسول اللہ لصیفی بن عامر علی بن ثعلبۃ بن عامر، من اسلم منھم و اقام الصلوۃ وآتی الزکاۃ ،واعطی خمس المغنم و سھم النبی والصفی فھوآمن بامان اللہ[1]

کہ جو ان میں سے اسلام لے آئے وہ نماز قائم کرے.....زکات دے...اور اپنے مال سے خمس ادا کرے اور نبی کریمؐ کا حصہ ادا کرے اور نبیؐ کے وصی کا حصہ ادا کرے تو وہ اللہ اور اسکے رسولؐ کی امان میں ہے۔

وجہ استدلال: جنگی غنائم اس جگہ بھی مراد نہیں ہیں، عام مال سے خمس کی بات ہے یہ بھی واضح ہوا کہ خمس زکات کے علاوہ مالی فریضہ ہے۔

۵۔ قبیلہ بنی لحم کے نام خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من اسلم من حدسٍ من لحم واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ واعطی حظ اللہ وحظ رسولہ وفارق المشرکین فانہ اٰمنٌ بذمۃ اللہ وذمۃ محمد ومن رجع عن دینہ فان ذمۃ اللہ وذمۃ محمد رسولہ بریئۃٌ ومن شھد لہ مسلم باسلامہٖ فانہ اٰمن بذمۃ محمد وانہ من المسلین[1]

---

[1] الاصابۃ ج۲،رقم۱۱۱۷، واوعز الیہ فی اسد الغابۃ ج۳ص۳۴المجموعۃ ص۲۶۴رقم۴۰، عن رسالات نبویۃ لعبد المنعم خان رقم۶۱(عن ابن الاثیروابن حجر)

اللہ رحمٰن اور رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

قبیلہ لخم میں سے جو اسلام لائے ، نماز پڑھے، زکوۃ دے اللہ اور اس کے رسول کا حصہ دے (اس سے مراد زکات سے علاوہ فریضہ ہے اور وہ خمس ہے) مشرکین سے علیحدگی اختیار کرے تو وہ اللہ اور محمدؐ کی پناہ میں آگیا لیکن جو شخص مرتد ہو جائے تو اللہ اور اسکا رسول اس سے بری الذمہ ہے جس شخص کے اسلام کی شہادت کوئی مسلم دے تو وہ بھی محمدؐ کی پناہ میں ہے اور وہ بھی مسلمانوں میں شمار کیا جائے گا۔

وجہ استدلال: اس خط میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا حصہ دینے کی بات ہوئی ہے اور وہ زکات کے علاوہ ہے، دیگر خطوط کی روشنی میں اس سے مراد خمس ہی لیا گیا ہے۔

۶۔ حمیری قبیلہ کے نام خط:

كتابه صلى الله عليه وآله الى ملوك حمير

من محمد النبي رسول الله الى الحارث بن عبد كلال؛ ونعيم بن عبد كلال والنعمان قيل ذى رعين؛ وهمدان ومعافر؛ اما بعد ذلكم، فانى احمد اليكم الله الذى لااله الاهو، اما بعد فانه قدوقع بنا رسولكم مقفلنامن ارض الروم فلقينا بالمدينة، فبلغ ما ارسلتم وخبرما قبلكم وانبانا باسلامكم، وقتلكم المشركين، وان الله قد هديكم بهدايته ان

[1] الطبقات الكبرىٰ ج۱ص۶۶، المجموعة ص۶۵ عن الطبقات ثم قال: انظر اشپر نكر ج۳ص۳۲۵

اصلحتم واطعتم اللہ ورسولہ، واقمتم الصلوۃ وآتیتم الزکاۃ واعطیتم من المغانم خمس اللہ وسھم نبیہ وصفیہ[1]

اس طرح قبیلہ حمیر کا ایک وفد آیا توان کی طرف آنحضرت نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ... نبی محمدؐ کی طرف سے جو اللہ کے رسول ہیں ان کی طرف سے خط ہے حارث بن عبد الکلال کے لئے۔ نعیم بن عبد الکلال اور نعمان قیل ذی ایمن اور ہمدان اور مغافر کے لئے.... اتنے سارے نام ہیں اس خط میں ....اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت دی ہے ..اگر تم نیک کام کروگے ...اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروگے ،نماز قائم کروگے ،زکات ادا کروگے ۔اللہ کا خمس ادا کروگے .... اللہ کا. اللہ کے نبیؐ کا اور اللہ کے نبی کے صفی کا خمس دوگے .... تو تمہارے لئے امان ہے جنت جاؤگے۔

(یہاں قربیٰ کو صفی کے نام سے یاد کیا گیا ہے)اس تحریر میں بھی آپ دیکھیں خمس کا علیحدہ ذکر ہے زکات کا علیحدہ ذکر ہے۔

[1] الطبری ج۲،ص۳۸۱، والبدیۃ والنہایۃ ج۵ص۷۵، وفتوح البلدان للبلاذری ص۸۲، والسیرۃ الحلبیہ ج۳ ص۲۵۸ وسیرۃ ابن ہشام ج۴ ص۲۵۸، ۲۶۰، وسیرۃ زینی دحلان ہامش الحلبیہ ج۳ص۳۰، والمجمہرۃ ج۱ص۵۵۔ واخرج نبذا منہا ابن سعدد فی الطبقات الکبریٰ ج۱ ص۳۵۶ و ج۴ ص ۵۳۰، وابو عبید فی الاموال ص۱۳ و۲۷ والملا علی المتقی الہندی فی کنز الاعمال ج۳ ص۳۰۸، واللفظ للاول۔ ونقل ابن الاثیر شطرامنہ فی اسد الغابۃ ج۲ص۱۳۶، فی ترجمۃ ذی یزن،و او عزالیہ ابن سعد فی الطبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۶۴، وکنز الاعمال ج۲،ص۲۸۷

۷۔ جھینہ قبیلہ کے نام خط:

کتابہ صلی اللہ علیہ وآلہ لجھینۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا کتاب من اللہ العزیزعلی لسان رسولہ بحق صادق و کتاب ناطق ، مع عمرو بن مرۃ لجھینۃ بن زید: ان لکم بطون الارض وسھولھا ، وتلاع الاودیۃ وظھورھا ، علی ان ترعوا نباتھا وتشربو مائھا۔ علی ان تؤدوا الخمس۔ وفی التیعۃ والصریمۃ شاتان آذا اجتمعتا ؛ فان فرقتا فشاۃ شاۃ، لیس علی اھل المثیر صدقۃ ولا علی الواردۃ لبقۃ، واللہ شھید علی مابیننا ومن حضر من المسلمین[1]

مجموعۃالوثائق السیاسیہ میں ہے آپؐ نے جہنیہ قبیلے کے لئے خط تحریر فرمایا.....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.... یہ خط اللہ کی جانب سے ہے جو عزیز اور غالب ہے اور اپنے رسولؐ کی زبان پر اسکا یہ خط جاری ہوا ہے...اور اسکا رسولؐ جو کہ صادق ہے اور حق لایا ہے اور.....کتاب ناطق لایا ہے یہ خط عمرو بن مرہ کو دے کر بھیج رہے ہیں جہنیہ قبیلے کے لئے....جو کہ زید کا بیٹا ہے کہ آپ کے لئے معدنیات ہیں ،وادیاں ہیں اور اس کے اوپر والے حصے ہیں ،پہاڑوں کے دامن ہیں اور انکی چوٹیاں ہیں ،زراعت کی زمینیں ہیں کھیتی باڑی ہے

1 المجموعۃ ص۱۸۵، رقم۱۵۷، عن رسالت النبویۃ لعبد المنعم خان رقم۴۸،وجمع الجوامع للسیوطی فی مسند عمر بن مرۃ

،وہاں کے آبی ذخائر ہیں.... پانی کو آپ استعمال کریں اور پئیں ،ان سب کو آپ اپنے استعمال میں لائیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب چیزوں سے خمس ادا کریں....

وجہ استدلال: اس خط میں واضح طور پر خمس کے وجوب کو بیان کیا گیا ہے اس میں خمس کے مختلف موارد کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ یہ فریضہ زکوۃ کے علاوہ ہے آپ دیکھیں یہاں پر وادیوں سے ،معدنیات سے اور جتنے جنگلات ہیں ان کی آمدنی سے ،کھیتی باڑی سے ،آبی ذخائر سے سب کے بارے میں آپؐ فرماتے ہیں کہ ان سب کو آپ استعمال کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان سب سے خمس ادا کریں گے۔

جبکہ زکوۃ کا علیحدہ تذکرہ ہے اور خمس کا علیحدہ تذکرہ اور خمس کے بارے میں غیر مشروط اور مطلق کہا گیا ہے۔یعنی خمس ہر چیز سے دینا ہے یہ خدا کا قانون ہے اس کے رسولؐ نے ہم تک پہنچایا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں خمس کا ایک تصور موجود تھا، جتنے عناوین اس خط میں ذکر ہوئے ہیں یہ سب کے سب آمدنی کے ذرائع ہیں اور عام طور پر اقتصادی بنیاد کو فراہم کرنے والے عناصر ہیں۔البتہ ان عناوین کو بطور مثال ذکر کیا گیا ہے۔اب سب کی آمدنی سے خرچ کرنے کی اجازت ہے ان سے کہا جارہا ہے کہ آپ کھا پی سکتے ہیں لیکن ان کے لئے خمس دینا ضروری ہے۔سب کے استعمال کے حلال ہونے کو خمس دینے کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ خمس کے وجوب کے بارے میں یہ تحریر بہت ہی واضح ہے۔

۸۔بنی جوین الطائبین کے نام خط:

کتابه صلی الله علیه وآله لبنی جوین الطائبین

لمن آمن منهم بالله؛ واقام الصلاة وآتی الزکاة وفارق المشرکین، واطاع الله ورسوله، واعطی من المغانم خمس الله وسهم النبی، واشاهد علی اسلامه فان له امان الله و محمد بن عبدالله؛ وان لهم ارضهم ومیاههم ما اسلموا علیه، وغدوة الغنم من ورائها مبیتة، وکتب المغیرة[1]

ایک اور خط ملاحظہ کریں یہ خط بنی جوائین الطائبین کے نام ہے(طائی قبیلے کو بنی جوائین کہا گیا ہے)

اس میں فرماتے ہیں کہ یہ خط ان کے لئے ہےجو اللہ پر ایمان لائے، نماز قائم کرتے ہیں، زکات دیتے ہیں، مشرکین کو چھوڑتے ہیں ،اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور جو کچھ انکی کمائی ہے اس سے اللہ کا خمس ادا کرتے ہیں اور نبیؐ کا خمس دیتے ہیں۔

ایسا کرنے والوں کا اسلام صحیح اور درست ہے ان کے لئے اللہ کی امان ہے اور محمدؐ بن عبداللہ کی امان ہے۔اور تحقیق ان کے لئے زمین اور ان کے لئے پانی ہیں جب تک وہ اسلام پر ہیں

---

[1] الطبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۶۹،وفی المجموعة ص۲۲۱،عن الدیبلی رقم ۲۰، ثم قال: انظر کایتانی ۱۰:۳۷ و اشپر نکر ج۳ص۳۹۱

وجہ استدلال: اس خط میں بھی خمس کا وجوب براواضح ہے:

۹۔ عمر بن معبد الجہنی کے نام خط:

من آمن منهم بالله؛ واقام الصلاة وآتى الزكاة وفارق المشركين، واطاع الله ورسوله، واعطى من المغانم خُمس الله وسهمَ النبی، واشهد علی اسلامه فان له امان الله و امان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[1]

ان میں سے جو اللہ پر ایمان لایا، نماز قائم کی، زکات دی، مشرکین سے جدائی اختیار کی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور اپنی کمائی میں سے اللہ کا خمس اور اس کے رسولؐ کا حصہ ادا کیا نیز اپنے ایمان کا اعلان کیا پس ایسے افراد کے لیے اللہ کی جانب سے امان ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے امان ہے۔

[1] الطبقات الکبریٰ ج۱ص۲۷۱ والمجموعۃ ص۱۸۱، عن الطبقات، وقال: انظر اشپر نکرج ۳ ص۱۵۱ (التعلیقۃ الاولی)س

۱۰۔ عبد یغوث بن وعلہ الحارثی کے نام خط

انّ لہ ما اسلم علیہ من ارضھا و اشیائھا(یعنی نخلھا) ما اقام الصلوٰۃ و اٰتی الزکوٰۃ، و اعطیٰ خُمس المغانم فی الغزو۔[1]

بلاشک جس کیفیت میں وہ اسلام لایا ہے وہ زمینیں اور ان پر جو چیزیں ہیں (آپ کی مراد کھجور کے درخت ہیں) وہ سب اس کے لیے ہیں جب تک وہ نماز قائم کرتا رہے، زکات دیتا رہے اور جنگ سے مالِ غنیمت کا خمس ادا کرے

وجہ استدلال:

اس خط میں "خُمس المغانم فی الغزو" ہے غزوہ سے مراد جنگ ہے لہٰذا اس میں جنگی غنائم سے خمس دینے کی بات ہوئی ہے اس سے ایک بات معلوم ہوتی ہے کہ جنگی غنائم سے خمس فقط ان جنگوں کا نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہوئیں بلکہ جب اور جہاں جنگ ہو اپنی شرائط کے ساتھ تو اس سے جو مال ملے گا اس مال کا خمس دینا ہوگا۔

[1] الطبقات الکبریٰ ج١ ص٢٦٨و المجموعة ص١٠٣ عن الطبقات؛ ورسالات نبوية لعبد المنعم خان رقم ٦٥، ثم قال : انظر كايتانى ١٠:٨، واشپرنكر ج ٣ ص٥١١(التعليقة الاولى)

۱۱۔ بنی معاویہ بن جرول الطائبین کے نام خط:

کتابه ﷺ لبنی معاويه بن جرول الطائبين

لمن آمن منهم بالله؛ واقام الصلاة وآتى الزكاة وفارق المشركين، واطاع الله ورسوله، واعطى من المغانم خمس الله وسهم النبی، واشهد على اسلامه فان له امان الله ورسوله؛ ، وكتب الزبير بن العوام[1]

یہ خط ان کے لئے ہے جو اللہ پر ایمان لائے، نماز قائم کرتے ہیں، زکات دیتے ہیں، مشرکین کو چھوڑتے ہیں، اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو کچھ انکی کمائی ہے اس سے اللہ کا خمس ادا کرتے ہیں اور نبیؐ کا حصہ دیتے ہیں۔

ایسا کرنے والوں کا اسلام صحیح اور درست ہے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب سے امان ہے۔اس خط کی کتابت جناب زبیر بن العوام نے کی۔

وجہ استدلال:

اس جگہ جن کو خمس دینے کا کہا جا رہا ہے وہاں پر کوئی جنگ نہیں ہوئی لہٰذا اس عبارت میں مغانم سے مراد فوائد اور مال کا جو مختلف حلال ذرائع سے حاصل ہوتا ہے مراد لیا گیا ہے، خمس زکات کے علاوہ فریضہ ہے۔

[1] الطبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۶۹وفی المجموعة ص۲۲۱،عن الدیبلی رقم۱۸ ثم قال:انظر کایتانی۱۰:۳۵، واشپرنکر ج۳ص۳۹۱

۱۲۔ جنادہ ازدی کے نام خط

ما اقاموا الصلاۃ، وآتوا زکاۃ واطاعوا اللہ ورسولہ، واعطوا من المغانم خمس اللہ وسہم النبی، وفارقوا المشرکین فان لہم ذمۃ اللہ وذمۃ محمد بن عبد اللہ،[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ خط محمدؐ کی طرف سے ہے جو اللہ کے رسول ہیں، جنادہ اور اسکی قوم کے لئے اور جو اس کے تابع ہیں

کہ جنہوں نے نماز قائم کی، زکوۃ ادا کی، اللہ کی اطاعت کی اور اپنے اموال سے اللہ کا خمس دیا، نبی اکرمؐ کا حصہ دیا اور مشرکین کو چھوڑ دیا تو ان کے لئے اللہ اور محمدؐ بن عبد اللہ ﷺ کا ذمہ ہے کہ ان کے لئے نجات ہے۔

وجہ استدلال: دیکھیں اس خط میں ان کے لئے نجات کا ذمہ لیا گیا ہے اور نجات کا ذمہ بھی حضور پاکؐ نے لیا ہے جہاں پر اور احکام پر عمل کرنے کا کہا گیا ہے وہاں پر خمس کی ادائیگی کا حکم بھی دیا گیا ہے، جس طرح پہلے خطوط میں آیا ہے

---

[1] الطبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۷۰ وکنز الاعمال ج۵ ص۳۲۰ رقم ۵۷۸۵۔والمجموعۃ ص۱۵۹۔ عن رسالات نبویۃ لعبد المنعم خان رقم ۳۲، وجمع الجوامع للسیوطی فی مسند عمرو بن حزم، ونثر الدر المکنون للاہال ص۶۳ ثم قال:قابل کنز الاعمال ج۶،ص۵۶۸۵وانظر کایتانی ۱۰:۲۵ واشپرنکر ج۳ص۳۶۸(التعلیقۃ الاولی)

۱۳۔ مقتعل حضرت سلمان فارسی کے بھائی کے نام خط:

ھٰذا کتاب من محمد بن عبداللہ رسول اللہ سألہ الفارسی سلمان وصیة باخیه مهاد بن فروخ بن مهیار، و اقاربه و اهل بیته وعقبه من بعده، ماتناسلوا من اسلم منهم و اقام علیٰ دینه سلام اللہ، احمد اللہ الیکم، انّ اللہ امرنی ان اقول لا الٰه الّا اللہ وحده لا شریك له، اقولها و اُمر الناس بها والامر کله للہ خلقهم و اماتهم هو ینشرهم و الیه المصیر۔ ثم ذکر فیه من احترام سلمان الی ان قال۔ وقد رفعت عنهم جز الناصیة ، والجزیة والخمس وسایر المؤن والکلف، فان سألوکم فاعطوهم وان استغاثوا بکم فاغیثوهم۔۔[1]

یہ خط محمد بن عبداللہ اور رسولؐ کا خط ہے سلمان الفارسی کے سوال کے جواب میں جس میں انہوں نے رسولؐ سے عرض کیا کہ اس کے بھائی مھاڈ بن فروخ بن مھیار اور انکے رشتہ داروں

[1] المناقب لابن شہر آشوب ج۱ ص۴۶ الحجری، ونفس الرحمن فی احوال سلمان للعلامۃ المحدث النوری فی الباب الثالث، ومستدرک الوسائل للعلامۃ النوری ج۲،ص۲۶۲،قال بعد نقل الکتاب وجدتہ فی طومار عتیق، والبحار ج۶،ص۳۲۰۔ونقل البحاثۃ البر وفسور حمید اللہ فی المجموعۃ ص۳۶۵ عہد النبی لاقارب سلمان الفارسی المجوسیین(کما سیأتی) وقال فی اولہ:نشر ھا جمشید جی جیجی بھأی نیت من اعاظم مجوس الہند،فی بومبائ سنۃ۱۲۲۱ الیزد جردیۃ الموافقۃ لسنہ ۱۸۵۱ امن المسیحیۃ،وھی مبنیۃ علی اصل کان عندھم، والطبعۃ الثانیۃ منا ۱۹۴۲ م ولکن الناشر الجاھل لم یغیرسنۃ الطباعۃالاولی ۱۸۵۱م، وطبقات المحدثین باصبہان والوارین علیہا،لابی محمد عبداللہ بن جعفر بن حبان المعروف بابی الشیخ(خطیۃ الآ صفیۃ بحیدر آبادعلم الرجال۲۳۸)واخبار اصفہان لابی نعیم(ودولۃ خطیتان فیی الآصفیۃ علم الرجال۲۳۵، ۲۳۶)قابل: رسالات عبد المنعم خان رقم ۵۷،(عن السیرۃالمحمدیۃ لزینی دحلان فی ذکر المعجزات،ومما یذکر ان الشیخ دحلان صنف کتابہ فی سنۃ ۱۲۹۷ اللہجرۃ، ای بعد ما مضی علی طبع ثلاثون عاما۔انظر((محمد عبد المعید خان)) اصلیۃ وثیقۃ نبویۃ مہمۃ فی مجلۃ الثقافۃ الاسلامیۃ حیدر آبادالدکن(کذا) ینایر۱۹۴۲م ص ۹۶-۱۰۴ ثم نقل الکتاب ھکذا

اور انکے اہل بیت اور انکے بعد انکی جو اولاد ہو گی جو انکی نسل سے ہوں گے اور اسلام لے آئیں گے اور آپؐ کے دین پر قائم رہیں گے اس سوال پر آپؐ نے اس طرح وصیت لکھ دی؛ آپؐ کی جانب سے تحریر ہے میں اللہ کی حمد بجالاتا ہوں، بتحقیق اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ کہوں "لاالہ الااللہ وحدہ لا شریک لہ" میں اسکو کہتا ہوں اور لوگوں کو اسی کا حکم دیتا ہوں اور سارے کا سارا امر اللہ کی جانب سے ہے اللہ نے سب انسانوں کو خلق کیا ہے اور وہی ان کو موت دیتا ہے اور وہی انکے مرنے کے بعد اُنہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور انجام اسی کی جانب ہے۔

اس کے بعد آپؐ نے سلمان کے احترام کی بات لکھی اور یہ فرمایا؛ ان سے میں نے پیشانی کے بالوں کو نوچنے کا حکم اٹھا دیا ہے اور جزیہ اور خمس اور باقی اخراجات اور دیگر ضروریات تو اگر وہ تم سے مانگیں تو انکو ادا کرو اور تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرو۔

۱۴۔ اکیدر کے نام خط

[بسم اللہ الرحمن الرحیم] من محمد رسول اللہ ﷺ لاکیدر دومۃ؛ حین اجاب الی الاسلام و خلع الانداد وا لاصنام، مع خالد بن الولید سیف اللہ فی دومۃ الجندل و اکنافھا [ولاھل دومہ]

انّ لنا الصاحبه من الصحل والبور والمعامی و اغفال الارض وا لحلقة، ولکم السلاح (والحافر) والحصن، ولکم الضامنه من النخل والمعین من المعمور بعد الخمس، لا تعدل سارحتکم، ولا تعد فاردتکم۔۔الخ[1]

اس خط میں مختلف اموال کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس میں یہ جملہ موجود ہے کہ خمس ادا کرنے کے بعد ان اموال میں تصرف کرنا ہے۔

۱۵۔ دیگر قبائل کے نام حضور پاکؐ کے خطوط:

قبیلہ بکا، قبیلہ بنی زہیر، قبیلہ بنی معاویہ، قبیلہ بنی حرقا، قبیلہ بنی قیل، قبیلہ بنی قیس، قبیلہ بنی جرمزا، اور اسکی قوم ، قبیلہ قیس، قبیلہ مالک بن احمر، قبیلہ صیفی بن عامر، قبیلہ شیخ بنی ثعلبہ، قبیلہ الفجیع، اور اسکے تابعین، قبیلہ نھشل بن مالک جو بنی عامر اور جھینیہ بن زید قبائل

[1] العقد الفرید ج۱ باب الوفود، ومعجم البلدان عن کتاب الفتوح لاحمد بن جابر فی لفظۃ ،دومۃ، واعلام السائلین ص۳۱، وفتوح البلدان للبلاذدی ص۷۲، والطبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۸۹، ومسند احمد ج۳ ص۱۳۲،والاموال ص۱۹۴، والبدایۃ والنہایۃ ج۶ص۱۶۔وفی الجمہرۃ ج۱ ص۴۹، عن صبح الاعشی ج۲ ص۲۳۶ و ج۶ص۳۷۰ و الروض الانف ج۲ ص۳۱۹، والمواھب شرح الزرقانی ج۳ ص۳۱۴۔وفی المجموعۃ ص۲۱۴ رقم۱۹۰، عن الخراج لقدامۃ ورقۃ۱۲۴،والسہیلی ج۲ ص۳۱۹، ۳۲۰، وامتاع الاسماع للمقریزی ج۱ص۴۶۶، ۴۶۷، ورسالات نبویۃ رقم ۱۲،قال (وللختم بالظفر راجع: ماتسنر ج۲ص۱۷۹، وادواردس ص۱۱ وکروکمان لوح ۲۸) ثم قال قابل: اللسان ماده بور، واعلام السائلین رقم۱۸ والاشتقاق لابن دریداقول نقل شطراً منہ فی الاصابۃ ج۱ ص۱۲۴ والسیرۃ اتحلبیۃ ج۳ ص۲۳۳ واوعزالیہ المسعودی فی التنبیۃ والاشراف ص۲۳۶ وابن الاثیرفی الکامل ج۲ ص۱۰۷ و کامۃ بور۔والقلقشندی فی نہایۃ الاربص ۲۸۳،وکنز الاعمال ج۵ص ۳۱۷ واللفظ للعقد الفرید وما بین الہلالین فللاموال و معجم البلدان ، وسنشیر الی بعض مواضع الخلاف الاخر۔قال ابو عبید فی الاموال: اما ھذا الکتاب فانا قرأت نسختہ، واتانی بہ شیخ ھناک مکتوبا فی قضیم صحیفۃ بیضاء فنسختہ حرفا نحرف فاذا فیہ ۔۔۔۔۔الخ

کے سردار ہیں، حمیر سرداروں کے نام خط، یمن والوں کے نام خط، عمان کے بادشاہ کے نام خط۔

حوالے کے لئے گزشتہ کتابیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں.... نثر الدر المکنون ...، نہایت العرب، صحیح من سیرت النبی، اسد الغابہ، الاصابہ، طبقات ابن سعد، طبقات کبریٰ، سنن بیہقی، سنن احمد....

کتاب الخمس تالیف آیت اللہ حسین نوری ہے، خطوط کا اصل متن "مکاتیب الرسولؐ" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور ان عبارات کو دیکھا جا سکتا ہے.....

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فریضہ خمس کے بارے میں تاکید:

درج شدہ خطوط سے واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانے میں خمس ادا کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور ہر اس چیز سے خمس دینے کا حکم دیتے تھے جس پر کمائی اور منفعت کا عنوان صادق آتا تھا بالکل اسی طرح جس طرح لوگوں کو نماز قائم کرنے اور زکات ادا کرنے کا حکم دیتے تھے، اور جس طرح زکات جمع کرنے کے لیے عاملین مقرر کیے ہوئے تھے اسی طرح سے خمس کی جمع آوری کے لیے الگ عاملین اور نمائندگان مقرر فرمائے تھے۔

حضور پاکؐ کے زمانہ میں خمس وصول کرنے والے نمائندگان:

۱۔ عمرو بن حزم: آپ نے انہیں یمن بھیجا اور انہیں ایک خط دیا جس میں یہ بات تحریر تھی؛

وامرہ أن یأخذ من المغانم الخمس؛ اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان سے مغانم (جو انکی درآمدات ہیں) سے خمس وصول کریں۔

۲۔ قضاعہ قبیلہ کے سعد ھذیم اور جزام کی جانب خط بھیجا کہ آپ کی جانب سے دو نمائندے اُبیؓ اور عنبسہ کو اور جسے وہ دونوں بھیجیں صدقات اور خمس دیں[1]

۳۔ ابن قیم الجوزیۃ نے اپنی کتاب "زادالمعاد فی ھدی خیر العباد" میں رسول اللہ ﷺ کے نمائندگان کے بیان میں لکھا ہے

۴۔ حضرت علیؑ بن ابی طالب کو رسول اللہ ﷺ نے یمن سے خمس کی وصولی اور عدلیہ کے سربراہ کے طور پر بھیجا تھا جبکہ یمن کے لوگ بغیر جنگ اپنی مرضی سے مسلمان ہوئے تھے یمن سے خمس کی وصولی کا مطلب یہ ہوا کہ خمس ہر قسم کی آمدنی پر ہے اور دیگر موارد جن کا احادیث میں ذکر ہوا ہے ان میں خمس کی وصولی بھی شامل ہے (ابن قیم الحرزیہ محمد بن ابی بکر الحنبلی المتوفی۔۔۔۔۔ہے، ابن قیمیہ کی محبت میں غرق تھا[2])

---

[1] طبقات ابن سعد ج۱، قسم۲ ص۲۴، ۲۳؛ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ ص۲۲۴؛ مقدمۃ مرآۃ لعقول ج۱، ص۱۰۳، ۱۰۲؛ والصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج۳، ص۳۱۰۔ ابی اور عنبسہ دونوں اصحاب سے ہیں۔

[2] زادالمعاد فی ھدی خیر العباد ج۱ ص۳۲، سنن ابی داؤد ج۳، ص۱۲۷)

عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری اور مجمع الزوائد للھیثمی، ۔۔۔۔۔الرایۃ للزیلعی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، آپؑ کے پاس رکاز لایا گیا، آپ نے اس سے خمس لے لیا اور باقی مال لانے والے کو دے دیا جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی تو آپؐ نے اس عمل کو پسند فرمایا۔

ہاشمی زکوۃ وصولی کے لئے عامل نہیں بن سکتے:

نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی بھی ہاشمی کو زکوۃ کی وصولی پر عامل مقرر نہ فرماتے تھے اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن سے فقط رکاز سے خمس لینے کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ جن جن موارد میں خمس واجب ہے ان سب سے خمس وصولی کے لئے عامل مقرر فرمایا۔

صحیح مسلم ج ۲، کتاب الزکاۃ الباب ۵۱، مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۶۶، الوسائل الشیعہ ج ۶ ص ۱۸۵ الباب ۲۹، ان سب میں یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ کسی بھی ہاشمی کو رسول اللہ ﷺ نے زکات کا عامل نہیں بنایا)

محمیۃ خمس کی وصولی پر:

۵۔الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم میں ہے کہ ایک بنی زبیر قبیلہ کے ایک فرد تھا محمیۃ کو رسول اللہ ﷺ نے اخماس (خمس) کی وصولی کے لئے عامل مقرر فرمایا، ج۳، ص۳۱۲ کتاب الاموال لابی عبید کے ص۴۶۱ سے نقل کیا ہے، صحیح مسلم ج۲، ص۷۵۴ حدیث ۱۶۸؛

محمیہ کا تعارف:

محمیہ بن جزء بنی اسد سے تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں خمس کی وصولی کا عامل مقرر فرمایا، اس طرح یہ بات واضح ہو گئی کی رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو عمرو بن حزم، ابی عنبسہ اور محمیہ کو اخماس (خمس) کی وصولی کے لئے عامل بنایا، یہ افراد جنگی غنائم سے خمس وصول کرنے کے لئے نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ جنگی غنائم کے علاوہ خمس کے بقیہ موارد سے خمس کی وصولی کے لئے بھیجا گیا یہ امر واضح ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ارباح مکاسب سے خمس وصول کیا جاتا تھا یہ عاملین اس بات پر ثبوت ہیں۔

جناب سلمانؓ، جناب ابوذرؓ وجناب مقدادؓ کے لئے رسول پاک ﷺ کی خمس کے بارے میں وصیت:

رسول پاکؐ نے حضرت ابوذرؓ، سلمانؓ اور مقدادؓ سے فرمایا کہ تم لوگ توحید اور میری رسالت کی گواہی دو، پھر فرمایا کہ علی صلوات اللہ علیہ کے لئے ولایت کی گواہی دو کہ وہ حضرت محمدؐ کے وصی ہیں ،امیر المومنین ہیں ، علی مولاؑ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کے رسولؐ کی

اطاعت ہے اور تم اس کا اقرار کرو کہ علیؑ کی اولاد سے جو آئمہؑ ہیں انکی اطاعت کرو گے اور یہ عقیدہ رکھو کہ اہل بیت پیغمبرؐ سے مودّت رکھنا فرض ہے اور یہ واجب فریضہ ہر مومن مرد اور مومنہ عورت پر فرض ہے اس عقیدہ کے ساتھ ساتھ نماز کو اس کے اوقات میں قائم کروگے اور زکات جو کہ آپ کے اموال سے بنتی ہے اس کا جو صحیح طریقہ ہے اس طرح اپنے اموال سے نکالو گے یعنی جن چیزوں میں زکات فرض کی گئی ہے ان سے زکات دوگے اور زکات جن کے لئے ہے ان تک زکات کو پہنچاؤ گے اور اس کا اسی طرح مصرف کروگے جس طرح حکم ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خمس اپنے اموال سے نکالو گے واضح رہے خمس ہر اس چیز سے دوگے جس چیز کا لوگوں میں سے کوئی ایک مالک بنتا ہو۔اس عبارت میں ملکیت کا تصور بھی دیا جارہا ہے کہ لوگوں میں جو چیز معروف معنوں میں ملکیت و مالک کے عنوان کے تحت شمار ہوتی ہے اور کسی بھی حوالے سے کوئی شخص جب کسی چیز کا مالک بنتا ہے تو جو کچھ کسی کے ملک میں آئے اس سے خمس ادا کرنا ہوگا اور خمس مومنین کے ولی، امام اور امین تک پہنچانا ہوگا اور ان کے بعد امام کی اولاد جو آئمہؑ ہیں ان تک پہنچانا ہوگا۔

حضور پاکؐ کی جانب سے خمس وصولی کی رسید:

۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔۔ محمد ﷺ۔۔۔ جو کہ اللہ کے نبی ہیں۔۔۔۔ان کا خط شرجیل بن عبد کلال کے نام حارث بن عبد کلال اور قیل ذی اعین، معافر، همدان کے نام ہے۔

امابعد۔۔۔آپ کا جو نمائندہ آیا وہ واپس لوٹ رہا ہے۔۔آپ نے غنائم سے اللہ کا جو خمس دیا ہے اور مومنین پر زراعت میں سے جو دسواں دینا فرض ہے جو بارانی ہو اور بیسواں دینا فرض ہے جو کہ خود سے سیراب کیا جائے۔۔۔اسے آپ نے ادا کیا ہے یعنی آپ کا خمس بھی وصول ہو گیا ہے اور زکوٰۃ بھی جو آپ کے غلات سے دسواں یا بیسواں بنتی تھی وہ بھی وصول ہو گئی ہے۔

تبصرہ اور وجہ استدلال:

آپ دیکھیں کہ حضور پاکؐ خط میں تحریر فرما رہے ہیں کہ آپ کا نمائندہ واپس آرہا ہے اور آپ نے غنائم کا خمس دے دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ انہوں نے کون سی جنگ لڑی تھی کہ یہ کہا جائے کہ انہوں نے غنائم سے خمس دیا ہوگا یہ حدیث واضح ہے کہ جس میں حضور پاکؐ نے فرمایا ہے کہ تم نے غنائم سے خمس دے دیا ہے۔۔۔اگر خمس جنگی غنائم سے ہوتا تو جتنی جنگیں اس دوران ہوئی ہیں وہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوئی ہیں حضور پاکؐ کے زمانے میں وہ سب جنگیں آپ ﷺ کے حکم سے ہوئی ہیں اور اس وقت جو خمس جنگی غنائم سے تھا وہ آپؐ کے اپنے ہاتھ میں تھا اور مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں تھا وہ لوگ جو یمن والے ہیں یا دوسرے قبائل سے ہیں انہوں نے تو جنگیں نہیں لڑیں۔

پھر اس خط میں تو حضور پاکؐ فرما رہے ہیں کہ آپ نے غنائم سے جو خمس دیا ہے۔۔۔اس سے بڑی اور دلیل کیا ہو گی کہ اس جگہ غنائم سے لغوی معنی مراد لیا گیا ہے۔اس حدیث میں آیا ہے

کہ آپ نے اپنے اموال سے جو خمس بھیجا ہے وہ مل گیا ہے، جبکہ اس علاقہ میں کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ لوگ بغیر جنگ کئے حضور پاک ﷺ کی اطاعت میں آگئے تھے اور مسلمان ہو چکے تھے، خمس کی وصولی کی رسید بھیجی جارہی ہے۔ خمس کی عمومیت پر یہ حدیث واضح دلیل ہے۔

عمرو بن حزم کا یمن سے خُمس وصول کرنا

۲۔ جب آپ نے یمن میں عمرو بن حزم کو بھیجا اور انہوں نے یمن والوں سے خمس وصول کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو سوال ہے کہ وہ خمس کس مال کا تھا؟ جنگ تو انہوں نے لڑی ہی نہیں تھی تاکہ کوئی شخص یہ جواب دے کہ وہ مال جنگی غنائم کا خمس تھا۔۔۔اس کا جواب بڑا واضح ہے کہ انہوں نے یمن والوں کے اموال منافع اور ارباح مکاسب سے خُمس وصول کرکے آپ ﷺ کے پاس بھیجا تھا بہر حال یہ مثال انتہائی واضح ہے، اسکی کوئی دوسری توجیہہ نہیں ہوسکتی۔ یہ واقعہ بھی خمس کی عمومیت پر دلیل ہے۔

وصولی خمس کے دو نمائندے، ابی اور عنبسہ:

حضرت نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ سعد ھذیم، قبیلہ قضاع اور قبیلہ جزام کی طرف دو نمائندوں کو بھیجا۔۔۔دونوں نمائندوں کے لئے ایک ہی تحریر تھی کہ جس میں صدقہ کے علاوہ دیگر فرائض کی تعلیم دی گئی تھی اور دونوں قبیلہ والوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان نمائندوں کو صدقہ واجبہ دیں (صدقہ سے مراد واجب زکوۃ ہے)

حضور پاک ﷺ کے کلمات میں صدقہ سے مراد:

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ روایات میں جہاں زکات کی وصولی کا تذکرہ کیا گیا ہے عام طور پر اس کے لئے لفظ زکات کی بجائے لفظ صدقہ استعمال کیا گیا ہے۔

آپ نے رسول اکرمؐ کے خطوط میں دیکھا کہ واجب زکات کو لفظ صدقہ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔۔۔اس خط میں خمس ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا کہ وہ لوگ آپؐ کے نمائندوں کو خمس بھی دیں اور آپؐ کے وہ دو نمائندے ابی اور عنبسہ تھے۔۔ حکم دیا گیا کہ وہ لوگ خمس ان دونوں کے سپرد کردیں یا جن کو یہ دونوں ان لوگوں کے پاس بھیجیں وہ لوگ انہیں خمس دے دیں۔ یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے نمائندے تھے اور لوگوں سے زکات اور خمس دونوں وصول کرتے تھے۔

[دیکھئے طبقات ابن سعد اور مجموعۃالوثائق السیاسیہ اور مراۃالعقول کا مقدمہ اور صحیح من سیرت النبی الاعظمؐ]

قارئین کرام یہ دونوں نمائندے حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے جن کو قبیلہ سعد ھذیم، قضاع اور جزام قبیلے کی طرف بھیجا گیا تھا۔

حضرت علیؑ یمن میں خمس وصولی کے نمائندہ:

ابن قیم جوزیہ نے اپنی کتاب "زادالمعاد فی ھدی خیر العباد" میں حضور اکرمؐ کے کارندوں اور نمائندوں کے بارے میں جو باب باندھا ہے اس میں لکھا ہے کہ حضور پاکؐ نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو یمن کے لوگوں سے خمس وصول کرنے اور یمن کی عدلیہ کا سربراہ بنا کر بھیجا تھا یعنی یمن کا جتنا خمس بنتا تھا اس کی وصولی کے سربراہ حضرت امیر المومنینؑ تھے۔

باب چہارم

جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور آئمہ اہل بیت ؑ کے فریضہ ٔخمس سے متعلق بیانات

حضور پاک ﷺ نے خمس کی وصولی کے لئے جو عملی اقدامات فرمائے انکا اجمالی تذکرہ اس جگہ کرتے ہیں

پیغمبر اسلامؐ کے زمانے سے خاتم الاوصیاء حضرت ولی العصرؑ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ تک خمس کے بارے میں جو عملی اقدامات اٹھائے جاتے رہے انکا ترتیب وار تذکرہ کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کے لئے یہ بات واضح ہو جائے کہ خمس شروعِ اسلام سے لے کر حضرت امام مہدیؑ کی غیبت کبریٰ کے دور تک انتہائی اہم مالی فریضہ کے عنوان سے متعارف رہا اور کبھی بھی اس فریضہ کو وارثان شریعت نے نظر انداز نہیں کیا اور نہ ہی ان کے صحیح پیروکاروں نے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوئی پس وپیش کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال فرمانے کے بعد فریضہ خمس کے بارے میں اہل بیتؑ کے بیانات:

اس باب میں جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت امیر المومنین علیؑ اور آپکی اولاد سے گیارہ آئمہ نے اپنے اپنے زمانہ میں خمس کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اسے بیان کیا جائے گا۔

ا۔ جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کا زمانہ اور خمس:

فدک کی بحث؛ خمس کا مطالبہ کیا:

حضور پاک ﷺ کی رحلت کے بعد حکومت وقت نے جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی جائیداد فدک کو بحق سرکار ضبط کر لیا، ایک نبوی حدیث کا حوالہ دے کر انہیں بابا کی وراثت سے

محروم کیا گیا اسی طرح حکومت وقت نے فئی اور خمس کو بھی آپؑ سے روک لیا، اس بارے میں جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے دربار خلافت میں جو گفتگو فرمائی اس کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں؛

جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا، حاکم وقت ،ان کے مشیران کو اس طرح مخاطب ہوئیں؛ جب انہوں نے آپؑ سے دلیل طلب کی کہ کس رو سے آپؑ ہم سے فدک ،فئی اور خمس کا مطالبہ فرمارہی ہیں؟ تو آپ نے ان کے سوال کا اس طرح جواب دیا؛

فدک کی ملکیت کے متعلق میرے حق ہونے پر اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں یہ فرمان گواہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نبی کریم ﷺ پر یہ حکم اتارا" وآت ذالقربیٰ حقہ" (اے رسول ﷺ تم اپنے قریب ترین کو ان کا حق دے دو) میں اور میری اولاد پیغمبرؐ کے قریب ترین ہیں پس رسول خدا ﷺ نے فدک مجھے اور میری اولاد کو ہدیہ کیا ہے اور جب جبرائیل نے حضرت نبی کریم ﷺ پر اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ " والمسکین وابن السبیل" (سورۃ البقرہ: ۱۷۷) تو پیغمبرؐ نے فرمایا یتامیٰ اور مساکین وہ لوگ ہیں جو دنیا اور آخرت میں فاطمہؑ اور انکی اولاد کے ساتھ زندگی گزاریں گے اور ابن السبیل وہ ہیں جو اہل بیتؑ کے وسیلہ کو اختیار کریں گے۔جنابِ عمرؓ نے یہ سن کر اعتراض کرتے ہوئے سوال کیا کہ۔۔۔۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ خمس (جنگی غنائم کا خمس) مملکت کے عمومی اموال فئی، یہ سب اموال آپ کے لئے اور آپ کے پیروکاروں کے لئے ہیں۔

جناب سیدہؑ نے فرمایا؛ بہرحال فدک کی زمینیں اور باغات کے حوالے سے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے پیغمبر ﷺ پر واجب قرار دیا کہ وہ ان املاک کو میرے اور میری اولاد کو عطیہ کر دیں ان املاک کو میرے پیروکاروں اور شیعوں کے لئے نہیں دیا گیا باقی رہا! خمس تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے پیروکاروں اور شیعوں کے درمیان تقسیم کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پڑھا جا سکتا ہے (خمس کے دو حصے، ایک حصہ میری اولاد یعنی سادات کے لئے اور ایک حصہ امام وقت کے لئے ہے جسے وہ اپنے پیروکاروں کے مفادات میں خرچ کریں گے)[1]

خمس کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا رویہ:

جناب ابو قدامہ نے "المغنی" میں اصحابِ رائے کے متعلق بیان کیا، انہوں نے یہ کہا کہ خمس تین حصوں میں تقسیم ہوگا یتامی، مساکین، ابن سبیل، رسول اللہؐ کے وصال سے ان کے سہم کو ختم کر دیا اسی طرح ان کی قرابت والے حصہ کو بھی ختم کر دیا جبکہ یہ قرآن میں خمس کے متعلق بیان کے مخالف ہے، اس نے یہ کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ذِی القربیٰ کے حصے کو سبیل اللہ میں قرار دے دیا جب یہ بات احمد کے لئے بیان کی گئی تو خاموش ہو گئے اور فقط اپنے سر کو ہلا دیا اور اس رائے کو نہ لیا اور

[1] جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کا دربار خلافت سے خمس کے مطالبہ کو اہل سنت کے حدیثی منابع میں دیکھا جا سکتا ہے ملاحظہ ہو؛ شرح ابن ابی الحدید المعتدبی ج١٦ص٢٣١،٢٣٠؛ صحیح البخاری ج٥،ص٧٧، صحیح مسلم ج٣،ص١٣٨٠حدیث نمبر١٧٥٩؛ مسند احمد ج٢ص٣٦٤،٣٧٦،٢٣٢؛ صحیح ابی داؤد ج٣ص١٣٥؛ تفسیر الطبری ج١،ص٤؛ مسند احمد ج٤،ص٨٣؛سنن البہیقیج٦ص٣٤٢٣٠٢؛ مجمع الزوائد ج٥،ص٣٤١

یہ رائے دی کہ ابن عباس اور جو انکے موافق ہیں ان کا قول اللہ کی کتاب اور سنت رسولؐ سے موافقت کی وجہ سے بہتر ہے۔ کیونکہ جب ابن عباس سے ذی القربیٰ کے حصے کا سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا؛ ہمارا اس بارے یقین تھا کہ ذی القربیٰ والا حصہ ہمارے لئے ہے لیکن ہماری قوم نے اسے ہم سے روک لیا" اس بیان میں انہوں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عمل کو بیان کیا ہے کہ انہوں نے ذی القربیٰ کے حصے کو سبیل اللہ میں قرار دے دیا۔

بات یہ ہے کہ اصحاب کا جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو ان میں سے جن کا قول قرآن وسنت کے موافق ہو اسے ترجیح ہو گی ابن عباس کا قول قرآن وسنت کے موافق ہے [1]

تبصرہ:

اس بیان سے واضح ہوا کہ خمس کا فریضہ صدر اسلام میں موجود تھا مسلمان اس سے آگاہ تھے، حضور پاک ﷺ کے وصال کے بعد خمس کے حصوں کے متعلق اصحاب کی آراء مختلف ہو گئیں اصل خمس کے بارے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں خمس:

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں افریقہ پر حملہ کیا گیا اُس جنگ میں جو غنائم وصول ہوئے تو پہلی مرتبہ سارا خمس عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو ان کے رضائی بھائی تھے انہیں دے دیا اور دوسری مرتبہ پورا خمس اپنے داماد مروان بن الحکم کو دے دیا۔ [1]

[1] المغنی ج۷ص۳۰۱ (نقل کیا گیا از الخمس فی ضوء مدرسۃ اہل البیتؑ تالیف شیخ حسین نوری)

تبصرہ:

یہ واقعہ اور خلیفہ سوئم کا خمس کے بارے میں فیصلہ اس بات کو بیان کرتا ہے کہ فریضۂ خمس آغاز اسلام سے موجود تھا رسول اللہ ﷺ کے بعد اصحاب میں اس کی تقسیم کے بارے میں اختلاف رہا، خلفاء نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں اسے اپنی رائے کے مطابق تقسیم کیا یہ فریضہ بعد میں اسلام کے اندر نہیں لایا گیا۔

[1] تفصیل کے لئے دیکھیں الاصابۃ ج۱ ص۳۴۶ الاصابہ کے حاشیہ پر طبع اولی سال ۱۳۲۸۔ تاریخ الذھبی ج۲ص۷۹، ۸۰۔ التاریخ الکامل لابن الاثیر ج۳ص۷۱،

حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ اور فریضۂ خمس

اہل سنت کے حدیثی منابع سے حضرت علیؑ کا خمس کے بارے میں رویہ:

ابن عباس سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب نے خمس کو اس طرح تقسیم کیا کہ جیسا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے اپنے زمانے میں کرتے تھے۔[1]

حضرت ابو جعفر محمد الباقرؑ سے سوال کیا گیا کہ حضرت علیؑ کی خمس کے بارے میں کیا رائے تھی؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ ان کی اس بارے میں رائے اہل بیتؑ کی رائے ہی تھی لیکن آپ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اس بارے میں عملی طور پر مخالفت کریں۔

محمد بن اسحق نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے سوال کیا؛ کہ جب علیؑ ابن ابی طالب نے لوگوں کی حکمرانی سنبھالی تو آپ نے ذی القربی کے حصہ کے بارے میں کیا طریقہ اپنایا؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا؛ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے طریقہ کو اپنایا؛

راوی: میں نے عرض کیا یہ کیسا ہے کہ آپ تو اس بارے میں جو کچھ کہتے تھے تو آپؑ نے جواب دیا؛ وہ جو کچھ کرتے تھے اپنی رائے سے احکام صادر کرتے تھے۔

راوی: کس بات نے حضرت علیؑ کو روک دیا کہ وہ ان کے خلاف نہ کرے؟

[1] کتاب الخراج لابی یوسف ص۲۳

آپؑ نے فرمایا؛ اللہ کی قسم! انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ انکے متعلق یہ دعویٰ کیا جائے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مخالفت کی ہے[1]

تبصرہ:

اہل سنت کے حدیثی منابع میں حضرت علیؑ کے زمانہ میں خمس کی تقسیم کے بارے میں بیان کا موجود ہونا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ فریضہ خمس کے احکام کا تعلق آپ کے بعد کے زمانوں سے نہیں ہے بلکہ خمس کے بارے میں ہر مسلمان آغاز اسلام سے آگاہ تھا اور حضور پاک ﷺ کے بعد خمس کی تقسیم بارے میں جو رویہ اپنایا گیا اسکا بھی ذکر کیا جاتا تھا۔

حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے خمس کی روایت:

زکوۃ کے بدلے خمس:

۱۔ سليم بن قيس الهلالی فی كتابه؛ عن امير المومنين عليه السلام فی كلام له طويل قال (عليه السلام) فنحن الذين عنی الله بذی القربی واليتامی والمساكين وابن السبيل (كل هؤلاء منّا خاصّة) لأنه لا يجعل فی سهم الصدقه نصيباً، اكرم الله نبيه ﷺ، وأكرمنا أن يطعمنا أوساخ الناس[2]

[1] الخراج ص۲۳،الاموال ص۳۳۲،احکام القرآن للحصاص ج۳ص۶۳
[2] مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص۱۲۱ ح۷۸۰۳

ترجمہ: سلیم بن قیس ہلالی اپنی کتاب میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے ایک طولانی بیان کے ضمن میں نقل کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا، ہم ہی وہ قرابت دار ہیں جن کے لئے (خمس قرار دیا گیا ہے) (اور آیت خمس میں) یتامی، مساکین اور ابن سبیل سے مراد ہم اہل بیت کے افراد ہیں۔اس لئے کہ خدا نے زکات میں ہمارا حصہ قرار نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور ہمیں لوگوں کے اموال کا میل کھلانے سے بالاتر قرار دے کر ہمارے لئے کرامت اور شرف عطا کیا ہے۔

حلال اور حرام مال کے مخلوط ہونے کا حکم:

۲۔امام صادقؑ نے اپنے بابا سے اور انہوں نے اپنے آباء سے یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا میں نے مال کمایا ہے،حلال اور حرام کی پرواہ نہیں کی۔ جہاں سے مال ملا جیسا ملا کمایا ہے۔اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نہیں جانتا اس مال میں حلال مال کی مقدار کتنی ہے اور حرام کی مقدار کتنی ہے، میرے لئے یہ سارا مال مخلوط اور گڈمڈ ہو گیا ہے اب میں کیا کروں؟

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اس سے خمس دو، حضرت علیؑ نے اس کے جواب میں فرمایا تم اپنے مال کا خمس نکال دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کے مال سے خمس ادا کرنے پر راضی ہوا ہے اور اس کا باقی سارا مال اس پر حلال ہے۔

تبصرہ:

یہ حدیث بڑی واضح ہے کہ خمس تمام قسم کے اموال سے لیا جاتا ہے اور لوگوں کو خمس کے معنی کا بھی پتہ تھا اور اس روایت میں حلال مال حرام مال سے مخلوط ہو جائے تو اس میں سے خمس دینا چاہیے اسکا تذکرہ موجود ہے اگر خمس فقط جنگی غنائم سے ہوتا تو مولا علیؑ ایسا حکم صادر نہ فرماتے

رسول اللہ ﷺ کی حضرت امیر المومنینؑ کے لئے وصیت میں خمس کا تذکرہ:

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وصیت حضرت جبرائیل لے کر آئے آپؐ نے وہ وصیت حضرت علیؑ کو پڑھ کر سنائی اسطرح وہ وصیت جنابِ سیدہ زہراؑ ور حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ کے لئے بھی بیان کی اور ان سے اقرار لیا کہ وہ اس پر عمل کریں گے اور پھر اس وصیت کو مہر لگا کر حضرت علیؑ کے حوالے کیا، اس میں یہ جملہ موجود تھا؛

"علی الصبر منك علی کظم الغیظ وعلی ذهاب حقی وغصب خمسك و انتهاك حرمتك"[1]

(تمہیں صبر کرنا ہے غیض و غضب کو پی جانے پر، میرے حق کے ضائع ہونے پر اور اپنے خمس کے غصب ہونے پر اور اپنی بے احترامی پر)

اس بیان میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ کا خمس غصب ہو گا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خمس کا فریضہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سب کو معلوم تھ اور خمس رسول اللہ ﷺ کے بعد

[1] شهادة المعصومين ص۳۸

حضرت علیؑ کے لئے ہے اور یہ کہ آپ کا خمس غصب کیا جائے گا یہ بیان بھی خمس کی اہمیت پر دلیل ہے، لہٰذا فریضۂ خمس رسول اللہ ﷺ کے بعد کا فریضہ نہیں بلکہ یہ فریضہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں بیان ہوا۔

یوم الغدیر حضرت امیر المومنینؑ کی زیارت میں خمس کا تذکرہ:

حضرت امام علی الھادی علیہ السلام نے یوم غدیر (۱۸ ذی الحجہ) کے لئے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں جو سلام (زیارت) تعلیم دی اس میں یہ جملہ موجود ہے جو خمس پر دلالت کرتا ہے؛

"ثم اقرضوك سهم ذوی القربیٰ مکرا واحادوه عن اهله جورا فلما الی الامر الیك اجریتهم علی ما اجریا رغبة عنها بما عند الله لك "[1]

"پھر انہوں نے ایک تدبیر سے ذوی القربیٰ والا حصہ آپ سے روک لیا اور یہ حصہ جن کے لئے قرار دیا گیا تھا انہیں نہ دیا۔۔۔ انکے بعد جب حکومت آپ کے پاس آئی تو آپ نے اس سلسلہ کو سابقہ روایت پر قائم رکھا یہ آپ کی دنیا سے بے رغبتی اور اللہ کی رضا کے لئے تھا"

[1] مفاتیح الجنان؛ زیارت امیر المومنین علیہ السلام روز غدیر

امام حسن مجتبیٰ کا زمانہ اور خمس:

آپ نے امت کی وحدت کے لئے اور اسلام کو بچانے کی خاطر حاکم شام سے جنگ بندی کا معاہدہ کیا، اس معاہدے کے نتیجے میں حکومت حاکم شام کے سپرد کر دی گئی، معاہدہ میں جو شرائط رکھی گئی تھیں ان میں واضح تھا کہ حاکم شام قرآن و سنت کی پیروی کرے گا اور اسلامی احکام کا نفاذ کرے گا، کسی پر ظلم نہ کرے گا، حضرت علی پر سب و ستم کا خاتمہ کرے گا، اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین نہ بنائے گا، عراق کا خراج امام حسن مجتبیٰؑ کو دے گا لیکن حاکم شام کے طرز حکمرانی میں جو کچھ ہوا وہ اسلام کا سیاہ باب ہے، خلافت ملوکیت میں بدل گئی لہٰذا آپ کے دور میں خمس جیسے اہم فریضہ کو بھی باقی فرائض کی طرح پامال کیا گیا، اس بارے تفصیلات مولانا مودودی نے کتاب خلافت و ملوکیت اور تاریخ کی دوسری بنیادی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں لہٰذا امام حسن مجتبیٰؑ کی طرف سے خمس کے متعلق روایت کا موجود نہ ہونا تو یہ بات خمس کی عدم اہمیت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس زمانہ کے حالات نے حضرت امام حسنؑ کی علمی اور اسلامی خدمات اور آپ سے بیان شدہ اپنے جد امجد ﷺ کی احادیث کو ہم سے غائب کر دیا۔

کوفہ کے گورنر زیاد بن ابیہ کا رویہ:

زیاد بن ابیہ نے بنی ہاشم سے خمس کو روک لیا، الحکم بن عمرو بن زیاد بن ابیہ کی جانب سے خراسان کا والی تھا، خراسان سے اسے کثیر مقدار میں جنگی غنائم موصول ہوئے اس نے قرآن میں آیت خمس پر عمل کرتے ہوئے بنی ہاشم کو ان کا حصہ دیا جس پر زیاد بن ابیہ نے اس کی سرزنش کی اور اسے حاکم وقت کا حکم نامہ سنایا اور سارا مال غنیمت حاکم کے پاس بھیجنے کا فرمان

جاری کیا، جبکہ خراسان کے والی الحکم بن عمرو الغفاری نے جواب دیا کہ حاکم کے امر سے پہلے تو قرآن کا حکم ہے۔۔۔۔! اس پر حکم بن عمرو الغفاری کو خراسان کی ولایت سے معزول کر کے جیل میں ڈال دیا گیا اور وہ جیل ہی میں مر گیا[1]۔

اس واقع سے واضح ہو جاتا ہے کہ فریضۂ خمس کے بارے میں اس وقت کے حکمرانوں کو بھی آگاہی تھی اور عوام بھی جانتے تھے کہ خمس زکات کے علاوہ ایک فریضہ ہے

حضرت امام حسینؑ اور وصولی خمس کا اقدام:

جنگی غنائم کے علاوہ دوسرے موارد سے اہل بیتؑ کی مخالف حکومتیں بھی خمس وصول کرتی رہی ہیں اور یہ سلسلہ حضرت سید الانبیاءؐ کے زمانہ میں عام مسلمانوں میں رائج ہو چکا تھا آپ کی رحلت کے بعد فریضۂ خمس میں حکمرانوں کے ساتھ بعض ترمیمات کے ساتھ وصولی خمس کا سلسلہ جاری رہا، مالِ خمس بھی زکوۃ و عشر اور صدقات کے ساتھ ساتھ باقاعدہ وصول کیا جاتا رہا اور ان کو اخماس اربعہ کا نام دیا جاتا تھا اور یہ بات تاریخ میں موجود ہے۔

ساٹھ ہجری کا واقعہ ہے کہ اس زمانہ میں یمن کا حاکم بجیر بن زیاد حمیری تھا اور وہ اہل یمن سے خمس کے اموال وصول کر کے حج کے ایام میں حاکم شام کے پاس بھیجتا تھا اس کے کارندے پہلے حج کرتے تھے اور اس کے بعد یہ اموال شام لے جاتے تھے۔

[1] المستدرک للحاکم، التلخیص للذهبی، الطبقات ابن سعد، اسدالغابة لابن الاتیر)

جس وقت حضرت امام حسینؑ مکہ سے کربلا کی طرف عازم سفر تھے ،اس سال یمن کے قافلے کا سر براہ بحیر بن زیاد (ایسان) حمیری کا بھائی یسار بن زیاد حمیری تھا اور حاکم یمن کا بیٹا اسحاق بن بحیر حمیری بھی اس کے ہمراہ تھا۔

جب حضرت امام حسینؑ مکہ سے باہر منزلِ تنعیم پر پہنچے تو آپ کی ملاقات اس یمنی قافلے سے ہوئی جو اپنے ہمراہ اموال خمس رکھتے تھے اور ان کا پروگرام یہ تھا کہ وہ حج کرنے کے بعد ان اموال کو حاکم شام یزید ملعون کے پاس لے جائیں گے ، حضرت امام حسینؑ نے قافلے والوں کو متوجہ کیا کہ یہ اموال خمس کے ہیں اور قرآن و حدیث کی رو سے خمس کے اموال کا مالک اس وقت میں خود ہوں لہٰذا ان اموال کو ہمارے حوالے کر دو

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو یہ کرایہ داران ان اموال کو اپنے اونٹوں پر لاد کر لا رہے ہیں اگر وہ ہمارے ساتھ کوفہ تک ہم سفر ہوں تو ہم انہیں ان کا پورا پورا کرایہ دیں گے اور جو یہاں سے حج کے لئے جانا چاہتے ہیں یا واپس یمن جانا چاہتے ہیں تو یمن سے منزل تنعیم تک جو ان کا کرایہ بنتا ہے وہ ہم انہیں ادا کرتے ہیں چنانچہ یمنی کارواں کے سر براہ نے وہ سارے اموال فرزند رسول ﷺ کے سپرد کر دیئے ان اموال میں قیمتی پارچہ جات سونے چاندی کی صورت میں نقدی، قیمتی خیمہ جات اور خوش بو دار قیمتی پودے، قیمتی پتھر، ہیرے اور جواہرات وغیرہ شامل تھے۔[1]

[1] موسوعۃ الکلمات الامام الحسینؑ

یمنی کاروان سے مال وصولی کا فلسفہ:

حضرت امام حسینؑ نے یمنی کاروان سے خمس کی وصولی کا اقدام فرما کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے اقدام فرمایا اس قافلے کے کچھ لوگ حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ ہو گئے اور کچھ لوگوں نے اپنا کرایہ وصول کر کے وہیں سے اپنی راہ لی اور اس واقعے کو اموی گماشتوں نے اس عنوان سے شہرت دی کہ ہمارے قافلے کو لوٹ لیا گیا ہے حالانکہ امام حسینؑ نے اپنا حقِ خمس قافلے والوں سے وصول کر کے مسلمانوں کے نام یہ پیغام دیا کہ خمس حق خدا، حق رسولؐ اور آل رسولؐ ہے اور جس کے وارث اس زمانے میں فرزند رسولؐ حضرت امام حسینؑ تھے انہوں نے اسے وصول کر لیا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کا یہ اقدام ان حضرات کے اعتراض کا جواب بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے زمانے تک خمس کی وصولی کا آئمہ معصومینؑ کی طرف سے اقدام نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فریضہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا جتنا اس فریضہ کے بارے میں آج تاثر دیا جا رہا ہے، یہ تاثر بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اور اسلامی منابع سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے، وگرنہ ہر دور میں وارثان شریعت نے اس فریضہ کی اہمیت سے اپنے پیروکاروں کو آگاہ کیا اور اسکی وصولی کے لئے عملی اقدام بھی فرمائے۔

ظالم حکمرانوں کی سازش:

قارئین پر یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ اہل بیتؑ کے مخالف حکمرانوں نے اپنے گماشتوں اور تنخواہ داروں کے ذریعہ ہر دور میں کوشش کی کہ تاریخ میں ایسے واقعات ریکارڈ پر نہ آئیں کہ جس

سے خمس جیسے اہم فریضے کی اہمیت عام مسلمانوں کے لئے روشن اور واضح ہو اس کے باوجود اس قسم کے واقع کا تاریخ میں آجانا جہاں پر تائید ایزدی ہے تو اس سے وہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ محمد وآل محمد کا حق جوامت کے اموال میں فریضۂ خمس کے عنوان سے قرار دیا ہے یہ فریضہ مٹنے نہ پائے اور یہ بات عام مسلمانوں تک پہنچتی رہے۔

امام علی زین العابدینؑ کا زمانہ اور خمس:

آپؑ کی زندگی کا بیشتر حصہ اموی اور مروانی حکمرانوں کی زیر نگرانی گزرا گنے چنے افراد تھے جو آپ کے شیعوں میں شمار ہوتے تھے آپؑ نے اپنے زمانے میں دعا و مناجات کے ذریعے اسلامی حقائق اور دینی معارف کی اشاعت فرمائی آپ نے رسالہ الحقوق میں انسان کے بدنی اعضاء سے لے کر معاشرہ میں ہر حیثیت اور عنوان کی مالک شخصیت کے حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں پر آپکا جو مالی حق امت پر بنتا ہے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے آپؑ کی زندگی میں خمس کی بابت زیادہ تفاصیل تو میسر نہیں آسکیں البتہ یہ واقعہ سیرت نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ جب جناب مختار ثقفی نے کوفہ سے اموال خمس آپ کے لیے بھیجے تو آپ نے ان اموال سے اولاد عقیل کے ویران شدہ گھروں کی تعمیر کروائی جنہیں بنی امیہ کے کارندوں نے مسمار کروادیا تھا (غایتہ الاختصار ص ۱۲۰)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خمس بھیجا جاتا تھا اور آپ خمس سادات پر خرچ کرتے تھے۔

امام زین العابدینؑ کا ایک شامی کے لئے خمس کی آیت سے استدلال:

عن علی بن الحسین علیهما السلام فی حدیث طویل یقول فیه لبعض الشامیین: فهل قرأت هٰذه الآیة ﴿وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ﴾ فقال له الشامی بلیٰ فقال له علیه السلام فنحن ذو القربیٰ[1]

ترجمہ: امام زین العابدین علیہ السلام ایک طویل حدیث میں شام کے بعض لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ کیا تم نے آیتِ خمس پڑھی ہے؟ شامی جواب دیتا ہے جی ہاں میں نے یہ آیت پڑھی ہے! جس پر امام علیہ السلام فرماتے ہیں آیت میں جو "ذی القربیٰ" آیا ہے اس سے مراد ہم ہیں۔

منھال کے لئے امام علی زین العابدینؑ کا جواب:

وفی تفسیر الثعلبی، عن المنهال بن عمرو، قال؛ سألت زین العابدین علیه السلام عن الخمس۔ قال؛ هو لنا فقلت؛ ان الله تعالیٰ یقول؛﴿ والیتامی والمساکین﴾قال؛ أیتامنا و مساکیننا[2]

ترجمہ: منہال بن عمرو نقل کرتا ہے کہ میں نے امام علی زین العابدینؑ سے خمس کے متعلق سوال کیا امامؑ نے فرمایا؛ خمس ہمارے لئے ہے، منہال؛ میں نے پھر پوچھا! اللہ تعالیٰ فرماتا

1 الاحتجاج ج، ۲ ص، ۱۲۰
2 حوالہ سابق

ہے خمس یتیم اور مساکین کے لئے ہے، امامؑ نے فرمایا اس سے مراد ہمارے یتیم اور مسکین ہیں۔

حضرت محمد بن علی بن ابی طالب المعروف ابن حنفیہؒ اور وصولی خمس:

تاریخ کی کتابوں میں یہ بات بھی درج ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے مولا علیؑ کے فرزند حضرت محمدؒ المعروف ابن حنفیہؒ کو سولہ دیگر ہاشمیوں کے ساتھ ایک غار میں قید کر رکھا تھا حضرت مختار کے کمانڈ و دستوں نے مکہ پہنچ کر بغیر خون خرابہ کئے ان کو قید سے آزاد کرالیا اور حضرت محمد حنفیہؒ نے آزادی کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت شعب علیؑ میں رہائش رکھی آپ کے ساتھ کثیر تعداد میں دیگر ہاشمی بھی موجود تھے آپ ہی انکی اور اولاد زہرا کی ضروریات کو پورا کرتے تھے، ان ضروریات کو خمس سے پورا کیا جاتا تھا اور مختار ثقفی کی طرف سے آپ کی خدمت میں بھی اموالِ خمس روانہ کئے گئے تھے ان اموال کو آپ اپنے اور دیگر بنی ہاشم کے مصرف میں لاتے تھے۔

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں کے ہاں بالعموم اور شیعیان علیؑ کے ہاں بالخصوص خمس ادا کرنے کا رواج موجود تھا، جس کے ذریعہ بنی ہاشم، اولاد رسولؐ کے اخراجات کو خمس سے پورا کیا گیا۔

جناب عمر بن عبد العزیز بن مروان کا زمانہ:

بنی امیہ اور بنی مروان کے حکمرانوں نے تو خمس کو آل رسول ﷺ سے روکے رکھا لیکن جناب جب حضرت عمر بن عبد العزیز کا زمانہ آتا ہے تو انہوں نے خمس سے سہم رسول اور سہم ذی القربیٰ کو بنی ہاشم کے لئے دے دیا۔ جس پر آل رسول علیہم السلام نے ان کا شکریہ بھی ادا کیا اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ فریضہ خمس اسلام کے مالی واجبات سے شروع دن سے موجود رہا رسول اللہ ﷺ کے بعد حکمرانوں کے اپنے اپنے انداز سے اس فریضہ کے بارے میں عمل کیا جاتا رہا[1]

ابو یوسف نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے کہ بتحقیق عمر بن عبد العزیز نے سہم رسولؐ، ذوی القربیٰ کو بنی ہاشم کے پاس بھجوایا[2]

طبقات ابن سعد میں ہے کہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت ہے بتحقیق عمر بن عبد العزیز نے سہم ذوی القربیٰ کو بنی عبد المطلب میں تقسیم کیا اور ان کی ایسی خواتین کو اس سے حصہ نہ دیا جو بنی عبد المطلب سے نہ تھیں[3]

اسی طبقات میں ہے کہ جناب فاطمہ بنت الحسینؑ نے عمر بن العزیز کے اس اقدام پر ان کے لئے شکریہ کا خط بھیجا جس میں تحریر تھا" تم نے اسے خادم دے دیا جس کے لئے خادم نہ

1 سفینۃ البحار ج۲ ص۲۷۲
2 الخراج ص۲۵،طبقات ابن سعد ج۵ص۲۸۸۲۸۹،۲۸۷
3 الخراج ص۲۵،طبقات ابن سعد ج۵ص۲۸۸۲۸۹،۲۸۷

تھا، اسے لباس پہنا دیا جس کے لئے لباس نہ تھا، اس خط سے عمر بن عبد العزیز بہت خوش ہو ا اس کے جواب میں بھی یہ کہا کہ اگر میں موجود رہا تو آپ کے سارے حقوق آپ کو واپس لوٹا دوں گا، اسی کتاب میں ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت نے ملکر عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس شکریہ کا ایک خط لکھا اور اس میں تحریر تھا کہ حاکم شام کے زمانہ سے وہ اس حق سے محروم چلے آرہے تھے، ان پر زیادتی ہو رہی تھی اور آپ نے ہمارا حق ہمیں دیا آپکا شکریہ!

یہ بات اس کتاب میں ہے کہ علی بن عبداللہ بن عباس اور ابو جعفر محمد بن علی ان دونوں نے بیان کیا کہ حاکم شام کے زمانہ سے لے کر آج تک خمس کو ہمارے درمیان تقسیم نہ کیا گیا لیکن عمر بن عبدالعزیز کو شہید کردیا گیا اور ان کے بعد آنے والے حکمرانوں نے دوبارہ آل رسول ﷺ سے خمس کا حق چھین لیا۔[1]

---

[1] دیکھئے الخمس فی ضوء مدرسۃ اہل البیتؑ۔

حضرت امام محمد باقرؑ کازمانہ اور خمس:

ابو بصیر صحابی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے دریافت کیا وہ آسان سے آسان تر عمل کونسا ہے جس سے انسان جہنم میں داخل ہو جائے گا ؟ انہوں نے فرمایا یتیموں کا مال کھانا چاہے وہ ایک درہم [چار آنے] کے برابر ہی کیوں نہ ہو اس کے بعد فرمایا ہم اہل بیتؑ رسول اللہ ﷺ کے بعد یتیم ہیں چونکہ اللہ نے ہم پر صدقہ حرام فرما دیا ہے اور خمس ہمارے لئے فرض کیا ہے (الوسائل)

البحار میں تاویل الآیات الظاہرۃ کتاب سے حضرت ابوالحسن موسیٰؑ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بابا سے یہ حدیث نقل فرمائی کہ ایک آدمی نے ان کے بابا امام محمد بن علی الباقرؑ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے بارے سوال کیا کہ " والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم " سورۃ المعارج: ۲۴، تو میرے بابا نے جواب میں فرمایا اسے یاد کر لو اور اسے دیکھو کہ تم اسے میری طرف سے کس طرح روایت کرتے ہو (یعنی صحیح طور پر نقل کرنا) سائل اور محروم دونوں کی بڑی شان ہے بہر حال سائل اس جگہ رسول اکرم ہیں کہ وہ اللہ سے اپنے حق بارے سوال کریں گے اور محروم وہ ہیں جنہیں خمس سے محروم کیا گیا، امیر المومنین علیؑ اور آپکی ذریت جو آئمہ صلوات اللہ علیہم، کیا تم نے اس بات کو غور سے سن لیا ہے اور سمجھ لیا ہے۔

البحار ج ۹۳ ص ۱۸۸ طبع بیروت، مناقب آل ابی طالب ج ۲ ص ۵۲ میں یہ بات درج ہے کہ علیؑ سے خمس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا خمس ہمارے لئے خاص تھا لیکن ہم سے اسے روک لیا گیا اور ہم نے اس پر صبر کیا،

عمرو بن عبدالعزیز نے خمس امام محمد باقرؑ کو پلٹا دیا جس طرح عباسی خلفاء سے مامون نے بھی خمس بنی ہاشم اور آل رسول ﷺ کے لئے لوٹا دیا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا زمانہ اور خمس:

امامؑ سے عبد اللہ بن سنان نے جو خمس کے بارے میں روایت بیان کی ہے اسے پورا درج کرتے ہیں کیونکہ اس روایت سے خمس کی اہمیت پر مکمل روشنی پڑتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا؛

کل امرء غنم او اکتسب، الخمس مما اصاب لسیدۃ صلوات اللہ علیھا ولمن یلی من امرھا من بعدھا من ذریتھا الحجج علی الناس فذلك لھم خاصة یضعونه حیث شاؤوا وحرم علیھم الصدقۃحتی الخیاط یخیط قمیصاً بخمسة دوانیق فلنا منه دانق الا من احللناہ من شیعتنا تطیب لھم الولادۃ انه لیس من شیء عند اللہ یوم القیامة اعظم من الزنا انه لیقوم صاحب الخمس فیقول یا رب سل ھؤلاء بما ابیحوا۔

ہر آدمی جب کماتا ہےاور جو کچھ کماتا ہے اور منافع حاصل کرتا ہے تو اس میں ملکہ عالمین (صلوات اللہ علیھا) کا اور انکی ذریت طاہرہ کا جو لوگوں پر حجت خدا ہیں ان کا حق ہے، خمس واجب ہے جو ان ذوات مقدسہ علیھم الصلوات والسلام کے ساتھ مخصوص ہے یہ جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں چونکہ ان پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے حتی کہ اگر کوئی درزی ایک قمیض پانچ دانق کی اجرت میں سیتا ہے تو اس اجرت میں ایک دانق ہمارا حق ہے[دانق ایک سکہ تھا جو ایک درہم کا چھٹے حصہ یعنی تقریباً چار پیسے سے کچھ زیادہ کی قیمت کا تھا]

۱۶۔ جیسا کہ تفسیر برہان میں حکیم موذن بن عبس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے فرمایا ھی واللہ الا فادۃ لیوماً بیومٍ، خدا کی قسم یہاں غنیمت سے مراد روزانہ ملنے والا فائدہ ہے۔

۱۷۔ اسی طرح سماعہ بن مہران نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا؛ "الخمس فی کل ما افاد الناس من قلیل او کثیر" خمس ہر اس چیز میں ہے جو لوگوں کو فائدہ دے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔

امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں خمس وصول کرنے والے کارندے:

امام جعفر صادقؑ نے خمس وصول کرنے کے لئے اپنے نمائندگان مقرر کر رکھے تھے، جبکہ بعض افراد کا خیال یہ ہے کہ خمس وصولی کے لئے عاملین مقرر نہیں کئے گئے۔آپ ملاحظہ کریں کہ امام جعفر صادقؑ کے دور میں خمس کے عاملین مقرر تھے۔ ہم اس جگہ فقط چار افراد کا نام دیتے ہیں کہ ان کو امامؑ نے خصوصی طور پر خمس کی وصولی کے لئے مقرر فرمایا ہوا تھا۔

نصر بن قابوس اللخمی

عبدالرحمٰن بن الحجاج

حمران بن آعین جو زرارہ کے بھائی ہیں

مفصل بن عمرو الجعفی ہیں

ان کی ڈیوٹی ہوتی تھی کہ یہ حقوق شرعیہ وصول کرتے اور ساتھ ہی لوگوں سے خمس بھی وصول کرتے تھے اور اسے امامؑ تک پہنچاتے تھے یہ چاروں شخصیات بہت ہی جلیل القدر ہیں ان کے بارے میں آپ فہرست نجاشی کے صفحہ ۳۰۱، رجال العلامہ ص۱۷۵، الارشاد ص ۲۸۵، غیبت شیخ طوسی ۲۲۳، جامع الرواۃ ج۲، ص ۴۰۳، معجم الرجال الحدیث ج۱۹، رجال کشی جلد۲، ص۷۷۷ اور بحار کی جلد ۳۹ ص ۲۵ اور ارشاد کا صفحہ ۲۸۶ دیکھ سکتے ہیں۔

الانوار البھیہ کے صفحہ ۸۵ میں درج ہے کہ خراسان سے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں خمس بھیجا جاتا تھا تو ظاہر ہے یہ خمس ارباح مکاسب سے ہی بھیجا جاتا تھا وہاں کوئی جنگیں تو نہیں ہوتی تھیں کہ جنگی غنائم کا خمس بھیجا جا رہا ہو۔

امام موسیٰ کاظمؑ کا زمانہ اور خمس:

امام موسیٰ کاظمؑ کے دور میں خمس کی وصولی کا سلسلہ کافی وسیع ہو چکا تھا اور آپؑ کے دروس کے متعلق بیان ہوں گے کہ اُن میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے ان کے پاس تختیاں ہوتی تھیں اور آپ جو کچھ بیان کرتے تھے وہ اسے تحریر کرتے تھے آپؑ اپنے دروس میں خمس کے مسائل بھی بیان فرماتے تھے ، اس فریضے کی وسعت اور اسکی وصولی کے بارے میں سختی اور اسکی تقسیم کی تفصیلات تک بیان کرتے تھے یہ سب مطالب ہماری کتابوں میں درج ہیں چنانچہ الکافی کی جلد ۳ ص ۵۷۱ اور وسائل کی جلد ۳ اور صفحہ ۵۰ پر بھی درج ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں لوگ جو بھی فائدہ حاصل کریں چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں خمس ہے۔

جب آپ کے پاس خمس کی آیت پڑھی جاتی تھی تو آپؑ فرماتے کہ جو حصہ اللہ کا ہے وہ حصہ اللہ کے رسول ﷺ کا ہے، اور جو حصہ اللہ کے رسولؐ کے لئے تھا وہ ہمارے لئے ہے اور پھر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے یہ آسانی کر دی ہے کہ اپنی روزی کے پانچ درہم میں ان سے پانچواں درہم وہ اپنے رب کے لئے قرار دیں اور چار کو وہ حلال سمجھ کر کھائیں اسی طرح خمس کی باقی تفصیلات بھی آپؑ کے دور میں بڑی واضح ہو کر سامنے آئیں

خمس وصول کرنے پر مامور افراد:

۱۔ عبداللہ بن جندب ۲۔ یونس بن یعقوب بن قیس

۳۔ مفضل بن عمر

۴۔ عثمان بن عیسی

حضرت امام علی رضاؑ کا زمانہ اور خمس:

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے کیونکہ خمس کے بارے میں خلفائے بنی عباس نے بھی کافی تبدیلیاں کیں اور اس فریضے کو کم کرنے کے لئے انہوں نے اپنا سازشی کردار جاری رکھا ہوا تھا اس کے باوجود آئمہؑ اپنے شیعوں کو خمس کی اہمیت سے آگاہ کرتے تھے اور اس بارے سختی میں بھی کرتے کہ خمس ادا کرو۔ جب خراسان سے ایک تاجر نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اسے خمس کی بابت مہلت سے دیں اور فی الحال اس کو خمس نہ دینے کی اجازت دے دیں تو آپ نے اس کے جواب میں تفصیل سے لکھا کہ اور اس جواب میں خمس کے مصارف کو بھی بیان کیا اور اس میں یہ جملہ بہت ہی اہم ہے کہ آپ نے لکھا "ان اداء الخمس مفتاح لرزقکم ۔۔۔۔۔۔ " کہ خمس ادا کرنا تمہاری روزی کی چابی ہے اور تمہارے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے اور اس شخص کو خمس نہ دینے کی رخصت نہ دی بلکہ سختی سے کہا کہ، خمس بروقت ادا کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے۔

خمس آل محمد علیہم السلام کے لئے خاص ہے:

ایک طویل حدیث میں امام رضاؑ سے یہ بیان ہے، واما منہ فقول اللہ عزوجل واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی فقرن سھم ذی القربی مع سھمہ وسھم الرسول اللہ (الی ان قال) فبدء بنفسہ ثم برسولہ ثم بذی القربی فکل ما کان من الفئی والغنیمۃ وغیر ذلك مما رضیہ بنفسہ رضیہ لھم (الی ان قال) واماقولہ؛ والیتامی

والمساکین ، فان الیتیم اذا انقطع یتمه خرج من الغنائم ولم یکن له فیها (منها) نصیب وکذلك المسلمین اذا انقطعت مسکنته لم یکن له نصیب من الغنم و لا یحل له أخذه و سهم ذی القربی قائم الی یوم القیمة فیهم الغنی والفقیر لانی لا اجد اغنی من الله ولا من الرسول (الی ان قال) فلما جاء قصه الصدقة ، نزه نفسه ورسوله ونزه اهل بیته بانما الصدقات للفقراء والمساکین الایة؛ ثم قال فلما نزه نفسه عن الصدقه ونزه رسوله نزه اهل بیته حرم علیهم لان الصدقة محرمة علی محمد وآله وهی اوساخ ایدی الناس لاتحل لهم لانهم طهروا من کل دنس ووسخ

امام رضاؑ سے؛آپؑ نے فرمایا، آٹھویں فضیلت آل محمدؐ کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ واعلموا انما غنمتم من شئ فان الله خمسه وللرسول ولذی القربی، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذوالقربیٰ کے سہم کو اپنے سہم اور رسول اللہ کے سہم سے ملایا ہے (اس کے بعد فرمایا) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے بات کو شروع کیا ہے اور پھر اپنے رسولؐ کا ذکر فرمایا ہے انکے بعد ذوالقربیٰ کو بیان کیا ہے پس فیئ اور غنیمت وغیرہ (خمس) میں جس کو اپنے لئے پسند کیا ہے اسے ان کے لئے بھی پسند فرمایا ہے۔

(اس کے بعد فرمایا) بہر حال اللہ کا یہ قول والیتامی والمساکین، تو یتیم جب یتیمی سے نکل جائے گا تو اسکا حصہ غنائم سے (خمس سے) ختم ہو جائے گا اس طرح مسکین کی جب مسکنت (احتیاج) والا عنوان ختم ہو جائے گا تو اس کے لئے بھی غنائم (خمس) سے حصہ نہ رہے گا

اور اس کے لئے اس (خمس) سے کچھ لینا جائز نہیں جبکہ ذوالقربی کا حصہ جو ہے وہ قیامت تک برقرار ہے ان میں جو غنی، مالدار یا فقیر ہیں یہ حصہ برقرار ہے کیونکہ اللہ اور اللہ کے رسول سے کوئی ایک بھی زیادہ مالدار اور غنی نہیں ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے غنیمت سے (خمس سے) اپنے لئے اور اپنے رسول کے لئے پسند فرمایا ہے اسی کو بعینہٖ ذوالقربی کے لئے پسند فرمایا ہے اس طرح فئی کے مال میں ہے کہ جس کو اپنے لئے اور اپنے رسولؐ کے لئے پسند فرمایا ہے اسے ذی القربی کے لئے پسند فرمایا ہے (اسکے بعد فرمایا) لیکن جب صدقہ (واجب زکوۃ) کی بات آئی تو اللہ تعالیٰ نے خود کو اور اپنے رسولؐ کو اس سے دور اور پاک رکھا اور اہل بیتؑ سے بھی اسے دور اور پاک رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛انما الصدقات للفقراء والمساکین۔آیت؛ پس جب اللہ تعالیٰ خود کو اور اپنے رسولؐ کو صدقہ (واجب زکوۃ) سے دور اور پاک رکھا ہے اسی طرح اس نے رسول اللہؐ کے اہل بیتؑ کو بھی اس سے دور اور پاک رکھا ہے یہی نہیں بلکہ ان پر (زکات کے استعمال کو) حرام قرار دیا ہے کیونکہ صدقہ (واجب زکات) محمد وآل محمد علیہم السلام پر حرام ہے یہ (اموال) لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہیں جو ان کے لئے (اہل بیت) کے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ ہر قسم کے دنس (میل کچیل، گندگی) سے پاک ہیں۔[1]

1التہذیب ج۴ص۱۶،الوسائل ج۶ص۳۴۸

خمس کی وصولی پر مامور افراد:

ا۔صفوان بن یحیٰ ۲۔یونس بن عبدالرحمٰن

۳۔محمد بن سنان ۴۔عبداللہ بن جندب

۵۔نصر بن قابوس اللخمی

امام محمد تقی الجواد کا زمانہ اور خمس کا فریضہ:

ا۔امام جوادؑ نے بھی خمس کے فریضے کی اہمیت اپنے شیعوں پر واضح کی چنانچہ محمد حسن اشعری لکھتے ہیں کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے ابو جعفر ثانی یعنی امام محمد تقیؑ کی طرف لکھا اور سوال کیا کہ آپ ہمیں خمس کے بارے میں لکھیں کیا کوئی انسان جو کچھ کماتا ہے اور حاصل کرتا ہے چاہے وہ تھوڑا ہو یا بہت خمس اُس پر دینا واجب ہے؟آپؑ نے فرمایا جی ہاں! خمس دینا واجب ہے لیکن اخراجات نکالنے کے بعد۔[1]

۲۔علی بن مہزیار سے روایت ہے راوی کہتا ہے ابو علی بن راشد نے مجھ سے یہ بات بیان کی کہ میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا، آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے امر کو انجام دوں اور آپکے حق کو وصول کروں تو میں نے آپ کے موالیوں سے یہ بات کہی تو ان میں سے بعض نے مجھ پر سوال کیا کہ ان کا کونسا حق ہے جس کا ہم سے مطالبہ کر رہے ہو تو امامؑ نے فرمایا: ان پر خمس دینا واجب ہے

[1] التهذيب ج۴ص۱۲۳،وسائل الشيعه ج٦ص۳۴۸

راوی: میں نے سوال کیا کہ خمس کس چیز پر دینا واجب ہے؟

تو امامؑ نے فرمایا ان کے اموال سے تمام اثاثہ جات سے۔

راوی: تاجر پر بھی ہے اور صنعت کار پر بھی ہے؟

امامؑ نے فرمایا اگر ان کے پاس اخراجات کے بعد جو مال بچ جائے تو اس پر خمس ہے۔

اس طرح آپؑ نے خمس وصول کرنے والے اپنے وکیل کو تحریر فرمایا خمس تمام فوائد و منافع پر دینا واجب ہے خمس سے جو مال کسی کے پاس ہو وہ میرے وکیل کے پاس پہنچا دے آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن خمس نہ دینے والوں سے سخت باز پرس ہو گی[1]

خمس وصول کرنے پر مامور افراد:

۱۔ زکریا بن آدم قمی	۲۔ علی بن مہزیار
۳۔ سعد بن سعد الاشعری القمی	۴۔ ابراہیم بن محمد الھمدانی
۵۔ عبدالعزیز بن الھردی	۶۔ صفوان بن یحییٰ
۷۔ یحییٰ بن ابی عمران الھمدانی	

[1] الوسائل ج٦ص٣٣٨ ، التہذیب ج٣،ص١٢١ الکافی ج١ ص٣٦٠

امام علی نقیؑ کا زمانہ اور خمس:

امام علی نقیؑ سے تہذیب الاحکام میں ایک روایت نقل ہوئی ہے آپؑ سے سوال کیا گیا ایک آدمی اپنی زمین سے ایک سو "کر" (کر، وزن کا پیمانہ ہے) گندم وصول ہوتی ہے اور اس نے زکوۃ (دسواں) اس سے دے دیا ہے اس کا زمین بنانے اور فصل پر جو خرچہ بنتا تھا وہ تیس کر تھا وہ بھی اس نے علیحدہ کر لیا ہے باقی اس کے پاس ساٹھ کر بچے ہیں، یعنی یہ سمجھ لیں کہ سو من گندم ہوئی ہے دس من اس نے زکوۃ دی ہے، تیس من اس کے اخراجات ہو گئے، بیس من اس کے پاس بچ گئی ہے اب وہ شخص مولاؑ سے سوال کرتا ہے کیا اس پر کوئی چیز واجب ہے یا اس پر کچھ نہیں ہے؟

امامؑ نے فرمایا اخراجات کے بعد جو کچھ اس کے پاس بچ جائے اس پر خمس میرا حق ہے اسے باقی بچے ہوئے مال سے خمس ادا کرنا ہوگا۔

حضرت ابوالحسن علی الھادیؑ سے سوال کیا گیا کہ ﴿واعلموا انما غنمتم من شئ فان فیه خمسه للرسول ولذی القربیٰ والیتامی والمساکین﴾ اس سے مراد کون ہیں؟ تو آپؑ نے جواب میں فرمایا جو حصہ اللہ کے لئے ہے تو وہ رسول ﷺ کے لئے ہے اور جو رسول اللہ کا حصہ ہے وہ امام کے لئے ہے[1]

[1] التهذيب ج۴ص١٢٦

خمس وصول کرنے پر مامور افراد:

۱۔ایوب بن نوح بن دراج النخعی	۲۔ابو علی بن راشد
۳۔علی بن جعفر العمانی	۴۔حسن بن راشد
۵۔احمد بن محمد الکوفی	۶۔عثمان بن سعید العمری

حضرت امام حسن عسکریؑ کا زمانہ اور خمس:

اس بارے میں ریان بن صلت روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکریؑ کی طرف خط لکھا کہ مولاؑ بیان فرمائیں میرے اموال میں سے مجھ پر کیا واجب ہے؟ میرا ایک زمین کا ٹکڑا ہے جس سے میں نے غلہ حاصل کیا اور کچھ مچھلیاں میرے پاس ہیں کیونکہ میرا مچھلیوں کا کاروبار ہے یوں سمجھ لیں اسکا فش فارم تھا اس کا ذکر کر رہا ہے اس طرح کچھ نئے شکر (گنے) کے کھیت ہیں اور میں ان کو بیچتا ہوں اور کچھ سرگنڈے کے جنگلات ہیں میں ان کو بھی بیچتا ہوں ان سب سے آمدنی ہوتی ہے تو ان سب میں سے مجھ پر کیا کچھ دینا واجب ہے؟

قابل توجہ: دیکھیں سوال کرنے والا شخص مختلف چیزوں کے بارے میں پوچھ رہا ہے، غلات کے بارے میں پوچھ رہا ہے، چینی کے بارے میں، سرگنڈوں کے بارے میں پوچھ رہا ہے، غلے کے بارے میں پوچھ رہا ہے ان سب اموال سے جو آمدنی ہوتی ہے مجھ پر اس سے کیا دینا واجب ہے؟

امامؑ فرماتے ہیں؛ ان سب پر خمس دینا واجب ہے!

خمس وصول کرنے والے نمائندگان:

آپؑ نے مختلف علاقوں میں خمس کی وصولی کے لئے نمائندگان مقرر کئے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

ابراہیمؒ بن عبدہ نیشاپوری ایوبؒ بن نوح

احمدؓ بن اسحاق رازی		احمد بن اسحٰق القمی

جعفر بن سہیل		جعفرؒ بن سہیل

عثمانؓ بن سعید عمری

چونکہ اس دور میں شیعہ کافی علاقوں میں پھیل چکے تھے اس لئے آپؑ نے کافی افراد کو خمس کی وصولی کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔

حضرت امام زمانہ عج کی غیبت صغریٰ کا زمانہ اور خمس:

اپنے مال سے خمس نہ دینے والا جہنمی ہے۔(امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)

شیخ صدوق نے کمال الدین میں خمس کے بارے میں روایات بیان کی ہیں اور آپؑ سے جو توقیعات صادر ہوتی رہی ہیں ان سے خمس کی بڑی اہمیت ثابت ہوتی ہے ان تحریرات میں آیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے مال سے کوئی چیز بھی تھوڑی ہو یا بہت کوئی کھا جائے ہمیں اس کا خمس ادا نہ کرے تو گویا اس نے اپنے پیٹ میں آگ بھری ہے اور وہ جہنم میں جلے گا۔

محمد بن عثمان العمری نے امام کی خدمت میں کچھ سوال لکھ کر بھیجے ان کا جواب یہ آیا؛

بہر حال آپ نے جو یہ سوال کیا ہے کہ ہمارے اموال میں جو کسی کے پاس مال ہے اور وہ اسے اپنے لئے حلال قرار دیتا ہے اسکا کیا حکم ہے۔

تو وہ شخص جو ان اموال میں ہماری اجازت کے بغیر تصرف کرتا ہے تو واضح ہے ایسا کرنے والا شخص ملعون ہے اور ہم اسکے دشمن ہیں،، تحقیق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ؛ میری عترت کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اگر کوئی شخص اسے حلال قرار دے تو وہ شخص میری زبان پر اور ہر نبی کی زبان پر ملعون ہے اور جو ہمارے اوپر ظلم کرے وہ ان پر ظلم کرنے والوں میں سے ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"الالعنۃ اللہ علی

الظـــــالمین۔۔۔" کسی کو حق نہیں کہ وہ دوسرے کے مال میں اسکی اجازت کے بغیر تصرف کرے تو پھر یہ بـات ہمارے مال کے بـارے کیسے جـائز ہو جائے گی؟جو شخص ہمارے امر کے بغیر کچھ اقدام کرے گا تو اس نے ہمارے مال کو حلال کردیـا ہے جو اس پر حرام قرار دیـا گیا تھا جو ہمارے مال سے کچھ کھا جاتـا ہے بغیر اجازت کے تو اپنے شکم میں آگ بھرتا ہے،آگ میں جلے گا۔اسی طرح فرمایا جو ہمارے مال سے ایك درہم حلال سمجھ کر کھا جائے اس پر اللہ، اللہ کے فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہے[1]

امام زمانہؑ کی غیبت صغریٰ میں خمس وصول کرنے والے افراد:

۱۔نائب اول ابو عمرو بن عثمان بن سعید العمری

۲۔نائب دوم ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید العمری

۳۔ابو القاسم الحسین بن روح النوبختی

۴۔ابوالحسن علی بن محمد السمری

حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے بالترتیب یہ حضرات نُوّابِ اربعہ اور خصوصی سفراء تھے پھر انہوں نے شیعوں کے تمام علاقوں میں اپنے نمائندے مقرر کئے ہوئے تھے کیونکہ یہ امامؑ کا زمانہ تھا، ہر شخص اپنے اپنے علاقے میں خمس وصول کرنے کا

[1] کمال الدین ص۲۸۸، الوسائل ج٦،ص۳۷۷

نمائندہ تھا اور وہ خمس وصول کرکے امامؑ کے نائب خاص کے پاس لے آتا تھا اور وہ اس مال کو امامؑ کے پاس پہنچاتے تھے تاریخ غیبت صغریٰ میں ایسے واقعات کثیر تعداد میں موجود ہیں کہ کس طرح خمس امامؑ کے پاس پہنچایا جاتا تھا اور امامؑ کے دستور کے مطابق اسے مصرف میں لایا جاتا تھا[1]

[1] الغیبۃ نعمانی، الغیبۃ للطوسی، کمال الدین للصدوق، الاحتجاج

باب پنجم

قرآن و سنت اور آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات کی روشنی میں فریضہ خمس کے موارد

خمس کے موارد کا بیان:

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ خمس اسلام کا ایک اہم مالی فریضہ ہے اور یہ فریضہ زکات کے علاوہ ہے اور یہ بھی قرآن مجید کی آیت کریمہ اور احادیث نبویہ اور بیانات آئمہ طاہرین علیہم السلام سے واضح ہو گیا کہ انسان جو کچھ کماتا ہے اس سے اپنے ضروری اخراجات منہا کرنے کے بعد اس کے پاس جو کچھ بچ جاتا ہے اس پر خمس دینا واجب ہوتا ہے۔ذیل میں ہر مورد کے متعلق احادیث اور بیانات آئمہ اہل بیتؑ نقل کر رہے ہیں تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ خمس کے جو سات موارد ہیں وہ احادیث سے ثابت ہیں پہلے ان موراد کے عناوین کو ذکر کرتے ہیں اور انکے بعد ہر عنوان کے بارے جو احادیث آئی ہیں ان کو بیان کریں گے۔

پہلے ہم ان موارد کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے خمس دینا واجب ہے وہ امور بالترتیب سات ہیں ،ان موارد میں سے ہر ایک کے لئے مستندات کا تذکرہ کرنے کے بعد ہم ہر عنوان کو علیحدہ باب میں قوانین کی صورت میں بیان کریں گے۔

خمس کے موارد:

۱۔ارباح مکاسب
۲۔معدنیات
۳۔کنز یا خزانہ
۴۔غوطہ خوری
۵۔مال حلال مخلوط بہ حرام
۶۔وہ زمین جو کافر ذمی مسلمان سے خریدتا ہے
۷۔مال غنیمت

فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت کے نزدیک خمس کے موارد کا چارٹ

ذیل میں ایک چارٹ کے ذریعے فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت کے نزدیک خمس کے موارد کو بیان کیا گیا ہے تاکہ موارد خمس میں اختلافی نقطہ نظر کو آسانی سے سمجھا جا سکے

نمبر شمار	موارد خمس	فقہاء اسلام کا مشترکہ قول	فقہاء امامیہ کا منفرد قول
۱	ارباح مکاسب (محنت، مزدوری، کسب و کار سے حاصل شدہ آمدن)		صرف فقہ جعفری کے نزدیک خمس دینا ہوتا ہے
۲	معدنیات		صرف فقہ جعفری کے نزدیک خمس دینا ہوتا ہے
۳	کنز یا خزانہ	فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت میں مشترک مورد ہے کہ اس سے خمس دینا ہے	
۴	مال حلال جو حرام سے مخلوط ہوا ہو		صرف فقہ جعفری کے نزدیک خمس دینا ہوتا ہے
۵	جنگی غنائم	فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت دونوں میں	

		مشترک ہے کہ ان سے خمس دینا ہوتا ہے	
٦	غوص یا غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال	فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت میں مشترک ہے کہ اس مال سے خمس دینا ہوتا ہے	
٧	وہ زمین جو کافر ذمی مسلمان سے خریدے		صرف فقہ جعفری کے نزدیک خمس دینا ہوتا ہے

ارباح مکاسب میں وجوبِ خمس کے دلائل:

تعریف: ارباح "ربح" کی جمع ہے، اس کا معنی منفعت ہے، فقہی اصطلاح میں سال بھر کے اخراجات کے بعد جو بچ جائے اسے ارباح (منافع) کہتے ہیں، جس کی تفصیل اس کتاب میں قوانین کے بیان میں آئے گی۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان:

ا۔ عن علی بن مهزیار قال: قال لی أبو علی بن راشد: قلت له: أمرتنی بالقیام بأمرك وأخذ حقّك فأعلمت موالیك بذلك،فقال لیبعضهم:وأیشیء حقّه! فلم أدرِ ما أُجیبه فقال:یجب علیهم الخمس فقلت؛ففی أیّ شیء! فقال: فی أمتعتهم و صنائعهم قلت: والتاجرعلیه والصانع بیده! فقال:إذا أمكنهم بعد مؤنتهم[1]

ترجمہ: علی بن مهزیار ابو علی بن راشد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے امام علی النقی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: آپ نے مجھے احکامات کی تعمیل اور اپنے حقوق حاصل کرنے کا حکم دیا تھا پس میں نے آپ کے چاہنے والوں سے اس بات کا تذکرہ کیا تو ان میں سے بعض نے پوچھا کہ امام علیہ السلام نے کونسا حق لینے کی بات کی ہے؟ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس بات کے جواب میں کیا کہوں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کے اوپر خمس واجب ہے، میں نے دریافت کیا خمس کس چیز پر واجب ہے؟ امام نے فرمایا: ان کے اموال پر اور صنعت و حرفت

1 التهذیب ج، ۴ ص، ۱۲۳ ح، ۳۵۳؛ الاستبصار ج، ۲ ص، ۵۵ ح، ۱۸۲

پر، میں نے پھر پوچھا، اور وہ شخص جو ان اموال سے تجارت کرتا ہے یا ہنر مند ہے؟ امام نے فرمایا اگر ان کے اخراجات کے بعد جو ان کے پاس بچ جائے تو پھر اس پر خمس واجب ہے۔

۲۔ عن سماعة قال: سالت ابا الحسن علیه السلام عن الخمس؟ فقال: فی کلّ ما افاد الناس من قلیل او کثیر[1]

ترجمہ: سماعہ روایت کرتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے خمس کے بارے میں دریافت کیا تو امام نے جواب میں فرمایا: خمس ہر اس چیز پر واجب ہے جو انسان کماتا ہے چاہے کم ہو یا زیادہ۔

۳۔ عن احمد بن محمد بن عیسیٰ عن یزید قال: کتبت: جعلت لك الفداء تعلّمنی ما الفائدة وما حدّها رایك ابقاك الله ان تمنّ علیّ ببیان ذالك، لکی لا اکون مقیماً علیٰ حرام لا صلاة لی ولا صوم، فکتب علیه السلام: الفائدة مما یفید الیك فی تجارة من ربحها، وحرث بعد الغرام، او جائزة[2]

ترجمہ: احمد بن محمد بن عیسیٰ یزید سے روایت نقل کرتا ہے کہ انہوں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں مراسلہ لکھا: میں قربان جاؤں فائدہ سے مراد کیا ہے اور اس کے حدود کیا ہیں یہ بیان فرما کر مجھ پر احسان کریں اللہ آپ کی عمر دراز کرے، تاکہ میں حرام میں مبتلا نہ ہو جاوں کہ میری نمازیں اور روزے کچھ نہ بچیں: امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا: فائدہ سے مراد

1 الکافی ج، ۱ ص، ۵۴۵ ح، ۱۱
2 الکافی ج، ۱ ص، ۵۴۵ ح، ۱۲؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۵۰۳ ح، ۷

وہ چیز ہے جو تجارت میں منافع کی صورت میں ، یا زراعت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اخراجات منہا کرنے کے بعد اور وہ انعام یا ہدیہ جو انسان کو ملتا ہے۔

۴۔ عن ابی بصیر، عن ابی عبد اللہ(علیہ السلام)قال: کتبت إلیہ فی الرجل یھدی إلیہ مولاہ والمنقطع إلیہ ھدیّۃ تبلغ ألفی درھم أو أقلّ أو أکثر،ھل علیہ فیھا الخمس! فکتب(علیہ السلام): الخمس فی ذلك،وعن الرجل یکون فی دارہ البستان فیہ الفاکھۃ یأکلہ العیال إنّما یبیع منہ الشیء بمائۃ درھم أوخمسین درھماً،ھل علیہ الخمس!فکتب:أمّا ما أُکل فلا،وأمّا البیع فنعم،ھو کسائر الضیاع[1]

ترجمہ : ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ میں نے امام کو اس شخص کے بارے میں لکھا جس کو اپنے آقا کی جانب سے بطور ہدیہ دو ہزار درہم اس سے کم یا اس سے زیادہ مالیت کی چیز ملتی ہے کیا اس شخص پر اس ہدیہ کا خمس واجب ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اس پر خمس ہے، پھر میں نے اس شخص کے بارے میں لکھا کہ جس کے گھر میں باغ ہے جہاں پھل لگتے ہیں اس کے گھر والے اس میں سے پھل کھاتے ہیں لیکن وہ شخص اس کا کچھ حصہ سو درھم یا پچاس درھم میں بیچ دیتا ہے کیا اس پر خمس ہے؟ امام نے فرمایا: جتنی مقدار میں پھل گھر والوں نے کھائے ہیں ان پر خمس نہیں ہے لیکن جو بیچا گیا ہے اس پر خمس ہے کیونکہ اس کا حکم دیگر زمینوں کی طرح ہے۔

1 وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۵۰۴ ح، ۱۰

۵۔ عن علی بن مھزیار، فإن فیھا: ((فأما الغنائم و الفوائد فھی واجبة علیھم فی کل عام قال الله تعالی: [واعلموا۔۔۔] الآیة۔إلی أن قال(علیه السلام): ((والغنائم والفوائد یرحمك الله فھی الغنیمة یغنمھا المرء والفائدة یفیدھا والجائزة من الإنسان للإنسان التی لھا خطر والمیراث الذی لایحتسب من غیر أب ولا ابن۔

ترجمہ: علی بن مہزیار نقل کرتا ہے کہ بے شک غنائم پر خمس ہے، غنائم اور فوائد پر خمس ہر سال واجب ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اور جان لو۔۔۔'' الآیہ۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا'' غنائم اور فوائد سے مراد اللہ آپ پر رحم فرمائے، وہ کمائی ہے جو انسان حاصل کرتا ہے اور وہ فائدہ جو انسان کو حاصل ہوتا ہے، کوئی بھی انعام یا تحفہ جو کسی اور کی جانب سے ملتا ہے جس کی کوئی قیمت ہوتی ہے یا ایسی میراث باپ کی جانب سے یا بیٹے کی طرف سے نہ ہو حاصل ہو جائے یہ سب غنیمت اور فوائد کی اقسام ہیں۔

۶۔ عن حکیم فی تفسیر قول الله تعالی: [واعلموا۔۔۔] الآیة،إلی أن قال: ((ھی والله الإ فادة یوماً بیوم إلاّ أن أبی جعل شیعة فی حلّ لیزکوا))

ترجمہ: حکیم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول [واعلموا۔۔۔] الآیۃ۔ سے متعلق نقل کیا ہے کہ معصومؑ نے فرمایا'' غنیمت سے مراد اللہ کی قسم روزانہ کی بنیاد پر حاصل ہونے والا فائدہ ہے مگر یہ کہ میرے والد بزرگوار نے اپنے چاہنے والوں کے لیے اس کو حلال قرار دیا ہے تاکہ ان کا تزکیۂ نفس ہو سکے۔

سال بھر کے اخراجات نکالنے کے بعد ایک مرتبہ خمس کا حساب کرنا یہ ہدایت ہے آئمہ اہل البیتؑ اسلام کی طرف سے اپنے شیعوں کے لئے۔

۷۔ ماعن الفقه الرضوی من أن ((كل ما أفاده الناس فهو غنيمة))

ترجمہ: فقہ رضوی میں منقول ہے کہ معصومؑ نے فرمایا: لوگوں کو جس کام میں بھی کوئی نفع یا فائدہ حاصل ہو جائے وہ سب غنیمت ہے۔

معدنیات سے وجوب خمس کے دلائل:

تعریف: معدن مفعل کے وزن پر ہے، ہر اس چیز کو معدن کہتے ہیں جس کی اصل اور جڑ ہو پھر ایسا پتھر، چٹان اور ایسی چیز جو فائدہ مند ہو اور زمین کے اندر سے نکلے۔

معدن دھات کے معنی میں بھی ہے۔

نبی اکرمؐ نے معدنیات میں خمس کے بارے میں فرمایا؛

سرداران عباہلہ کے نام پیغمبر اکرم ﷺ کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛ من محمد رسول اللہ الی الاقیال العباھلۃ والازواع المشابب فی التیعۃ شاۃ لا مقورۃ الالیاط والاضناک وانطوا الثبجۃ وفی السیوب الخمس ومن زنی مم بکرٍ فاصقعوہ مائۃً واستوفضوہ عاماً ومن زنی مم ثیب فضرجوہ بالاضامیم ولا توصیم فی الدین ولا غمۃ فی فرائض اللہ تعالیٰ وکل مسکر حرام ووائل ابن حجرٍ یترفل علی الاقیال

اللہ رحمٰن اور رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

(یہ خط ہے) اللہ کے رسول محمدؐ کی جانب سے سرداران عباہلہ اور نیک دل شرفاء کے نام (چالیس بکریوں) کے گلے کے لئے ایک بکری (زکاۃ مقرر کی جاتی ہے) اور وہ بکری نہ تو لاغر اور کمزور ہو اور نہ بہت موٹی ہی ہو بلکہ متوسط درجے کی ہو۔

غنیمت و معاون کی آمدنی پر خمس (پانچواں حصہ) دینا ہو گا اور جو شخص کنواری لڑکی سے زنا کرے اس کو سو درے لگاؤ اور جو شادی شدہ عورت سے ملوث ہو اس کو سنگسار کرو۔

احکام دین کی تعمیل میں شرم وعار نہ ہونا چاہیے، واجبات خداوندی کی تکمیل میں اخفاو رعایت ناجائز ہے ہر نشہ آور شے حرام ہے (اور آگاہ ہو کہ) ہم نے وائل بن حجر کو سرداران یمن پر حاکم بنایا ہے[1]

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا معدنیات سے خمس کے وجوب کا بیان:

ا۔ عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیه السلام قال: سالته عن معادن الذهب والفضة والصفر والحديد والرصاص؟ فقال عليها الخمس جميعاً[2]

ترجمہ: محمد بن مسلم روایت نقل کرتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے معدنیات میں سے سونا، چاندی۔۔۔۔ لوہا اور تانبے کے بارے میں دریافت کیا،
آپ علیہ السلام نے فرمایا! ان سب پر خمس ہے۔

عن محمد بن مسلم قال سألت ابا جعفر (عليه السلام) عن الملاّحة؛ فقال: (وما الملاحة) فقال: أرض سبخة مالحة يجتمع فيه الماء فيصير ملحاً، فقال: هذا المعدن فيه الخمس فقلت: والكبريت والنفط يخرج من الأرض، قال فقال: هذا وأشباهه فيه الخمس[3]

---

1 نہج الفصاحت (اردو ترجمہ)
2 التهذيب ج، ۴ ص، ۱۲۲ ح، ۳۴۵
3 التهذيب ج، ۴ ص، ۱۲۲ ح، ۳۴۹؛ من لا يحضره الفقيه ج، ۲ ص، ۲۱ ح، ۷۶

ترجمہ: محمد بن مسلم روایت کرتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے "ملّاحہ" کا حکم دریافت کیاتوآپؑ نے فرمایاملّاحہ سے کیا مراد ہے ؟میں نے عرض کیاایسی شور زدہ زمین جس میں نمک کے ذرات ہوتے ہیں وہاں پر پانی جمع ہو جاتا ہےاور وہ زمین نمک زار بن جاتی ہے امام نے فرمایا یہ معدنیات میں سے ہےاس پر خمس ہے، !

میں نے گندھک اور تیل کے بارے میں پوچھا جو زمین سے نکلتا ہے توامام علیہ السلام نے فرمایا یہ اوراس طرح کی دیگر چیزوں پر خمس ہے۔

۲۔ عن البزنطی عن ابی الحسن علیہ السلام عما اخرج المعدن من قلیل او کثیرھل فیہ شیء؟ قال: لیس فیہ شیءحتیٰ یبلغ مایکون فی مثلہ الزکاۃعشرین دینارا ً [1]

ترجمہ: بزنطی امام رضا علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام سے معدن کے بارے میں دریافت کیا گیا کم ہو یا زیادہ تو اس کا حکم کیا ہے ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اگر اس کی مقدار اتنی ہو جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے تو خمس ہے یعنی بیس دینار کی مالیت کے برابر ہو تو خمس ہے

۳۔ عن الحلبی فی حدیث قال سألت أبا عبداللہ(علیہ السلام)--وعن المعادن کم فیھا! قال:((الخمس))

ترجمہ: حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے معادن سے متعلق دریافت کیا،
آپ علیہ السلام نے فرمایا: معادن پر خمس ہے۔

---

1 التہذیب ج، ۴ ص، ۱۳۸ ح، ۳۹۱؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۹۳ ح، ۱

کنوز یا خزانہ سے وجوب خمس کے دلائل

تعریف: کنوز، کنز کی جمع ہے اسکا معنی خزانہ کا ہے۔ سونے کو بھی کنز بولا جاتا ہے۔

رکاز: زمین کے اندر پیدا ہونے والی کچی دھات، خزانہ، دفن کیے ہوئے جواہرات، دفن شدہ مال کو رکاز کہا جاتا ہے چاہے آدمی نے خود دفن کیا ہو جیسے کنز/خزانہ، یا اللہ کی طرف سے پوشیدہ مال جو زمین میں رکھا گیا ہے جیسے معدن۔

رکاز کا معنی (معادن):

مفسرین اور فقہاء نے رکاز سے معادن مراد لیا ہے بعض کے نزدیک رکاز سے خمس لینا رائج نہ تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت علیؑ کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے رکاز سمیت ے تمام موارد سے خمس لینے کا حکم دیا۔

واضح رہے رکاز کا لفظ احادیث میں خزانہ اور معدن دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔اور دونوں پر خمس دینا واجب ہے شرط یہ ہے کہ وہ مال نصاب کے برابر ہو۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان:

١۔ عن البزنطی،عن أبي الحسن الرضا(علیه السلام)،قال: سألته عمّا یجب فیه الخمس من الکنز! فقال علیه السلام: مایجب الزکاة فی مثله ففیه الخمس[1]

1 من لا یحضره الفقیه ج ٢ ص، ٢١ ح، ٧٥؛ وسائل الشیعه ج، ٩ ص، ٣٩٥ ح، ٢

ترجمہ: بزنطی نقل فرماتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے کنز (دفینہ) کے بارے میں سوال کیا کہ اسکی کتنی مقدار پر خمس واجب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا جتنی مقدار زکوۃ واجب ہوتی ہے اتنی مقدار پر خمس واجب ہے۔

۲۔ عن أبي الحسن الرضا(علیه السلام)قال: سُئل الرضاعلیه السلام(عن مقدار الکنز الّذی یجب فیه الخمس! فقال: ما یجب فیه الزکاة من ذلك ففیه الخمس، وما لم یبلغ حدّ ما یجب فیه الزکاة فلا خمس فیه

ترجمہ: امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ دفینہ کس مقدار میں ہو تو اس پر خمس واجب ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا اگر اس کی مقدار نصابِ زکات کے برابر ہو تو اس پر خمس واجب ہے اگر زکات کے نصاب تک نہ پہنچے تو کوئی خمس نہیں ہے۔

۳۔ جاء عن علی علیه السلام أنّ رجلاً دفع الیه مالاً أصابه من دفن الأوّلین، فقال؛ لنا فیه الخمس، فهو علیك ردّ[1]

ترجمہ: ایک شخص امام علیؑ کے پاس ایسا مال لے کر آیا جو سابقہ لوگوں نے زمین میں دفن کیا ہوا تھا اس نے وہ مال امامؑ کی خدمت میں پیش کیا پس امامؑ نے وہ مال اس سے لے کر فرمایا کہ ہمارے لئے اس مال میں خمس ہے اور باقی مال آپ کو پلٹایا جائے گا۔

1 دعائم الاسلام ج۲،ص۳۹۳؛ مستدرک الوسائل ج۷،ص۲۸۲ ح۸۲۳۰

غوص یا غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال سے خمس کے وجوب کے بارے میں دلائل

تعریف: گہری، غوطہ لگانا،

فقہ کی اصطلاح میں غوطہ لگا کر گہرے پانی سے کچھ نکال کر لے آنا جیسے موتی،جواہرات اس عمل کو عربی زبان میں غوص کہا جاتا ہے۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان:

ا۔ عن محمد بن علی بن ابی عبداللہ عن ابی الحسن علیه السلام قال: سالته عمّا یخرج من البحر من اللؤلؤ والیاقوت والزبرجد، وعن معادن الذهب والفضة، هل فیها زکاة ؟ فقال: اذا بلغ قیمته دینارا ففیه الخمس[1]

ترجمہ: محمد بن علی بن ابا عبداللہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت نقل کرتا ہے کہ: میں نے امام علیہ السلام سے دریا (سمندر) سے نکلنے والے موتی، یاقوت، زبرجد، سونا اور چاندی کے کانوں سے متعلق دریافت کیا کہ کیا ان اشیاء پر زکوۃ ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اگر دریا سے نکالی جانے والی چیز کی قیمت ایک دینار کے برابر ہو تو اس پر خمس ہے۔

1 التہذیب ج، ۴ ص، ۱۲۴ ح، ۳۵۶؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۹۳ ح، ۵

۲۔ سئل ابو عبداللہ علیہ السلام عن سفینۃ انکسرت فی البحر فاخرج بعضھا بالغوص واخرج البحر بعض ما غرق فیھا فقال: امّا ما اخرجہ البحر فھو لاھلہ، اللہ اخرجہ، وامّا ما اخرج بالغوص فھولھم وھم احق بہ [1]

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی کشتی کا حکم پوچھا گیا جو دریا میں ٹوٹ کر غرق ہو گئی تھی، اس کا کچھ حصہ غوطہ خوروں نے نکالا اور کچھ کو دریا نے خود ساحل پر پھینک دیا امام علیہ السلام نے فرمایا: جس حصے کو دریا نے باہر نکال دیا ہے وہ ان کے مالکوں کا حق ہے کیونکہ خدا نے خود اس چیز کو ساحل تک پہنچایا ہے، لیکن جس حصے کو غوطہ خوروں نے نکالا ہے وہ ان کے لیے ہے وہ اس پر زیادہ حق رکھتے ہیں۔

وضاحت: یہ ایسی کشتی کے بارے میں ہے جسے غرق ہونے کے بعد مالکوں نے نکالنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہو اس پر خمس نہیں ہے کہ اس میں موتی جواہرات وغیرہ کا تذکرہ نہیں فقط کشتی کا بیان ہے البتہ یہ نکالا ہوا مال اس کی آمدنی میں شامل ہو گا اس کے منافع پر اپنی ضروریات نکالنے کے بعد خمس ہو گا۔

1 التهذيب ج، ٦ ص، ٢٩٥ ح، ٨٢٢

حلال مال جو حرام مال سے مخلوط ہو اس سے خمس نکالنے کے وجوب کا ثبوت

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان:

۱۔ عن الحسن بن زیاد عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: انّ رجلاً اتی امیر المومنین علیہ السلام، فقال یا امیر المومنین انّی اصبت مالاً لا اعرف حلالہ من حرامہ، فقال لہ: اخرج الخمس من ذالک المال، فانّ اللہ -عزّوجلّ- قد رضی من المال بالخمس، واجتنب ما کان صاحبہ یعلم[1]

ترجمہ: حسن بن زیاد امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک شخص امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یا امیر المومنین مجھے ایسا مال ملا ہے جس میں سے حلال اور حرام کی مقدار مجھے معلوم نہیں، امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اس مال کا خمس نکالو، بتحقیق اللہ عزوجل خمس نکالے ہوئے مال سے راضی ہے ہاں اگر اس مال کا مالک معلوم ہو تو پھر اس مال سے اجتناب کرو۔

۲۔ عن الحسن بن محبوب قال: سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول: فیما یخرج من المعادن والبحر والغنیمۃ والحلال المختلط بالحرام اذا لم یعرف صاحبہ والکنوز الخمس[2]

ترجمہ: حسن بن محبوب روایت کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انسان معدنیات میں سے جو کچھ نکالتا ہے اور دریا میں سے، اور جو کوئی فائدہ اس

---

1 التہذیب ج، ۴ ص، ۱۲۴ ح، ۳۵۸؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۵۰۵ ح، ۱
2 الخصال ص، ۲۹۰ ح، ۵۱؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۹۴ ح، ۷

کو حاصل ہوتا ہے نیز وہ حلال مال جو حرام کے ساتھ مخلوط ہو چکا ہو اور اس کا مالک معلوم نہ ہو اسی طرح سے جو کنز انسان کو ملتا ہے ان سب پر خمس ہے، اس حدیث میں حلال مال کے حرام مال سے مخلوط ہو جانے پر بھی خمس قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ جاء رجل الیٰ امیر المؤمنین علیہ السلام فقال؛ یا امیر المومنین أصبت مالاً أغمضت فیه أفلی توبة؟قال علیہ السلام ائتنی بخمسه، فاتاه بخمسه،فقال؛ هولك انّ الرجل اذا تاب تاب ماله معه[1]

ترجمہ: ایک آدمی امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور کہا یا امیر المومنینؑ ! مجھے ایسا مال ملا ہے جس کے حلال و حرام کا مجھے پتہ نہیں ہے کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟

امامؑ نے فرمایا؛ میرے پاس اس مال کا خمس لے آؤ پس وہ شخص مال کا پانچواں حصہ لے آیا امامؑ نے فرمایا باقی آپ کے لئے ہے۔بے شک جب انسان توبہ کرتا ہے تو اسکا مال پاک ہو جاتا ہے۔

۴۔ روی السکونی، عن ابی عبدالله علیہ السلام،عن ابیه، عن آبائه، علیہم السلام قال؛ اتیٰ رجل علیاً علیہ السلام فقال؛ انی کسبت مالاً أغمضت فی طلبه حلالاً وحراماً، فقد أردت التوبة ولا أدری الحلال منه

1 من لا یحضر الفقیہ ج۲، ص ۴۳،ح۱۶۵۵؛ وسائل الشیعہ جلد۶،ص۳۵۳

ولا الحرام فقد اختلط علی، فقال علی علیہ السلام: اخرج خمس مالك فانّ الله عزوجل قد رضی من الانسان بالخمس، وسائر المال كلّه لك حلال۔[1]

ترجمہ: سکونی امام جعفر صادقؑ سے اور امامؑ اپنے آباؤ اجداد سے نقل کرتے ہیں کہ امام علیؑ کے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا میرے پاس ایسی کمائی ہے جس میں حلال و حرام مخلوط ہیں، اب میں چاہتا ہوں کہ توبہ کروں لیکن حلال اور حرام کی مقدار نہیں جانتا۔امامؑ نے فرمایا اپنے مال کا خمس نکال دو، بے شک خمس کے ذریعے اللہ انسان سے راضی ہو جاتا ہے اور باقی ماندہ مال اس کے لئے حلال ہو جاتا ہے۔

قانون: جو مال حرام، مال حلال میں مخلوط ہو جائے اور اس کی تشخیص نہ ہو رہی ہو کہ حلال کتنا ہے اور حرام کتنا ہے تو اس مال سے خمس نکال کر اسے حلال قرار دیا جائے گا۔

---

1 من لا یحضر الفقیہ ج۲، ص۱۸۹ ح۳۷۱۳؛ المحاسن ج۲، ص۳۰،ح۱۳۰؛ البحار ج۹۶،ص۱۹۱؛ احیاء الاحیاء ج۳، ص۲۴۲

جنگی غنائم سے خمس کے وجوب کا ثبوت

تعریف: لغت میں بغیر محنت و مشقت کے حاصل شدہ مال، جنگ میں حاصل شدہ مال، کسب و کمائی سے حاصل شدہ مال شریعت کی اصطلاح میں ایسی جنگ جو حضور پاک ﷺ کے حکم سے یا امام معصومؑ کی اجازت سے لڑی گئی ہو اس کے نتیجے میں جو مال ہاتھ لگے اسے غنیمت کہا جاتا ہے۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان:

۱۔ عن أبي بصير، عن أبي جعفر(علیه السلام): كل شيء قوتل عليه على شهادة أن لاإله إلاّ الله تعالى وأن محمداً رسول الله فإن لنا خمسه، ولايحلّ لأحد أن يشتري من الخمس شيئاً حتى يصل إلينا حقّنا[1]

ترجمہ: ابو بصیر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ چیز جو لا الہ الاّ اللہ او ر محمد رسول اللہ کے اثبات کے لیے قتال کی صورت میں ہاتھ آئے اس پر ہمارے لیے خمس ہے، اور کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس میں سے کچھ خریدے جب تک کہ ہمارا حق ہم تک نہ پہنچے۔

۲۔ عن بعض اصحاب ابی عبداللہ عن ابی عبداللہ علیه السلام فی السبی یاخذ العدو من المسلمین فی القتال من اولاد المسلمین او ممالیکهم فیحوزونه، ثم انّ المسلمین بعد

1 الکافی ج،۱ ص، ۵۴۵ ح، ۱۳؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۸۷ ح، ۵

قاتلوهم فظفروا بهم و سبوهم و اخذو ا منهم ما اخذوا من ممالیك المسلمین و اولادھم الذین كانوا اخذوھم من المسلمین، كیف یصنع بما كانو ا اخذو ہ من اولاد المسلمین و ممالیكهم؟ قل: فقال: امّا اولاد المسلمین فلایقامون فی سهام المسلمین، ولكن یردون الیٰ ابیهم و اخیهم و الیٰ ولیهم بشهود، وامّا الممالیك فانهم یقامون فی سهام المسلمین فیباعون و تعطیٰ موالیهم قیمة اثمانهم من بیت مال المسلمین [1]

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعض اصحاب آپؑ سے روایت کرتے ہیں کہ امامؑ سے مسلمانوں کے ان قیدی بچوں اور غلاموں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جن کو کفار نے جنگ کے دوران مسلمانوں سے لے لیا تھا اور اسیر بنایا تھا، پھر مسلمان جنگ جیت جاتے ہیں اور وہ دوبارہ ان اسیر بچوں اور غلاموں کو کفار سے واپس لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟، امام علیہ السلام نے فرمایا: جہاں تک مسلمانوں کی اولاد کا تعلق ہے کہ جن کو اسیر بنایا گیا تھا انہیں گواہوں کی موجودگی میں ان کے باپ، بھائی یا سرپرست کے سپرد کیا جائیگا، وہ مال غنیمت کا حصہ نہیں ہونگے، لیکن جہاں تک غلاموں کا تعلق ہے انہیں مال غنیمت میں شمار کرکے بیچا جائیگا، لیکن ان کے مالکوں کو مسلمانوں کے بیت المال سے ان کی قیمت ادا کی جائیگی۔

۳۔ ومنها: روایة حفص البختری عن ابی عبدالله (علیه السلام) قال: ((خذ مال الناصب حیثما وجدته وادفع إلینا الخمس))

1 الكافی ج، ۵ ص، ۳۲ ح، ۱؛ التهذیب ج، ٦ ص، ۱۵۹ ح، ۲۸۴

ترجمہ: حفص بختری امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ناصبی کا مال جہاں سے ملے لے لو اور اس کا خمس ہمیں پہنچا دو۔

ناصبی سے مراد:

اس جگہ ناصب سے مراد اس کا لغوی معنی ہے اصطلاحی نہیں۔ ایسا کافر جو مسلمانوں سے جنگ کرے اس کا مال حلال ہے اس مال سے خمس دینا ہے۔

۴۔ نقل فی الوافی أنه قال: أرید بالناصب الكافر الناصب للحرب مع المسلمین دون ناصب العداوة لأهل البیت (علیهم السلام) للا تفاق علی عصمة مظهر شهادتین

وافی میں نقل ہوا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں ناصب سے مراد وہ کافر ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں نہ کہ وہ ناصبی جو اہل البیت علیہم السلام سے عداوت رکھتا ہے کیونکہ شہادتین کا اقرار کرنے والے کا خون اور مال محترم ہیں۔

کافر ذمی کی مسلمان سے خرید شدہ زمین پر خمس کے وجوب کا ثبوت:

تعریف: کافر ذمی ایسے کافر کو کہا جاتا ہے جو مسلمانوں کی سرزمین میں جزیہ دے کر اسلامی قوانین کی پابندی کے ساتھ زندگی گزار رہا ہو۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان:

۱۔ عن ابی عبیدة الحذاء قال: سمعت ابا جعفر علیه السلام یقول: ایما ذمی اشتریٰ من مسلم ارضاً فانّ علیه الخمس[1]

ترجمہ: ابو عبیدہ الحذاء روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: اگر کوئی کافر ذمی مسلمان سے زمین خریدے تو اس کافر ذمی پر اس زمین کا خمس واجب ہے۔

۲۔ الطوسی باسنادہ، عن علی بن الحسن بن فضّال، عن حریز، عن ابی عبداللهؑ قال؛ سمعته یقول، رُفع الی امیر المومنین رجل مؤمن اشتریٰ أرضاً من اراضی الخراج، فقال امیر المومنین؛ له مالنا وعلیه ماعلینا۔ مسلماً کان أو کافراً، له ما لأهل الله وعلیه ماعلیهم[2]

1 التهذیب ج، ۴ ص، ۱۳۹ ح، ۳۹۳؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۵۰۵ ح، ۱
2تہذیب الاحکام جلد۴،ص۱۴۷، وسائل الشیعة جلد۱۱،ص۱۱۹

الطوسی اپنی اسناد سے، علی بن الحسن بن فضال سے اس نے حریز سے اس نے ابو عبداللہؑ سے راوی نے امامؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا؛

امیر المومنینؑ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جو مومن تھا اس نے خراج والی زمینوں سے زمین خریدی تھی تو امیر المومنینؑ نے فرمایا؛ اسکے لئے وہ ہے جو ہمارے لئے اور اس کے خلاف وہ ہے جو ہمارے خلاف ہے۔ مسلمان ہو یا کافر اس کے لئے وہ ہے جو اہل اللہ کے لئے ہے اور ان پر وہ دینا واجب ہے جو ان پر ہے۔

باب ششم

خمس کے مورد "ارباح مکاسب" سے متعلق احکام و قوانین

کاروباری منافع/حاصل شدہ منافع

ہم نے پچھلے ابواب میں اسلام کے اہم مالی فریضہ خمس کے بارے میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ، اور بیانات آئمہ اہل بیتؑ سے اس فریضہ کے اثبات پر سیر حاصل بحث حاصل کی ہے اب ہم خمس کے متعلق اسلامی " قوانین "کا بیان شروع کر رہے ہیں۔اس میں ہم نے خمس جن موارد میں واجب ہے ان سے متعلق مسائل اور شرعی احکام کو قوانین کی صورت میں بیان کیا ہے کیونکہ سب سے زیادہ جزئیات اور احکام ارباح مکاسب (مالی منافع)کے بارے میں ہیں اس لئے ان کو پہلے بیان کیا گیا ہےاور باقی موارد کے بارے میں قوانین کو بقیہ ابواب میں لکھا گیا ہے۔

ان تمام قوانین کو موجودہ اور سابقہ تمام مراجع تقلید کے خمس کے بارے میں دیئے گئے مسائل کو قوانین کی صورت میں لکھا گیا ہے، ہمارے فقہا نے ان تمام قوانین کو قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور بیانات آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے استفادہ کرتے ہوئے فقہی احکام کے استنباط کے لئے طے شدہ اصول و قواعد کی روشنی میں بیان کیا ہے اور ان قوانین کے لئے تفصیلی دلائل دیئے ہیں ۔ان قوانین سے متعلق تفصیلی دلائل کو خمس کے احکام کے بارے میں لکھی گئی مجتھدین، شیعہ فقہاء کی تفصیلی فقہی کتب کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ہم نے طوالت سے بچنے کے لئے شیعہ فقہاء اور مجتہدین کے ان قوانین کے بارے میں تفصیلی دلائل کو درج کرنے سے اجتناب کیا ہے۔اور مراجع تقلید نے اپنے مقلدین کے لئے روزمرہ زندگی کے رسائل اور کتب تحریر کی ہیں ان میں درج شدہ مسائل کو قوانین کی شکل میں کیا ہے، ان میں حضرت آیت اللہ العظمی

رہبر معظم السید علی خامنہ ای کی کتاب استفتاءات، امام خمینیؒ کی تحریر الوسیلہ اور دیگر مراجع تقلید کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، جیسے توضیح المسائل، منہاج الصالحین وغیرہ

ارباح مکاسب کی تعریف اور خمس کا حکم:

ارباح، ربح کی جمع ہےاس سے مراد منافع ہے،ارباح مکاسب سے مراد یہ ہے کہ انسان جو کچھ کماتا ہے اُس پر کمائی، کسب،کار کا عنوان صادق آتا ہے اسے ارباح مکاسب (کاروباری منافع) کے تحت لیا جاتا ہے

قانون: ایک مکلّف، بالغ، عاقل، بااختیار فرد، تجارت،زراعت، صنعت و حرفت سے جو کچھ کمائے گا سال بھر کے ضروری اخراجات منہا کرنے کے بعد اس کے پاس جو بچت ہو اس پر خمس دیناواجب ہے۔

تشریح: مکتب اہلبیتؑ میں غنیمت کا معنی وسیع تر ہے؛انسان جو کچھ مالی فائدہ حاصل کرتا ہے چاہے تجارت سے ،صنعت سے ،زراعت سے ہو یا وہ شخص کسی بھی شریعت میں جائز کمائی کے طریقے سے فائدہ حاصل کرتا ہےاسے غنیمت شمار کیا جاتا ہے۔

خمسی سال مقرر کرنا:

تشریح: خُمسی سال سے مراد وہ تاریخ ہے جسے مکلّف خمس کا حساب کرنے کے لئے مقرر کرتا ہے کیونکہ ہر مکلّف پر فرض ہے کہ وہ جیسے ہی کچھ کمانا شروع کرے تو وہ اپنے لئے خمسی سال مقرر کر دے اگر وہ مکف ملازمت پیشہ ہے تو جس دن اسے پہلی تنخواہ ملے گی وہ تاریخ اس کے خمسی سال کا آغاز شمار ہو گی۔ اور جس کا کاروبار ہے تو کاروبار کے آغاز کا دن اس کے خمسی سال کا

آغاز شمار ہوگااور جوزراعت اور کھیتی باڑی ، باغبانی، والا شخص ہے تو وہ جس دن فصل اٹھاتا ہے تو وہی دن اس کے خمسی سال کاآغاز ہوگااسی ترتیب سے مکلّف اپنے لئے خمسی سال کا تقرر کر سکتا ہے۔

خمسی سال کی کیفیت: خمسی سال کے لئے قمری، شمسی، میلادی ، ہندی، کسی بھی تاریخ کو خمس نکالنے کے لئے مقرر کیا جا سکتا ہے۔

ضمن: جس نے اپنا خمسی سال مقرر کر دیا ہے تو سال کے شروع اور اختتام کے درمیان کی مدت میں جو کچھ انسان اپنے خورد ونوش، لباس، رہن سہن، مہمانداری، زیارت، حج، تعلیم و دیگر اخراجات جو اسکی اپنی حیثیت کے مطابق ہو تو اس پر خمس نہیں ہے اس دوران قرضہ بھی ادا کر سکتا ہے اس رقم پر بھی خمس نہ ہوگا۔

ضمن: جب خمسی سال کا دن آجائے تو اس وقت جو کچھ بچا ہو تھوڑا ہو یا بہت، نقد ہو یا جنس، اسی طرح سال کے دوران ایسی غیر استعمال شدہ اشیاء جن کی ضرورت نہ ہے اور انکی قیمت ہے تو ان سب پر خمس دینا ہوگا۔

گارنٹی میں رکھا گیا مال:

قانون: جو شخص اپنا کچھ مال گارنٹی کے طور پر بنک میں یا کسی کے سپرد کرتا ہے اور یہ رقم کئی سال کے لئے اس میں موجود رہے تو اس پر خمس اس وقت دینا ہوگا جب یہ رقم اس کے اپنے اختیار میں آجائیگی۔ تسلیم؛ لیکن اس پر مزید بات ہونی چاہیئے عملاً صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ اس طرح کی رقم پر خُمس بچانا مناسب نہیں ہے۔

تعمیر شدہ جگہ کے بارے میں ارادہ بدل جانے کا حکم:

قانون: جو شخص ایک جگہ کو پارکنگ کے لئے تعمیر کرتا ہے کہ اسے گاڑیوں کو ٹھہرانے کی ضرورت تھی تو اگر وہ جگہ اسکی حیثیت کے مطابق ہے تو اس پر خمس نہیں ہے لیکن اگر بعد میں اس جگہ کے بارے میں اس کی نیت بدل گئی اور اس نے اس جگہ کو اپنی ذاتی ضروریات زندگی میں استعمال کی بجائے اسے تجارتی مرکز میں بدل دیا تو اگر ایسا ارادہ اگر وسط سال میں کیا گیا ہے تو اس صورت میں وہ جگہ تجارتی سرمایہ میں آجائے گی اس لحاظ سے اس پر خمس ہے۔

ملازمین کی تنخواہیں:

قانون: ملازمین کی تنخواہوں سے جو کچھ محکمہ اپنے پاس رکھ لیتا ہے تو جس وقت وہ رقم وصول ہوگی تو وہ وصول شدہ رقم اس سال کی آمدن شمار ہوگی جس میں وہ رقم وصول ہوئی لھذا جو کچھ سال کے آخر میں بچے گا اس پر خمس ہوگا۔ یہی حکم ان واپس کی گئی تنخواہوں کا ہے جو بعد میں ادا کی گئی ہوں۔

ضمن: جو تنخواہیں خمسی سال (طے شدہ تاریخ جسے خمس نکالنے کے لئے قرار دیا گیا ہے) کے موقع پر وصول کی جا سکتی تھیں لیکن بعد میں اسے وہ تنخواہیں ملیں تو ان پر خمس دینا ہوگا لیکن اگر ان تنخواہوں کا ملنا خمسی سال کے موقع پر ممکن نہ تھا تو پھر ان تنخواہوں کی وصول شدہ رقم اگلے سال کے حساب میں شامل ہوگی۔

ضمن: جو شخص کسی جگہ پر کام کرتا ہے لیکن اس کی اجرت اس کے مالک کے ذمہ ہے تو جس وقت وہ اجرت اسے ملے گی تو اسی سال میں وہ آمدن شمار کی جائے گی اگر وہ رقم اس سال جس میں وصول ہوئی ہے ضروری اخراجات میں خرچ ہو جائے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

ضمن: جو لوگ کسی ادارے میں کام کرتے ہیں ان کی اجرت کئی کئی ماہ موخر کر دی جاتی ہے درمیان میں خمسی سال آجاتا ہے تو ایسی صورت میں جس وقت وہ اجرت وصول ہو گی تو اس وقت وہ رقم آمدن میں شمار ہو گی اگر وہ اس سال (تنخواہ وصول ہونے والا سال) کے اخراجات میں صرف ہو جائے تو پھر اس پر خمس نہیں ہے۔

خرید شدہ کتابیں:

قانون: انسان اپنے لئے کتاب خانہ بناتا ہے ضرورت کے تحت کتابیں خریدتا ہے کچھ کتابوں سے تھوڑا سا استفادہ کرتا ہے اور کچھ سے زیادہ استفادہ کرتا ہے کچھ کو اس لئے خریدا تھا کہ انکی بطور ریفرنس ضرورت پیش آسکتی ہے لیکن سال گزر گیا ان کتابوں کی ضرورت پیش نہ آئی البتہ آئندہ ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے یا وہ کتابیں جو وراثت میں ملتی ہیں یا وہ کتابیں جو بطور ہدیہ یا تحفہ ملتی ہیں جبکہ اسے انکی ضرورت نہیں ہوتی تو ان پر خمس نہیں ہے۔

زیورات کے بارے:

قانون: وہ زیورات جو شوہر بیوی کو دیتا ہے اگر وہ متعارف مقدار میں ہوں تو ان پر خمس نہیں ہے۔

مکان کے لئے زمین کی خریداری:

قانون: جو زمین مکان کی ضرورت کے لئے خریدی گئی ہو یا مکان کی تعمیر کے لئے لی گئی ہو اس میں جو سامان تعمیر مکان کے لئے خریدا گیا ہو یا ضرورت کے مکان کے لئے قسط ادا کی گئی ہو تو سال کے دوران اس حوالے سے جو کچھ خرچ کیا جائے گا اس پر خمس نہیں ہے۔

ضروریات زندگی:

قانون: گھر کی ضروریات میں غذا،لباس ،مکان ،سواری،زیور،برتن ،بستر، مہمانوں کے استعمال کے لئے سامان جو اس کی حیثیت کے مطابق ہے تو اس پر جو مال خرچ ہوگا اس پر خمس نہیں ہے۔

جہیز کا سامان:

قانون: اگر علاقہ کا رواج یہ ہو کہ وہ اپنی بچیوں کی شادی کے لئے تھوڑا تھوڑا سامان خرید لیتے ہیں تو اس حوالے سے خرچ کیئے گئے مال پر خمس نہیں ہے۔

جمع شدہ مال:

قانون: سال کی آمدنی سے جمع شدہ مال اگرچہ اسے اس نے آئندہ سال خرچ کرنے کے لئے جمع کیا ہو تو خمسی سال آنے پر اس مال پر خمس دینا واجب ہوگا۔

بچی ہوئی اشیاء:

قانون: سال میں کھانے پینے کی اشیاء استعمال کے بعد جو بعینہ بچ جائیں جیسے کپڑے بغیر استعمال کے بچ جائیں یا غذائی اجناس بچ جائیں تو اس بچے ہوئے مال پر خمس واجب ہوگا۔

مکان کی تعمیر:

قانون: دوران سال کی آمدنی سے جو کچھ انسان اپنی ضرورت کے مکان کی تعمیر کے لئے خرچ کرتا ہے اس پر خمس واجب نہیں ہے البتہ شرط یہ ہے کہ وہ اس کی شان و حیثیت کے مطابق ہو اس میں ضروری نہیں کہ اس نے وہ مکان اپنے لئے بنایا ہو یا اپنے بچوں کے لئے بنایا ہو۔

منفعت کے لئے خرید شدہ زمین:

قانون: جو زمین یا مکان ، منفعت حاصل کرنے کی نیت سے خریدی گئی ہو تو اُس پر خمسی سال آنے پر خمس ہے۔

امور خیریہ، نذر نیاز، ہدیہ، تحائف:

قانون: امور خیریہ ، نذر نیاز، تحفے تحائف، عقیقہ ، صدقہ ، قربانی پر خرچ ہونے والا مال سالانہ اخراجات میں شمار ہو گا لھذا دوران سال جو کچھ اس قسم کی مدات اور عناوین کے تحت خرچ کیا جائے گا اس پر خمس واجب نہیں ہے

جمع شدہ مال خرچ نہ کرنا:

قانون: جمع شدہ مال سے اگر سال کے دوران ضروریات کی اشیاء نہ خریدی جائیں اور خمس کی تاریخ آجائے تو اس مال پر خمس دینا واجب ہوگا جو مال اس کے پاس موجود ہے۔

ادارہ جات کا اپنے ملازمین کو ریلیف دینا:

ضمن: حکومت کی طرف سے یا کسی پرائیویٹ ادارہ کی طرف سے اپنے ملازمین کو عیدی یا تحفہ تحائف دیئے جاتے ہیں تو اُن پر خمس نہیں ہے اگرچہ وہ خمسی سال تک باقی رہیں لیکن ایسے ادارے جو اجناس اپنے ملازمین کو کم قیمت پر دیتے ہیں اگر وہ اجناس خمسی سال آنے پر باقی ہوں تو اُن پر ادا شدہ رقم کے تناسب سے خمس دینا ہوگا۔ (قیمت خرید پر خمس ہے)

ہبہ کا عنوان:

ضمن: ہبہ اور ہدیہ کا عنوان دینے والے کے قصد و ارادہ پر منحصر ہے جو خرچہ اولاد کو باپ کی طرف سے یا کسی رشتہ دار کی طرف سے ملتا ہے اگر اس مال کو ہبہ یا عطیہ کی نیت سے دیا ہو تو اس پر یہ عنوان صادق آئے گا وگرنہ یہ عنوان صادق نہ آئے گا۔

ضمن: جو کتابیں ماں یا باپ یا دوسروں کی طرف سے کسی طالبعلم کو ملتی ہیں ان پر خمس واجب نہیں اگرچہ انکی ضرورت نہ بھی ہو یا وہ اس کے شایان شان نہ ہوں۔

رہائشی مکان جہیز میں دینا:

ضمن: جو رہائشی فلیٹ جسے باپ اپنی بیٹی کو شادی میں جہیز کے طور پر دیتا ہے اگر عرف میں وہ اسکی حیثیت اور شان کے مطابق ہو اور سال کے دوران باپ نے بیٹی کو وہ مکان ہبہ کیا ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

خمس سے فرار کی نیت سے ھبہ دینا:

ضمن: اگر ہبہ خمس سے فرار کی نیت سے باپ بیٹے کو یا بر عکس، یا بیوی شوہر کو یا اسکے بر عکس تو اس صورت میں خمس دینا ہوگا، اصل معاملہ نیت کا ہے۔

ہبہ میں ملنے والی اشیاء کا فروخت کرنا:

ضمن: ہبہ اور ہدیہ میں ملی ہوئی چیز کو جس قیمت میں بھی فروخت کرے تو اس پر خمس نہیں ہے ہاں اگر تجارت و کاروبار کی نیت سے اسے فروخت کرے یا ہبہ میں ملی اشیاء کو اس نیت سے سنبھال کر رکھا جائے کہ انکی اصل قیمت سے اضافہ ہوا جائے تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو اس اضافہ پر فروخت کرتے وقت خمس دینا ہوگا۔

کمرشل تعلیمی ادارہ:

قانون: اگر کوئی شخص کمرشل تعلیمی ادارہ چند دوسرے افراد سے مل کر بناتا ہے یا چند افراد مل کر اپنے اپنے طور پر کسی ادارے سے اس تعلیمی ادارہ کے لئے قرضہ لیتے ہیں اور وہ تعلیمی ادارہ ابھی تک منفعت بخش نہیں ہوا تو ہر وہ شخص جس نے جو رقم اس تعلیمی ادارہ کی تعمیر میں

لگائی ہے تو اسے اس پر لگائی گئی رقم میں سے اسکے اپنے حصے میں جو رقم بنتی ہے اس پر خمس دینا واجب ہے۔

منافع سے ضروریات زندگی کے اخراجات سے بچت کا حکم:

قانون: کاروباری منافع سے ضروریات زندگی کے لئے مصارف میں آنے والی غذائی اجناس کا سال کے دوران خرچ کیا جانا ضروری ہے جو کچھ سال کے آخر میں بچ جائے اس پر خمس ہے جبکہ ایسی اشیاء جنکا تعلق لباس، بستر، سواری وغیرہ سے ہے اس میں ضروریات زندگی کو مد نظر رکھا جائے گاان میں جن اشیاء کو استعمال میں لایا گیا ہے اگرچہ ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو تو پھر ان اشیاء پر خمس نہیں ہے۔

کاروبار کی نیت سے خرید شدہ سامان:

قانون: جن وسائل کو جیسے گاڑی وغیرہ تجارت اور کاروبار کی نیت سے خریدا جاتا ہے تو اس کی منفعت پر خمس دینا ہوگا اور جو وسائل جیسے گاڑی وغیرہ اس کے اپنے ذاتی استعمال میں ہو اور اسے وہ اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے استعمال کرے اور ہو بھی متعارف حیثیت کے مطابق تو اس پر خمس نہیں ہے۔

کمیٹی ڈالنے کا حکم:

قانون: چند افراد مل کر ایک کمیٹی ڈالتے ہیں مثال ۱۲، افراد یہ طے کرتے ہیں کہ ہر ماہ وہ دس ہزار اس کمیٹی میں دیں گے اور پھر قرعہ اندازی کے ذریعہ وہ رقم ایک شخص کو دے دیں گے تو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ سال کے دوران اپنی ضرورت کو اس مبلغ سے پوری کرنے

کے بعد سال کے آخر میں جو کچھ بچے گا اس پر خمس ہے جو رقم اس کو جس ماہ ملے گی وہ اسکی سالانہ آمدنی شمار ہوگی، خمسی سال پر ہی اسے حساب کرنا ہوگا، اسے الگ تاریخ قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

قرض الحسنہ بنک میں سرمایہ لگانے کا حکم:

قانون: چند اشخاص مل کر قرض حسنہ دینے کے لئے کوئی بنک یا ادارہ بنا لیتے ہیں تو ہر شخص جتنا سرمایہ اس کے لئے دے گا اس پر لازم ہے کہ وہ اس سرمایہ پر خمس نکالے اگر اس سرمایہ پر خمسی سال گزر چکا ہو اور اگر سال کے درمیان وہ سرمایہ دیا گیا ہے اور اس سرمایہ کو خمسی سال کے آنے پر واپس لیا جا سکتا ہے تو اس پر خمس ہے اور اگر اس سرمایہ کو خمسی سال کے آنے پر وصول کرنا ممکن نہیں ہے تو جس وقت وہ سرمایہ وصول کرے گا تو اس وقت اس کا خمس اسے ادا کرنا ہوگا۔

ضمن: قرض الحسنہ بنک میں لگایا گیا سرمایہ ایک شخص کا ہو یا چند اشخاص کا مشترکہ ہو تو اس پر جو منفعت حاصل ہوگی تو ہر ایک کے حصہ کو دیکھا جائے اس منفعت سے جو کچھ وہ سال کے دوران اپنی ضروریات پر خرچ کرے گا اس پر خمس نہیں ہے جو اس منفعت سے ضروریات زندگی پر خرچ کرنے سے بچے گا اس پر خمس ہے۔

خمس واجب ہو جانے کی صورت:

ضمن: جس شخص پر خمس واجب ہو چکا ہے لیکن وہ خمس کی رقم فوری ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو اپنے مجتہد یا اسکے وکیل سے اس خمس کی ادائیگی کی مہلت لے سکتا ہے، اور اس خمس کو اپنے ذمہ (بطور قرض) لے کر طے شدہ اقساط میں ادا کر سکتا ہے۔

ضمن: خمس جس شخص پر واجب ہو جاتا ہے تو ایسا آدمی جو خمس کی رقم ادا نہیں کر سکتا تو اس سے خمس ساقط نہیں ہوگا، جب بھی اس کے پاس خمس ادا کرنے کی استطاعت ہو جائے تو اسے وہ خمس فوراً ادا کرنا ہوگا ورنہ خمس اس کے ذمہ رہے گا۔

کاروبار کے لئے استعمال ہونے والے وسائل کا حکم:

قانون: کاروبار کے لئے لی گئی دکان اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے کاروبار کے دوسرے وسائل جو کاروبار کے لئے استعمال میں آسکتے ہیں ان سب پر خمس دینا واجب ہوگا۔

کاروبار سے منافع لینے کے اخراجات:

ضمن: تجارتی مال سے منفعت کمانے کے لئے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے جیسے اسٹور لینا، مزدوروں کی اجرت، سامان کی نقل و حمل کی اُجرت، وزن و پیمائش کی اُجرت تو اس قسم کے اخراجات کو حاصل شدہ منفعت سے منہا کیا جائے گا باقی پر خمس ہوگا۔

کاروبار پر لگایا گیا سرمایہ:

قانون: جو سرمایہ کاروبار پر لگایا جا رہا ہے کاروبار شروع کرنے سے پہلے اس مال سے خمس دینا واجب ہے۔

پہلی دفعہ خمس نکالنا:

قانون: جس نے اپنے اموال سے کبھی خمس نہیں نکالا جس وقت وہ خمس نکالنا چاہے تو جن اموال پر خمس بنتا ہے تو اسے ان اموال سے خمس نکالنا ہوگا اور جن اموال کے بارے میں مشکوک ہے تو ان کے متعلق اسے حاکم شرعی یا انکے وکیل سے رہنمائی لینا ہوگی۔

غیر مخمس مال کا استعمال:

ضمن: جب تک انسان کو یقین نہ ہو کہ جو مال یا غذا وہ استعمال کر رہا ہے اس سے خمس نہیں نکالا گیا تو وہ اس مال اور غذا کو استعمال کر سکتا ہے۔

گھر کی تعمیر کے لئے لیا گیا سامان:

قانون: گھر خریدنے یا گھر کی تعمیر کے لئے جو مال جمع کیا گیا ہو اگر اس مال پر سال گزر جائے تو اس مال سے خمس نکالنا واجب ہوگا۔

غیر مخمس مال کا عبادت گاہوں میں استعمال:

قانون: جس شخص کو یہ یقین ہو کہ جو شخص مسجد، مدرسہ، امام بارگاہ، یا کسی بھی تعلیمی ادارے یا خیراتی ادارے میں مال دے رہا ہے اس نے اس مال سے خمس ادا نہیں کیا جبکہ اس مال پر خمس دینا اس پر واجب ہو چکا تھا تو پھر اس قسم کے مال کو عبادت گاہوں کے لئے اس شخص سے لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ غیر مخمس مال کو عبادت خانوں، رفاہی اداروں پر نہیں لگایا جا سکتا۔

غیر مخمس مال سے کھانا پینا:

قانون: جو شخص خمس نہیں دیتا اس کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے مگر یہ کہ اس کھانے کے بارے میں یقین حاصل ہو جائے کہ اس نے خصوصیت کے ساتھ اس مخصوص کھانے کو غیر مخمس مال سے تیار کیا ہے جو اسے کھانے کے لئے دیا جا رہا ہے تو اس صورت میں وہ کھانا کھانا جائز نہیں ہے

غیر مخمس مال سے بنایا گیا مکان:

قانون: جس شخص نے غیر مخمس مال سے مکان بنایا اب وہ چاہتا ہے کہ اس مکان کا خمس ادا کرے تو اسے اس مکان کی موجودہ قیمت سے خمس دینا ہوگا۔

ضمن: اگر گھر کو اپنی ضرورت کے لئے دوران سال کی درآمد سے بنایا گیا ہے اور وہ مکان اس کی رہائشی ضرورت ہے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

ضمن: جسے اپنی رہائش کے لئے مکان کی ضرورت ہے وہ اس غرض کے لئے زمین کا پلاٹ سال کے دوران ہونے والی آمدنی سے خریدتا ہے یا وہ پلاٹ لینے کے بعد اس پر تدریجاً تعمیر شروع کرتا ہے اور یہ طے ہے کہ مکان اس شخص کی ضرورت ہے اور وہ اس ضرورت کو یکدم پورا نہیں کر سکتا تو وہ اس غرض سے دوران سال جو کچھ خرچ کرے گا اس پر خمس نہیں ہے۔

قرض لے کر بنایا گیا مکان:

قانون: جس نے قرض لے کر مکان بنایا اور پھر غیر مخمس مال سے اس قرضہ کو ادا کر دیا تو اس نے جتنی مقدار قرضہ ادا کیا ہے اسی مقدار کا خمس دینا اس پر واجب ہوگا کیونکہ اس نے وہ

قرضہ غیر مخمس مال سے ادا کیا ہے اگر اس نے وہ قرض اپنے دوران سال کی آمدنی سے ادا کیا ہوتا تو پھر اس پر خمس نہ ہوتا

بنک کا استعمال:

ضمن: خمس اور دیگر شرعی رقومات کو بنک کے ذریعے بھجوانا جائز ہے۔

ضمن: خمس اور دیگر شرعی رقومات کو بنکوں میں رکھا جا سکتا ہے۔

مشترکہ کاروبار:

قانون: جو لوگ مشترکہ طور پر کوئی کاروبار کرتے ہیں اور وہ اپنے اپنے حصوں کی منفعت وصول کرتے ہیں تو ہر شخص کو اسکے اپنے حصے کا خمس سال کے اخراجات پورے کرنے کے بعد دینا ہوگا۔

کاروبار کے لئے اصل سرمایہ:

قانون: کاروبار کے لئے لگائے گئے اصل سرمایہ پر خمس واجب ہے اس سرمایہ پر جو منفعت حاصل ہو تو اس منفعت سے اپنے اخراجات (سال کے) پورے کرنے کے بعد جو بچت ہو اس پر خمس دینا واجب ہوگا۔

سالانہ ضروریات زندگی:

قانون: ہر بالغ، عاقل، آزاد اور بااختیار شخص جو کچھ حلال طریقہ سے کماتا ہے تو اس کی سالانہ ضروریات زندگی کے اخراجات کے بعد جو کچھ اس کے پاس بچ جائے گا اس پر خمس دینا واجب ہے۔

ہدایا و تحائف:

قانون: انعامات، ہدایا، تحائف میں ملنے والے اموال پر خمس واجب نہیں ہے۔

ضمن: انعامات، ہدایا، تحائف میں ملنے والے اموال اگر سالانہ مصارف سے زائد ہوں تو اس صورت میں ان اموال کا خمس دینا واجب ہو گا۔

ضمن: اگر بچوں کو تحائف و ہدایا دینے کے لئے کچھ رقم علیحدہ کرکے رکھ دی جائے اور پھر اسے ان کے لئے ہدیہ کر دیا جائے تو اگر ایسا خمس سے فرار کے لئے نہ ہو تو اس رقم میں خمس نہیں ہے۔ یہاں بھی اصل معاملہ نیت کا ہے۔

ضمن: زائرین، حاجی حضرات جو سوغات، تحائف اپنے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کے لئے لے کر آتے ہیں اگر وہ سب کچھ ان کی حیثیت سے زائد نہ ہو اور وہ دوران سال کی درآمد سے ہو تو ان پر خمس نہیں ہے۔

ضمن: اگر شوہر اور بیوی آپس میں ایک دوسرے کو کچھ مال ہبہ/عطیہ کر دیں تا کہ خمس سے بچ سکیں تو ایسی صورت میں اس رقم سے خمس دینا پڑے گا۔ یعنی بہانہ سازی نہیں کی جا سکتی۔

ضمن: جو شخص اپنی بیوی کو خمسی سال سے پہلے ایک مبلغ ہدیہ کے طور پر دیتا ہے جبکہ اسے معلوم ہو کہ وہ اس رقم کو خرچ نہ کرے گی بلکہ بچا کر رکھے گی تا کہ بعد میں اس رقم سے گھر خرید کرے تو یہ کام اگر اسکی حیثیت و شان کے مطابق ہو اور خمس سے فرار کی نیت سے نہ ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

جہیز میں دیا گیا مال:

قانون: باپ اپنی بیٹیوں کے لئے جو اموال جہیز کے عنوان سے دیتا ہے اگر متعارف طریقہ پر دیا جائے تو ان اموال پر خمس واجب نہیں۔

ضمن: جو شخص اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کے لئے بنک میں کھاتہ کھولتا ہے اور اس میں پیسے ڈالتا رہتا ہے تاکہ ان کی شادی کی ضروریات کو وقت آنے پر پورا کیا جاسکے تو اگر ایسا وہ اپنی حیثیت کے مطابق کرتا ہے اور وہ رقم ان بچوں کو ہبہ کی نیت سے دیتا ہے تو پھر اس جمع شدہ مال پر خمس نہیں ہے،اس عمل میں سچائی ہو فقط پیسہ جمع کرنا مقصود نہ ہو۔

ضمن: جو اشیاء جہیز کے لئے اکٹھی کی گئی ہوں لیکن بعد میں ان اشیاء کو کسی اور مصرف میں لے آئیں تو پھر ان میں خمس دینا واجب ہوگا۔

ضمن: اگر ایک شخص نے جہیز کا سامان خرید کرلیا اب وہ چاہتا ہے کہ اسے بیچ کر اس کے بدلے میں اس سے بہتر مزید سامان لے لے تو اسے اس مال کا خمس دینا ہوگا جسے اس نے فروخت کیا ہے فرض یہ ہے کہ اس مال پر خمسی سال گزر چکا ہے ہاں اگر اس سامان کو دوسرے سامان سے بدل لیتا ہے چاہے دوسرا سامان پہلے سے زیادہ قیمتی ہو تو پھر اس پر خمس نہیں ہے۔

شوہر کا بیوی کو ہدیہ دینا:

قانون: شوہر اپنے اموال سے اپنی بیوی کو کچھ مال بطور ہدیہ دے سکتا ہے شرط یہ ہے کہ یہ ہدیہ خمس کی ادائیگی سے فرار کے لئے نہ ہو اور متعارف مقدار سے زیادہ بھی نہ ہو۔

وراثت کا مال:

قانون: جو مال وراثت میں ملتا ہے اس پر خمس واجب نہیں

ضمن: اگر وراثت لینے والے کو یقین ہو کہ اس کے مورث نے اس مال کا خمس نہیں دیا ہے تو جو مال اسے وراثت میں ملا ہے وارث پر اس مال کا خمس دینا واجب ہوگا، وراثت کا مال خمس نکالنے کے بعد ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

ضمن: نابالغ بچوں کی طرف جو وراثت منتقل ہوتی ہے اس پر خمس نہیں ہے بالغ ہونے تک مال انکی ملکیت میں باقی رہے تو اس ملکیت پر جو منفعت حاصل ہوچکی ہو بلوغ کے بعد اس منفعت پر خمس دینا ہوگا۔

شادی کی نیت سے بچایا ہوا مال:

قانون: جس شخص نے شادی کی نیت سے اپنے اخراجات سے مال بچا کر رکھا اور پھر پورا سال اس مال پر گزر گیا اور اس نے اس مال کو شادی پر خرچ نہ کیا تو اس پر اس مال کا خمس دینا واجب ہوگا، کیونکہ اس مال پر پورا سال گزر چکا ہے اور اسے خرچ نہیں کیا گیا

بیوی کے لئے زیورات بنانا:

ضمن: اگر متعارف اور اپنی حیثیت اور رواج کے مطابق شوہر اپنی بیوی کے لئے زیورات خرید کرتا ہے تو یہ مصارف اس کے مؤنۃ سال سے ہوں گے اور ان اموال پر خمس نہیں ہے۔

باپ کا بیٹی کو دیا گیا جہیز کا سامان:

ضمن: جس باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دے دیا اور اس نے وہ جہیز وصول بھی کر لیا اب اگر وہ بیٹی جہیز اپنے باپ کو واپس کر دیتی ہے تو اس پر خمس نہیں ہے لیکن اگر جہیز کا سامان باپ خود واپس لے لے اور اس کو اپنے تصرف میں اس نیت سے لے آئے تاکہ وہ اس سے بہتر اپنی بیٹی کو اور سامان جہیز لے کر دے گا تو اس صورت میں اسے خمس دینا ہو گا۔

مہر کی رقم:

قانون: شوہر جو مال اپنی بیوی کو مہر کے طور پر دیتا ہے تو اس مال پر خمس واجب نہیں اس میں فرق نہیں کہ مہر مؤجل ہے یا معجّل ہو۔

میت کے ذمہ خمس:

قانون: اگر مرنے والے کے ذمہ خمس ادا کرنا واجب تھا چاہے اس نے یہ بات وصیت میں تحریر کی ہو یا نہ کی ہو ورثاء اس وقت تک اس ترکہ کو آپس میں تقسیم نہیں کر سکتے جب تک اس ترکہ سے خمس نہ نکالیں۔

قانون: جو شخص گاڑی خریدنے کے لئے قرضہ لیتا ہے تو وہ اس قرضہ کو اپنے سالانہ کاروبار کی منفعت اور بچت سے منھا نہیں کر سکتا۔

اولاد کے لئے پیسے بچا کر رکھنا:

قانون: جو شخص اپنے نابالغ بچوں کے لئے کچھ مبالغ انکے حساب کھول کر ان کھاتوں میں رکھتا ہے تو اگر یہ مبالغ اپنی اولاد کے حساب میں ہبہ وعطیہ کے طور پر ڈالتا ہے

اور ایسا اپنی شان و حیثیت کے مطابق کرتا ہے تو اس پر خمس نہیں ہے البتہ والد اس لحاظ سے کہ وہ اپنے نابالغ بچوں کا ولی بھی ہے وہ اپنے نابالغ بچوں کے مال میں تصرف کر سکتا ہے شرط یہ ہے کہ وہ ان اموال کو نقصان نہ پہنچائے لیکن اگر وہ مبالغ ہبہ کے طور پر نہ ہوں یا انکی حیثیت سے زائد ہوں تو پھر ان اموال کا خمس دینا ہوگا۔

جاری سال کے لئے لیا گیا قرضہ:

قانون: ایسا قرضہ جو جاری سال میں ضروری اخراجات کے لئے لیا جاتا ہے تو اس قرضہ کو دوران سال اس سال کی منفعت اور بچت سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

ضمن: جو مال بطور قرض لیا گیا ہے تو اس قرضہ پر خمس واجب نہیں ہے۔

قانون: قرض پر لی گئی کتابوں اور دیگر ضروری اشیأ جو بعینہٖ سال کے آخر میں بچ جائیں تو ان پر خمس نہیں ہے۔قرض لینے والے پر قرضہ میں لی گئی رقم سے خمس دیناواجب نہیں اگرچہ وہ رقم بعینہٖ اس کے پاس موجود کیوں نہ ہو

طولانی مدت کے لیے لیا گیا قرضہ:

ضمن: ایک شخص نے مکان قرضہ پر لیا ہے بالاقساط اس رہائشی مکان کا قرضہ ادا کرتا ہے اگر سال کی آمدنی سے اقساط ادا کرے گا اس پر خمس نہیں ہے لیکن اگر دوران سال اقساط نہ دیں تو خمسی سال پر اسکے جو موجود مبالغ ہوں گے ان کا خمس دینا ہوگا۔

کھیتی باڑی کے لئے غیر مخمس مال سے خرید اگیا بیج:

قانون: جو کسان غیر مخمس مال سے بیج خرید کر فصل لگاتا ہے تو جب وہ زرعی اجناس کا محصول اٹھائے گا تو اسے بیج کا خمس ادا کرنا ہوگا اور جو زراعت سے ملنے والے محصولات ہیں ان سے وہ اپنے اخراجات کے بعد جو کچھ خمسی سال آنے پر بچ جائے گا تو اس پر اسے خمس دینا ہوگا۔

پنشن کے بارے میں:

قانون: پنشن کی رقم جو ملازمین کی تنخواہ سے کاٹی گئی ہو تو جب اسے وہ پنشن وصول ہو تو وہ رقم سال کی درآمد شمار ہوگی لھذا سال کے اخراجات سے جو بچت ہوگی اس پر خمس دینا واجب ہے خود پنشن پر خمس واجب نہیں ہے۔

اخراجات کے لئے قرضہ:

قانون: اپنے اخراجات پورا کرنے کے لئے جو قرضہ لیا جاتا ہے چاہے وہ سامان کی صورت میں ہو، جنس کی شکل میں ہو یا نقدی کی صورت میں تو سال کے اختتام پر جو بچت ہوگی اس بچے ہوئے مال سے اس قرضہ کی رقم کو جدا کرنے کے بعد جو بچ جائے گا اس پر خمس دینا ہوگا۔

قانون: جس شخص نے جاری سال کے لئے قرضہ لیا یا گزشتہ سالوں کا اس پر قرضہ ہے تو وہ شخص دوران سال اپنی آمدنی سے اس قرضہ کو ادا کر سکتا ہے لیکن سال کے اختتام پر سالانہ بچت سے ایسے قرضے کو علیحدہ کرنا جائز نہیں۔

بیمہ کی رقم:

قانون: بیمہ والی کمپنیاں جانی یا مالی نقصان کے بدلے میں جو مال دیتی ہیں اس مال پر خمس دیناواجب نہیں ہے۔ایسا مال دوران سال کی آمدنی شمار ہو گی جو کچھ سال کے اختتام پر بچے گا تو اس مال پر خمس دینا ہوگا۔

کاروبار کے لئے قرضہ:

قانون: ایسا قرضہ جو کاروبار کے اصل سرمایہ میں اضافہ کے لئے نہ لیا گیا ہو تو اس پر خمس نہیں ہے لیکن اگر وہ قرضہ سرمایہ میں اضافہ کے لئے لیا گیا یا سال کی منفعت کو اس قرضہ کی ادائیگی کے لئے بچا کر رکھا گیا تو اس صورت میں اس قرض پر خمس دیناواجب ہے۔

غیر رہائشی گھر:

قانون: جس شخص نے غیر رہائشی گھر کی تعمیر غیر مخمس مال سے کی ہو اور قرض لے کر اسے تعمیر کیا ہو یا اپنی غیر مخمس آمدنی سے اسے بنایا ہو تو اس مال سے خمس دینا ہوگا جو اس نے اس گھر کی تعمیر پر خرچ کیا ہے اگر اس نے میٹیریل قرض پر لیا تھا بعد میں وہ قرض غیر مخمس مال سے ادا کیا تو فقط اس مال سے خمس دیگا جو اس نے قرض چکانے کے لئے صرف کیا ہے۔جس نے اس گھر کی تعمیر کے لئے سامان اور اجرت غیر مخمس مال سے ادا کی ہو تو اس مکان کی عادلانہ قیمت لگا کر اسکا خمس دینا ہوگا۔

ایک گھر کا فروخت کرنا اور دوسرا خریدنا:

قانون: جو شخص اپنا گھر اس نیت سے فروخت کرتا ہے کہ وہ دوسرا گھر خریدے گا تو فروخت شدہ مکان سے حاصل شدہ مال دوران سال کی آمدنی میں شمار ہوگا لھذا اگر دوران سال دوسرا گھر اپنی ضرورت کا خریدے گا تو اس پر خمس نہیں ہے۔

مخمس مال سے بنایا گیا گھر:

قانون: جس گھر کو ایسے مال سے بنایا گیا جس پر خمس نہ تھا جب اسے بیچے گا تو بھی اس پر خمس نہیں ہے، اسی طرح اگر گھر کی وصول شدہ قیمت اس شخص کے سالانہ اخراجات میں خرچ ہوئی یا اس نے دوران سال اپنی ضرورت کا گھر خرید کر لیا تو بھی اس مال پر خمس نہیں ہے۔

ضرورت سے زیادہ اشیاء اور استعمال کا سامان:

قانون: جو چیز ضرورت سے زیادہ ہے اسے انسان فروخت کرتا ہے تو اس میں سے جو رقم دورانِ سال اپنے اخراجات پر خرچ کریگا تو اس پر خمس نہیں ہے۔ سال کے بعد جو بچے گا اس پر خمس ہے۔

بیعانہ میں دی گئی رقم:

قانون: جو رقم بیعانہ کے طور پر اپنی ضرورت کے مکان کی زمین خریدنے کے لئے دی گئی ہو اور ایسا کرنا ضروری بھی ہو تو اس رقم پر خمس نہیں۔

بچت کی ہوئی رقم:

قانون: جو رقم انسان بچا کر اپنی ضرورت کی چیز خریدنے کے لئے محفوظ کرلیتا ہے جیسے مکان خریدنا لیکن وہ دوران سال اپنی ضروریات کی چیز پر اس مال کو خرچ نہیں کرتا اور وہ رقم خمس کے سال آنے پر اس کے پاس موجود ہوتی ہے تو اس پر خمس دینا واجب ہے۔

قرض پر دی گئی رقم:

قانون: انسان جو رقم کسی کو قرض پر دیتا ہے اور اس پر پورا سال گزر جاتا ہے تو اس پر خمس ادا کرنا اس وقت واجب ہے جب وہ قرض اسے واپس ملے گا۔

بنک میں رکھی گئی رقم:

قانون: انسان جو رقم بنک میں فائدہ اٹھانے کے لئے رکھتا ہے یا آئندہ سالوں میں ٹیکس کی ادائیگی کے لئے رکھا ہے تو جب سال پورا ہو جائے گا تو اس پر خمس واجب ہے۔

جس مال کا خمس ادا شدہ ہے:

قانون: جس رقم سے ایک دفعہ خمس ادا کر دیا ہے تو دوبارہ اس سے خمس دینا واجب نہیں اس پر جو اضافہ آئے گا اس پر خمس ہے۔

ضروریات زندگی سے فروخت شدہ مال کا حکم:

قانون: جو شخص اپنی ضروریات میں کچھ فروخت کرتا ہے جیسے گاڑی یا مکان یا دیگر سامان دوران سال اس مال سے کچھ اور نہیں خرید پایا، خمس کی تاریخ آجاتی ہے تو اس پر اس مال کا

خمس دینا واجب ہے۔ البتہ اس رقم کا خمس نکالنے کے بعد جو بچ جائے وہ اس کے اگلے سال کے اخراجات کے لئے پورا نہ ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

مخمس رقم سے اضافہ:

قانون: جس شخص نے اپنے مال کا خمس نکالا ہے اس میں نقد مال، اجناس اور جانور بھی تھے اسکے بعد اگلے سال جب خمس کا حساب کریگا تو وہ اپنے کل مال نقد و اجناس وغیرہ کی مالیت لگائے گا، مجموعی مالیت جس قدر پہلے مخمس رقم تھی اسکو الگ کر کے باقی جو بچے گا اس سے خمس نکالے گا۔

جس جائیداد پر خمس ہے اسکی منفعت کا حکم:

قانون: جس شخص کے پاس کچھ ایسی جائیداد ہے جس پر خمس دینا واجب ہے اس جائیداد پر جو منفعت حاصل ہو گی تو اسے اصل زمین کا خمس دینے کے ساتھ اس جائیداد پر حاصل ہونے والی منفعت کا بھی خمس ادا کرنا ہو گا۔

شہداء فنڈ:

قانون: شہدأ فنڈز سے جو کچھ شہدأ کے بچوں کو انکی ضروریات کے لئے دیا جاتا ہے اس پر خمس نہیں ہے، البتہ شہدأ کے نابالغ بچوں کے لئے جو شہداء فنڈز سے امداد دی جاتی ہے یا جو کچھ شہدأ کے بچوں کو وراثت میں ملا ہے اس سے جو منافع حاصل ہو، تو جب وہ بچے بالغ ہو جائیں گے تو ان پر اُس منافع سے خمس دینا واجب ہے۔

ضمن: شہداء کے نابالغ بچوں کو شہید فاؤنڈیشن سے ملنے والی رقم بطور ہدیہ ہے اس پر خمس نہیں ہے لیکن نابالغ بچوں کے مال سے جو منفعت حاصل ہو اور ان کے بالغ ہونے تک باقی ہو تو اس اضافہ پر بعد از بلوغ خمس دینا ہوگا۔

ضمن: شہداء کے گھرانوں میں جو کچھ ہدیہ کے طور پر دیا جاتا ہے اس پر خمس نہیں ہے البتہ اس رقم سے حاصل منفعت اگر سال کے اخراجات سے بچ جائے اس پر خمس ہے۔

کاروبار کے لئے اصل سرمایہ:

قانون: اصل سرمایہ جو کاروبار سے حاصل ہوتا ہے تو اس مال کا خمس واجب ہے البتہ مال سے منفعت کمانے کے لئے جو کچھ اخراجات ہونگے ان کو منافع سے نکال کر باقی سے خمس دینا ہوگا۔

ضمن: کسب وکار کے لئے استعمال ہونے والے وسائل کو اگر کمائی اور آمدنی سے خرید اگیا ہے تو اس پر خمس ہے۔

ضمن: مطب، کلینک، دواخانہ میں موجود جتنے بھی استعمال کے وسائل ہوتے ہیں جیسے میز، کرسی، الماریاں، کمپیوٹر، فرنیچر، اسٹیشنری وغیرہ تو وہ سب اشیاء سرمایہ سے ہیں لہٰذا ان سب سے خمس دینا ہوگا۔

اخراجات کے بعد خمس:

قانون: جو مال انسان نے کاروبار یا تنخواہ سے بچایا ہو تو اس پر خمس ہے اور جو منافع تجارت سے حاصل ہو تو سال کے اخراجات اس منافع سے نکال کر باقی پر خمس ہے۔

جمع شدہ مال:

قانون: جمع شدہ مال جو تنخواہ سے اکٹھا ہوا ہو اس پر خمس ہے۔

رد مظالم کے لئے علیحدہ کرکے رکھی گئی رقم:

قانون: انسان رد مظالم کے عنوان سے جو پیسے دینا چاہتا ہے اس مقدار کو سال کے دوران علیحدہ کرکے رکھ دے تو اگر وہ رقم سال کی آمدنی سے تھی تو خمسی سال آنے پر اس پر خمس ہے۔

حج کے لئے بنک میں رکھا گیا سرمایہ:

قانون: جو شخص بنک کے شراکتی کھاتہ میں ایک مخصوص مقدار میں پیسے رکھ دیتا ہے تاکہ اس سرمایہ کے اوپر جمع ہونے والی منفعت سے جب اتنی مقدار میں ہو جائے جس سے اس کے لئے حج پر جانا ممکن ہو لہذا اس نیت سے ایسا کاروبار بنک کے ساتھ کرنا جو منفعت مضاربہ اور مشارکت کی صورت میں جائز ہے لہذا اس کے ذریعے جو منفعت حاصل ہو گی اسے لینا جائز ہے اگر اصل سرمایہ غیر مخمس تھا تو اس کا خمس دینا واجب ہے جبکہ سرمایہ پر حاصل شدہ منفعت حج پر جانے والے سال سے پہلے وصول کرنا ممکن نہ تھا تو اس پر خمس نہیں ہے جس سال وہ رقم وصول ہو گی تو اسی سال کی درآمد شمار ہو گی اگر اسی سال حج پر وہ سرمایہ لگایا جائے تو اس پر خمس نہیں ہے لیکن اگر منفعت خمسی سال آنے پر بچت میں موجود ہو تو اس پر خمس ہے۔

ضمن: جو رقم حج یا عمرہ کے لئے علیحدہ کرکے رکھ دی جائے اور خمسی سال آنے پر خرچ نہ ہو تو اس پر خمس ہے۔

مشکوک مال:

ضمن: جس مال کے بارے میں شک ہو کہ یہ مال ہدیہ کیا گیا ہے یا میرا اپنا ہے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

ایک دفعہ خمس:

قانون: سال کے منافع سے جو رقم بنک میں موجود ہو یا اپنے پاس موجود ہو تو اس پر ایک دفعہ خمس دینا واجب ہے۔

خمس کی تاریخ آنے پر:

قانون: جمع شدہ منفعت اگر خمس نکالنے کی تاریخ میں موجود ہو تو اس پر خمس دینا واجب ہے۔

قرض کی ادائیگی:

قانون: جو شخص قرض لے کر منافع کما رہا ہے اور سال کے دوران اقساط میں قرض ادا کر رہا ہے جب خمس کی تاریخ آجائے تو اس تاریخ پر جو مال منفعت سے اس کے پاس موجود ہوگا اگرچہ وہ قرض جو دینا ہے اسکے برابر ہی کیوں نہ ہو اس کا خمس دینا واجب ہے۔

خمس والی تاریخ سے پہلے:

قانون: سال کے اختتام سے پہلے (خمس والی تاریخ) جس قدر مال منفعت سے جمع شدہ ہے اگر اسے اپنی ضروریات زندگی پر جیسے مکان تعمیر کرنا، قرض ادا کرنا، تعلیم کے لئے فیس دینا جتنا مال ان مدات میں خرچ کردے گا تو اس خرچ شدہ مال پر خمس نہیں ہے۔

مخمس مال:

قانون: مخمس مال سے خریدی گئی اشیاء پر خمس نہیں ہے۔

فروخت نہ کیا گیا مال:

قانون: دکاندار نے سال کے دوران جس مال کو فروخت نہیں کیا اور خمس کی تاریخ آگئی تو جو سامان اس کے پاس موجود ہے اور فروخت نہیں ہوا تو اس بچے ہوئے سامان کی قیمت لگا کر اس پر خمس دینا واجب نہیں اگلے سال جب وہ اشیاء فروخت ہونگی تو وہ اس سال کا منافع شمار ہوگا۔

کرایہ کا مکان:

قانون: ایک شخص منفعت حاصل کرنے، اپنا روزگار چلانے کے لئے اپنا ایک مکان کرایہ پر دیتا ہے تو اگر وہ کاروباری منافع میں شمار ہوتا ہے تو اس پر خمس ہے۔

اجناس جن کا خمس دیا گیا ہو

قانون: گندم اور دیگر اجناس جنکا خمس نکال دیا ہے سال بھر کے مصرف کے بعد اگر بعینہ گندم اور غذائی اجناس باقی ہیں جس سے خمس دیا ہوا ہے تو اُن پر خمس نہیں ہے البتہ جو گندم یا اجناس نئے سال کے دوران آئی ہیں تو اُن میں سے جو سال کے دوران مصرف کریگا اس پر خمس نہیں ہے جو بچ جائے گا تو اس پر خمس ہے۔

غیر آباد زمین کو آباد کرنے کا حکم:

قانون: غیر آباد زمین جسکو پھل دار باغات لگانے کی نیت سے آباد کیا ہے تو اس زمین کو آباد کرنے پر جو خرچ کیا ہے اسے علیحدہ کرکے باقی پر خمس ہے اسے اختیار ہے کہ زمین کے خمس کو اسکی عین سے دیں یا اسکی موجودہ قیمت لگا کر اس سے دے دیں

ضمن: جو کچھ کنویں، کھالوں، پودے لگانے، کاشتکاری اور باغات کی تیاری پر خرچ کیا ہے اسکا بھی خمس دینا ہوگا البتہ اگر وہ باغ اسکی اپنی ضروریات زندگی کے لئے ہو تو اس پر خمس نہیں ہے

ضمن: اگر زمین باغ اور اس پر اٹھنے والے اخراجات کا خمس دینے کی صورت میں وہ شخص روزمرہ کی زندگی گزارنے میں مشکلات سے دوچار ہوگا تو اس صورت میں خمس نہیں ہے۔

خمس کی ادائیگی کا حکم اس صورت میں ہے کہ خمس دینے کی وجہ سے وہ اپنے روزگار کی تنگی میں نہ پڑ جائے اور اسکی معیشت کا دیوالیہ نہ ہو۔

خمس کی ادائیگی پر شک:

قانون: اگر کسی شخص کو یہ شک ہو کہ اس نے گزشتہ سالوں کے منافع سے جو خمس نکالا تھا وہ پورا دیا تھا یا کم دیا تھا، تو اسے دوبارہ خمس نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فروخت شدہ مال کے بارے میں شک:

قانون: جس شخص کی آمدنی سے جو مال منفعت میں آیا ہے اس بچے ہوئے مال کے بارے میں شک ہو جائے کہ یہ مال اس سال کا ہے جسکا خمس دیا ہوا ہے یا اس سال کا ہے جسکا خمس نہیں دیا ہوا تو اس صورت میں اسے اس مال کا خمس دینا ہوگا۔

جس مال کا خمس ادا ہو چکا ہو:

قانون: جس مال کے بارے میں یقین ہو کہ اسکا خمس ایک دفعہ نکال دیا ہے تو اس کا دوبارہ خمس دینا واجب نہیں ہے۔

سونے کی کرنسی کا حکم:

قانون: سونے کی کرنسی کا حکم باقی کرنسی کا ہے اس سے جو اپنی ضروریات پر خرچ کرے گا تو اس پر خمس نہیں ہے اور جو بچ جائے اس پر خمس ہے خمس نکالتے وقت اسکی قیمت گزاری کی جائے گی اور اسی کے مطابق خمس کا حساب کیا جائے گا۔

سونا کو محفوظ رکھنا:

قانون: جو شخص سونا خرید کر سرمایہ کے طور پر اسے محفوظ کر لیتا ہے تو اسے خمس دینا واجب ہے اور ہر سال اس پر جتنا اضافہ ہوتا جائے گا تو اس اضافہ پر بھی خمس دینا ہوگا۔

مخمس مال سے خرید کیا گیا سامان:

قانون: جس سامان کو بیچنے کی نیت سے مخمس مال سے خرید گیا ہو تو جب سامان کو بیچا جائے گا تو قیمت خرید سے زائد جو منفعت حاصل ہو گی اس پر خمس ہے۔ضابطہ یہ ہے کہ منفعت سے سال کے اخراجات منہا کر سکتا ہے، بچت پر خمس ہے۔

ہر آمدنی کا علیحدہ خمس:

قانون: جس شخص نے اپنی ہر آمدنی کے لئے الگ خمس کی تاریخ رکھی ہے تو وہ اس تاریخ پر اسی آمدنی کی بچت سے خمس دیگا دوسری آمدنی سے اس آمدنی کا خمس نہ دے۔

پگڑی پر دی گئی رقم:

قانون: جو پگڑی کے طور پر رقم دی جاتی ہے اگر وہ رقم سال کے بچے ہوئے مال سے دی گئی ہے تو اس پر خمس ہے۔

زمین کی آبادکاری:

قانون: بنجر یا غیر آباد زمین کی اس نیت سے آبادکاری کی جائے کہ اس پر پھل دار درخت لگائے جائیں تو اخراجات نکال کر اصل زمین کا خمس ہے لہٰذا وہ یا تو عین زمین کا خمس دے دے یا اسکی قیمت کا خمس دے۔

قانون: آباد کی گئی زمین پر کنویں، پانی کے کھالے، نلکے، ٹیوب ویل، درخت لگانے پر جو رقم ادھار لے کر خرچ کی گئی ہو اور پھر اس ادھار کو غیر مخمس مال سے ادا کیا گیا ہو تو اس مال کا خمس دینا ہوگا جو قرض میں ادا کیا جا چکا ہے۔

قانون: جو غیر مخمس مال زمین کی آبادکاری پر خرچ کیا گیا ہے تو جس وقت خمس نکالے گا اس کی موجودہ قیمت لگا کر خمس دیگا۔

اقساط پر رہائشی پلاٹ یا مکان پر خرچ شدہ مال کا حکم:

قانون: جس شخص کے لئے رہائشی مکان کی ضرورت ہے وہ اس مکان کے لئے اپنی سالانہ آمدنی سے پیشگی رقم دیتا ہے لیکن مکان کے لئے پلاٹ یا خود مکان اس سال وصول نہیں کرتا بلکہ کئی سال بعد اسے وہ پلاٹ ملے گا یا وہ مکان تیار شدہ ملے گا تو یہ سب کچھ اگر اسکی حیثیت وشان

کے مطابق ہو اور اسکے بغیر اس کے لئے اپنی ضرورت پوری کرنا ممکن نہ ہو تو ان صرف شدہ مبالغ پر خمس نہیں ہے۔

پہلی مرتبہ خمس کا حساب:

قانون: جو شخص پہلی مرتبہ خمس نکالنا چاہتا ہے تو گزرے ہوئے سالوں میں اسے یقین ہے کہ اخراجات سے زائد اس کے پاس کچھ نہیں بچتا تھا تو اس پر گزشتہ سالوں کا خمس نہیں ہے۔

وقف شدہ اموال:

قانون: وقف شدہ زمینوں، کتابوں اور دیگر اشیأ کی اصل پر خمس نہ ہے چاہے وہ وقف عام ہو یا وقف خاص ہو۔

قانون: نابالغ بچوں کی آمدنی اور منافع پر خمس اس وقت دینا ہوگا جب وہ بالغ ہو جائیں شرط یہ ہے کہ بلوغ سے پہلے وہ منافع اسکی ملکیت میں موجود رہا ہو۔

کاروبار کے وسائل:

قانون: کاروبار کے لئے استعمال ہونے والے آلات و دیگر وسائل کا حکم اصل سرمایہ کا ہے کہ اسکا خمس دینا ہوگا۔

خمس کی تاریخ آنے پر:

قانون: جس کے خمس کی تاریخ آن پہنچی اور اس نے دو دن پہلے اپنی ماہانہ تنخواہ وصول کی یا کوئی اور آمدن اسے ہوئی تو جس قدر اس نے تاریخ سے پہلے اپنی ضروریات پر خرچ کر دیا اس پر خمس نہیں ہے باقی پر خمس ہے۔

تعلیمی وظائف:

قانون: تعلیمی وظائف اور سکالرشپ پر اور اس طرح طلبا کو جو کچھ تعلیمی اخراجات کے لئے ملتا ہے تو ان اموال پر خمس نہیں ہے چاہے انہوں نے اخراجات میں قناعت کرتے ہوئے اپنے متوقع اخراجات کے لئے کچھ پیسے بچا کر ہی کیوں نہ رکھے ہوں۔

خمس کی بروقت ادائیگی:

قانون: خمس کو بروقت ادا کرنا واجب ہے لیکن اگر خمس والے سال کا خمس اگلے سال یا چند روز تاخیر سے ادا کرے تو بھی خمس ادا ہو جائے گا۔

قانون: خمس کے سال کے داخل ہونے کے بعد اس مال میں تصرف کرنا جائز نہیں جس پر خمس دینا واجب ہے اگر اس مال سے کچھ خریدے گا تو پھر خرید شدہ سامان یا زمین پر جو خمس کی مقدار خرچ ہوئی ہے حاکم شرعی کی اجازت کے بعد اس کی موجودہ قیمت ادا کرنا واجب ہے۔

مونۃ میں خرچ ہونے والے مال سے عدم وجوب خمس کا ضابطہ:

قانون: ایسی اشیاء جن کی عین اور اصل استعمال کے بعد باقی رہ جاتی ہے جیسے لباس بستر، برتن تو اسمیں ضابطہ انکی احتیاج اور ضرورتِ سال کے دوران ہے چاہے ایک دو مرتبہ ہی انکی ضرورت کیوں نہ پیش آئے جبکہ وہ اشیاء جو مصرف سے ختم ہو جاتی ہیں جیسے غذائی اجناس تو اس میں سے جو خرچ ہو جائے اس پر خمس نہیں ہے اور جو جنس بچ جائے چاہے تھوڑی ہو یا بہت تو اس کا خمس دینا ہوگا۔

رہائش کے لئے خرید شدہ زمین:

قانون: رہائش کے لئے خرید کی گئی زمین پر خمس نہیں ہے۔

اپنے رہائشی مکان کو کرایہ پر چڑھانے کا حکم:

قانون: اگر تین بھائی ملکر اپنی اپنی رہائش کے لئے تین مکان بناتے ہیں بعد میں تینوں ایک مکان میں رہائش رکھتے ہیں تو اگر گھر اپنی سالانہ آمدنی سے رہائش کی نیت سے تیار کیا گیا اور پھر اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے اسے کرایہ پر چڑھایا ہے تو اس پر خمس نہیں ہے۔ لیکن اگر شروع دن سے قصد یہ تھا کہ اس مکان کو کرایہ پر دیں گے اور اسکی آمدنی کو استعمال لائیں گے تو اسکا حکم کاروبار والا ہے اس کا خمس دینا ہوگا۔

قرض کے منافع سے ادائیگی:

قانون: سال کے منافع سے قرض ادا کرنا جائز ہے چاہے اس قرض کی ادائیگی کا وقت آچکا ہو یا بعد میں آنا ہو لیکن جب خمس کی تاریخ آجائے تو پھر اس وقت موجود سارے مال کا خمس دینا ہوگا اس سے قرض کو علیحدہ نہیں کر سکتے۔

پرائیویٹ تعلیمی ادارہ قائم کرنا:

قانون: اگر چند اشخاص مل کر کاروبار کی نیت سے پرائیویٹ سکول قائم کرتے ہیں تو جو سرمایہ ہر شخص نے اس میں ڈالا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس مقدار کا خمس نکالے جسے اس نے کاروبار کے لئے دیا ہے اور جب منفعت حاصل ہو تو اس منفعت سے اپنی ضروریات زندگی سے جو بچ جائے گا اس پر خمس ہوگا۔ یہ بھی واضح رہے کہ جب ہر شریک اپنے حصے کا خمس دیا ہوا ہے

تو پھر جو مجموعی سرمایہ جو اکٹھا ہوا ہے اس سے خمس نکالنا ضروری نہیں یہی ضابطہ ہر مشترکہ کاروبار کے لئے ہے۔

شادی کی نیت سے جمع شدہ مال:

قانون: جس شخص نے شادی کی غرض سے مال جمع کرکے رکھ لیا، دوران سال شادی نہ کی ،خمس کی تاریخ آگئی تو پھر اس مال کا خمس دینا واجب ہے۔

ہدیہ کے لئے دیا گیا مال:

قانون: جو مال انسان کسی کو ہدیہ دیتا ہے چاہے وہ ہدیہ اپنی زوجہ کو ہی کیوں نہ دے خمس کی ادائیگی سے فرار کی نیت سے نہ ہو اور اسکی حیثیت اور شان سے بھی زیادہ نہ ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

غیر مسلم سے حاصل شدہ مال:

قانون: جو کچھ غیر مسلموں سے کسی بھی حوالے سے ملے تو اس سے حاصل شدہ مال میں سے جو سال کے اخراجات پر خرچ ہو جائے اس پر خمس نہیں ہے جو کچھ بچ جائے اس پر خمس ہے۔

پہلے سے ادا شدہ خمس:

قانون: جس شخص کے پاس خمس کی تاریخ کے وقت اصل سرمایہ سے کچھ بھی نہ ہو اور منافع سے بھی کچھ نہ ہو یا کل نقد رقم جو موجود ہے یا دکان میں جو سامان ہے اس کی مالیت ساری ملا کر اتنی مقدار میں جس مقدار کا وہ پہلے خمس دے چکا ہے تو اس مال پر خمس نہیں ہے۔

خمس کی تاریخ آنے پر:

قانون: جب خمس کی تاریخ آجائے تو کاروباری شخص کو اپنی دکان یا کاروبار میں دیکھنا ہوگا جو اس کے پاس موجود ہو، اس کا تخمینہ لگایا جائے گا تو جو اضافہ ہوا ہے اس پر خمس دینا واجب ہے۔

بغیر خمس ادا کئے مال میں تصرف کرنا:

قانون: خمس کی تاریخ آنے پر اگر کسی کے اموال میں خمس کا مال موجود ہو اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو جب تک اس کا خمس ادا نہ کریگا اس مال میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

جس مال پر خمس دینا واجب ہے:

قانون: جس مال پر خمس ہے اگر اسکی خرید وفروخت کی جائے تو اس میں جو بھی معاملہ ہوگا وہ غیر شرعی ہوگا حاکم شرع کی اجازت پر اسکا صحیح ہونا موقوف ہے حاکم شرع سے اجازت لینے کے بعد کل مال کا خمس دیا جائے پھر دوسرے سال کے اخراجات سے جو بچ جائے اس پر خمس ہے۔

دکاندار کا حساب خمس:

قانون: ایک دکاندار جب خمس کا حساب کرنا چاہے تو اس پر ہے کہ پہلے موجودہ سرمایہ، نقد مال، اس سب کی مقدار کا تعین کرے اگر وہ اس سرمایہ جسکا وہ خمس دے چکا ہے کے برابر ہے تو خمس نہیں ہے اور جو اس سے زائد ہے تو وہ منافع ہے اور منافع سے سال کے اخراجات کے بعد جو بچ جائے اس پر خمس ہے۔

خمس کے سال کا آغاز:

قانون: ہر شخص کے خمس کے سال کی ابتدأ وہ دن ہے جس میں اسے پہلی مرتبہ فائدہ حاصل ہوا ہے یا فائدہ حاصل کرنے کے قابل تھا خمس کے سال کی تاریخ اس دن سے موخر کرنا ٹھیک نہیں۔ دکاندار کے خمس کا سال کاروبار کے آغاز کا دن ہے تنخواہ دار جب پہلی تنخواہ وصول کرے گا تو وہ اسکے خمسی سال کا آغاز ہوگا جس تاریخ کو فصل اٹھائی جائے گی تو وہ اسکے خمسی سال کا آغاز ہوگا۔

خمس کے سال سے پہلے کا قرض:

قانون: خمس ادا کرنے کے سال سے پہلے کچھ رقم قرض دی گئی اور خمس کی تاریخ کے بعد اگلے سال اس قرضہ کو واپس لیا گیا تو جس وقت اس قرض کو واپس لیا ہے اس وقت اس پر خمس واجب ہے۔

خمس کی غرض سے خرید شدہ مال:

قانون: خمس کی غرض سے خریدا گیا مال اگر سال کے دوران بیچ دیا جائے تو اس پر جو اضافہ ملے گا وہ اس سال کے منافع سے ہوگا اگر وہ سال بھر فروخت نہ ہو سکے تو اس مال پر خمس نہیں ہے اور جب اگلے سال وہ مال فروخت ہو تو اس کی خرید پر جو اضافہ ہوگا تو وہ اس سال کے منافع سے ہوگا۔

مستحقین کے بارے میں:

قانون: جو شخص شرعی ضوابط کے تحت مستحق نہیں ہے وہ خمس نہیں لے سکتا۔ جس کا خرچ دینا خمس دینے والے پر واجب ہے تو اس پر خمس کی رقم خرچ نہیں کی جا سکتی۔

ضمن: اولاد پر واجب ہے کہ وہ اپنے والدین کا خرچہ برداشت کریں لھذا وہ والدین پر خرچ شدہ رقم کو خمس سے ادا نہیں کر سکتے۔ شوہر پر واجب ہے اپنی بیوی کا خرچہ دے لہذا وہ بیوی کو خمس سے نہیں دے سکتا۔

خمسی سال سے پہلے آمدنی کو تبدیل کرنے کا حکم:

قانون: جو شخص خمسی سال کی آمدنی کو خمس کی تاریخ سے پہلے کسی مال سے تبدیل کر دے اس رقم سے بانڈ خرید لے یا سونے چاندی کے سکے خرید لے تاکہ بعد میں انہیں بیچ کر اپنے اگلے سال کے اخراجات پورے کر سکے تو اس صورت میں اس درآمد پر خمس کا وجوب ساقط نہیں ہوگا۔

مخمس مال پر منفعت کا حکم:

قانون: مخمس مال سے کسی نے کوئی سامان خریدا جس کی قیمت مبلغ دس ہزار روپے تھی بعد میں اگر اس سامان کو پندرہ ہزار روپے میں فروخت کر دے تو جو پانچ ہزار روپے اضافی ملے ہیں وہ سالانہ آمدنی سے ہونگے پھر خرچ کرنے سے جو کچھ بچے گا اس پر خمس ہے۔

دیت کا حکم:

قانون: جو مال دیت کے عنوان سے ملتا ہے اس پر خمس نہیں ہے۔

مخمس اموال سے صرف شدہ مال کا حکم:

قانون: جو رقم مخمس مال سے دوران سال خرچ کر دی جائے سال کے اختتام پر جائز نہیں کہ اس خرچ شدہ مخمس مال کو سال کی درآمد سے جدا کیا جائے۔

ضمن: جس شخص کے پاس ایسی غذائی اجناس موجود ہوں جیسے، گندم، چاول، مکئی وغیرہ جن سے خمس نکالا گیا ہے اور وہی مخمس غذائی اجناس بعینہٖ موجود ہوں صارف نے ان ہی مخمس اجناس کو سال کے دوران خرچ کیا تو سال کے دوران یا آخری نئی آمدہ اجناس کو صرف شدہ اجناس کی جگہ نہیں رکھ سکتے لہٰذا نئی غذائی اجناس جنہیں اپنی ضروریات پر خرچ کر چکا ہے ان پر خمس نہیں ہے جو کچھ غذائی اجناس سے بچ جائے گا اس پر خمس ہے

ضمن: ایسا شخص جس کے بنک میں دو کھاتے ہیں ایک کھاتہ میں ہبہ اور عطیہ میں ملنے والی رقوم ہیں اور دوسرے میں محنت مزدوری سے آمدنی کی رقم ہے اگر ایسا شخص اپنی ضروریات پر ہبہ والے کھاتہ سے کر خرچ کرتا ہے اگرچہ اس نے ایسا غلطی سے کیا ہو تو وہ شخص اس خرچ شدہ رقم کے عوض دوسرے کھاتہ سے رقم نکال کر نہیں ڈال سکتا جس پر خمس نہیں تھا،

ضابطہ یہ ہے کہ مخمس مال یا ایسا خرچ شدہ مال جس پر خمس نہیں ہے وہ مال کو جو سال کی آمدنی سے وصول نہیں کر سکتا ہے۔

خمس مال سے عطیہ دینا:

قانون: خمس کے مال کو بطور ھبہ یا عطیہ نہیں دیا جاسکتا۔

مخمس مال میں اضافہ:

قانون: جس شخص کے خمس کی تاریخ آگئی اسکے پاس مخمس مال اضافہ کے ساتھ موجود ہے تو فقط اضافہ پر خمس دیا جائے گا

جس مال کا خمس ایک دفعہ دے دیا جائے اور وہی مقدار (جسے مخمس کہا جاتا ہے) اسکے پاس موجود ہو تو اس پر خمس نہیں ہے، خمس اضافہ پر ہے

دینی طلباء کے وظائف:

قانون: حقوق شرعیہ (خمس) سے جو کچھ طلباؑ کو ماہانہ وظائف کے طور پر ملتے ہیں ان وظائف پر خمس نہیں ہے۔

خطباء وذاکرین کے بارے حکم:

قانون: مکلّف کے لئے جو کچھ تبلیغ دین، امامت نماز، مجالس عزاؑ کے ذریعے آمدنی ہوتی ہے خمسی سال آنے پر بچت پر خمس دینا واجب ہے۔

قانون: ذاکرین اور خطباء کے لئے جو کچھ نذر ونیاز کے طور پر ملے چاہے طے شدہ ہو یا طے شدہ نہ ہو انکی آمدنی سے جو کچھ سال کے آخر میں اخراجات کے بعد بچ جائے اس پر خمس ہے۔

غیر مخمس مال کا خمس:

قانون: خمس اسی مال کا دینا ہوتا ہے جس سے خمس نہیں دیا گیا۔

کفن کے بارے میں:

قانون: اگر کفن ایسے مال سے خریدا جسکا خمس دیا جا چکا ہے تو اس پر خمس نہیں لیکن اگر غیر مخمس مال سے کفن خریدا گیا ہو تو اس کی موجودہ قیمت پر خمس دینا واجب ہے۔

خمس سے فرار کے لئے خرچ کئے گئے اموال کا حکم:

قانون: جو شخص خمس سے فرار کے لئے خمسی سال آنے سے پہلے غیر ضروری اخراجات شروع کر دیتا ہے، جیسے مستحب حج، مستحب زیارت اور اس قسم کے دوسرے کام جس سے وہ چاہتا ہے کہ خمسی سال آنے پر اسے خمس نہ دینا پڑے تو ایسے شخص پر ان سب اموال کا خمس دینا ہوگا جو اموال اس نے غیر ضروری طور پر اس نیت سے خرچ کئے کہ اسے خمس نہ دینا پڑے لیکن اگر خمس سے فرار کی نیت نہ ہو تو اس قسم کے اخراجات پر خمس نہیں ہے۔

طالبعلم کا خرید شدہ مکان:

قانون: جس طالبعلم نے ماہانہ وظیفہ اور امداد لے کر اپنی رہائش کے لئے مکان خریدا ہے اور پھر اس مکان کو فروخت کیا ہے اس کے پیسے موجود ہیں ابھی اور گھر نہیں خرید کیا تو اس رقم پر خمس نہیں ہے۔

حکومت کا ٹیکس:

قانون: حکومت جو ٹیکس لگاتی ہے اسے خمس کے ضمن میں شمار نہیں کیا جا سکتا، خمس کا اسکی شرائط پورا ہونے پر ادا کرنا واجب ہوگا۔

پیشگی تنخواہ وصول کرنے کا حکم:

قانون: جو شخص اپنی چند ماہ کی تنخواہ وقت سے پہلے وصول کرلیتا ہے خمسی سال آنے پر جتنی مزدوری کر چکا ہے اسکے برابر ملنے والی اجرت کا حساب کرے گا اور باقی ماندہ رقم جسکا ابھی کام نہیں کیا تو وہ مقدار اگلے سال کی آمدنی شمار ہوگی۔

وقت سے پہلے تنخواہ وصول کرنا:

قانون: ایک شخص کا خمسی سال یکم جنوری ہے وہ اپنی تنخواہ ۲۵ دسمبر کو وصول کرلیتا ہے تو اسے خمس تاریخ پر بچی ہوئی رقم سے خمس دینا ہوگا

پنشن میں ملنے والی رقم کا حکم:

قانون: جو رقم انسان کو پنشن میں ملتی ہے تو وہ رقم سال کی آمدنی شمار ہوگی ہر ماہ ملے یا ایک جگہ سارے سالوں کی وصول کرلے جس سال میں وہ رقم اس کے پاس آئے تو وہ اس سے اپنے اخراجات پورے کرے گا جو آخر سال میں خمس کی تاریخ آنے پر بچ جائے اس میں سے خمس دینا ہوگا۔

اقساط پر خرید کی گئی ٹیکسی یا گاڑی کا حکم:

قانون: جو شخص ٹیکسی چلا کر گزارا کرتا ہے یا ٹرک اس کے پاس ہے یا کوئی اور وسیلہ جسے اس نے اقساط میں لے رکھا ہے وہ کام کرکے اسکی اقساط ادا کرتا ہے تو اس کے بارے میں دیکھنا ہوگا کہ جو اقساط وہ ادا کر چکا ہے اگر ان کا خمس وہ اب دینا چاہے تو اس کی زندگی درہم برہم ہو جائے گی تو اس پر خمس نہیں ہے وگرنہ ادا شدہ اقساط کا خمس ادا کرنا واجب ہے اسی طرح اسکی جو آمدنی ہے خمسی سال پر جو کچھ بچ جائے یا جو اس نے بچا کر رکھا ہے چاہے اقساط دینے کے لئے ہی کیوں نہ ہو اور اسی دوران خمسی سال آگیا تو اسکا خمس اسے دینا ہوگا۔

حج کے لئے قرض پر لی گئی رقم:

قانون: جس شخص نے حج تمتع کے لئے قرض لیا ہے اور اقساط میں قرض ادا کرتا ہے تو قرض پر تو خمس نہیں ہے لیکن خمسی سال تک جو اقساط ادا کر چکا ہے ان کا خمس دینا ہوگا اور جو مال اس کے مؤنۃ میں خرچ نہ ہوا بلکہ خمسی سال آنے پر اس کے پاس موجود ہو تو اس پر خمس ہے۔

قرض دار کا حکم:

قانون: جس پر قرضہ جات کا بوجھ ہے تو یہ بات خمس کے وجوب میں مانع نہیں ہے اگر کسی مال پر خمس کی شرائط پوری ہوں تو اس سے خمس دینا ہوگا چاہے وہ شخص مقروض ہی کیوں نہ ہو۔

سال کی آمدنی سے اقساط کی ادائیگی:

قانون: جس شخص نے اقساط پر گاڑی لی ہوئی ہے خمسی سال آگیا اقساط ماہانہ دینی ہوتی ہیں تو وہ ان اقساط کو سال کی آمدنی سے دے سکتا ہے۔ خمسی سال آنے پر اس کے پاس جو کچھ بچ گیا اس سے خمس دینا ہوگا۔

مہریہ جو انسان کے ذمہ ہے:

قانون: جس کے ذمہ زوجہ کا مہریہ ہے تو وہ دوران سال اس مہریہ کو سال کی آمدنی سے ادا کر سکتا ہے لیکن اگر خمسی سال آجائے تو پھر جتنی رقم اس کے پاس ہے اس سب کا خمس دینا ہوگا اس رقم سے مہریہ کی رقم جو اس کے ذمہ ہے اسے جدا نہیں کر سکتا۔

گھر کے ساتھ ملحقہ دکان کا حکم:

قانون: ایک شخص نے کوچہ میں اپنی رہائش کے لئے مکان خریدا کہ گلی کی جانب ایک ایسا کمرہ بھی ہے جس کے بارے میں اسکا خیال تھا کہ اسے دکان بنالوں گا لیکن اس نے ایسا کیا نہیں تو اسکا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے اس کمرہ کو کاروبار کی نیت سے نہیں خریدا تھا البتہ یہ مکان کا حصہ شمار ہوتا ہے اور اب تک اس دکان میں کاروبار بھی شروع نہیں کیا تو اس پر خمس نہیں ہے اس کا شمار گھر کے ملحقات میں ہوگا۔

رہائش، تفریح گاہ، اولاد کی رہائش کے لئے خرید شدہ زمین:

قانون: جس کسی نے زمین کا پلاٹ سالانہ آمدنی سے اپنی ذاتی رہائش کے لئے خرید ایا استراحت اور تفریح کے لئے اس پر زمین باغ لگانے کی نیت سے اسے خرید ایا اپنی اولاد کی رہائش کے لئے پلاٹ لیا جن کے مصارف اس کے ذمہ ہیں تو ان صورتوں میں خمس نہیں ہے شرط یہ ہے کہ اس کی حیثیت اور شان کے مطابق ہو اور دوران سال کی آمدنی سے لیا گیا ہو۔

مہمان کے اخراجات:

قانون: جو شخص مہمان پر متعارف اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے مونۃ سال سے ہے اس پر خمس نہیں ہے۔

صدقات اور حقوق شرعیہ کا حکم:

قانون: انسان جو اموال امور خیر یہ یا واجبات دینی ادا کرنے پر صرف کرتا ہے تو ایسے اموال کا خمس نہ ہے۔

میت کے حج کا حکم:

قانون: ایک شخص نے مستحب حج پر جانے کے لئے ایک مبلغ کسی مالیاتی ادارہ میں جمع کرا رکھا ہے لیکن حج پر جانے سے پہلے اسے موت آجائے تو اس صورت میں اگر اسکا حج واجب ہے تو اسے اس کے اصل ترکہ سے انجام دیا جائے گا اگر اسکی وصیت ہے تو وہ وصیت اصل ترکہ کے

1/3پر لاگو ہوگی لیکن جو رقم اس نے حج کی نیت سے جمع کر رکھی تھی وہ اس کا ترکہ شمار ہوگی اس پر خمس ہوگا اسکی موجودہ قیمت کا حساب کیا جائے گا اگر کوئی ایسی چیز لے کر رکھی تھی جس کی قیمت بڑھتی اور کم ہوتی رہتی ہے تو بھی اسکی موجودہ قیمت کا خمس دینا ہوگا۔

ایسا مکان جو کمتر استعمال میں رہتا ہے:

قانون:ایک شخص ہے جس نے کئی جگہوں پر اپنے لئے رہائشی مکانات بنا رکھے ہیں بعض مکانات میں کمتر رہائش رکھتا ہے تو اس صورت میں اگر وہ ایسا شخص ہے کہ اسکی رہائش کے لئے چند جگہوں پر مکانات کا ہونا اسکی ضروریات سے ہے تو اس صورت میں کم استعمال والے مکانات بھی اسکی ضرورت میں شمار ہوں گے ان پر خمس نہیں ہے۔

مکان بنانے کی نیت سے خریدا گیا پلاٹ

ضمن:ایک شخص نے اس خیال سے ایک پلاٹ خریدا تھا کہ وہ اس جگہ رہائشی مکان بنالے گا لیکن وہ اس وقت مکان بنانے کی استطاعت نہیں رکھتا اس پلاٹ کی قیمت بڑھ جائے تو وہ شخص اس پلاٹ کو فروخت کرے گا تو اسے جو اضافی رقم ملے گی وہ رقم اس شخص کے سال کی آمدنی ہوگی جس سال میں اسے اس نے بیچا ہے لھذا جو مؤنۃ سال سے بچے گا اس پر خمس دینا ہوگا۔

سیر و تفریح کے لئے خرید شدہ زمین یا باغ کا حکم:

قانون: اگر انسان کی ضرورت ہو کہ اس کے پاس سیر وسیاحت یا ورزش کے لئے ایک جگہ ہو یا خاص باغ ہو جبکہ ایسا اسکی اپنی حیثیت کے مطابق ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

اضافی برتنوں اور بستروں اور فرنیچر کا حکم:

قانون: جو شخص مہمانوں کے استعمال کے لئے خصوصی برتن یا بستر اور فرنیچر وغیرہ تیار کرواتا ہے لیکن سال کے دوران اس کے پاس مہمان نہیں آتے کہ جن کے لئے وہ اشیاء استعمال میں لائی جاتیں اس صورت میں جو سامان بغیر استعمال کے موجود ہے اس پر خمس نہیں ہے شرط یہ ہے کہ اسکی حیثیت و شان کے مطابق ہو۔

اضافی ادویات کا حکم:

قانون: کسی شخص نے دوران سال اپنی بیماری کے لئے ادویات خریدیں خمسی سال پر کچھ ادویات بچ جاتی ہیں تو اس بارے میں دیکھنا ہوگا کہ اگر اسکی بیماری کے لئے یہ ادویات ہیں اور بیماری کے لئے استعمال کی نیت سے لی گئی ہیں تو ان پر خمس نہیں ہے۔

شخصی استفادہ کے لئے گاڑی کا حکم:

قانون: اگر کوئی شخص گاڑی کاروبار میں استعمال کے لئے خرید کرتا ہے تو اس پر خمس ہے اگر گاڑی اپنے ذاتی استعمال کے لئے لیتا ہے اور اسکی ضرورت بھی ہے اور اسکی حیثیت و شان

مطابق ہے تو پھر اس پر خمس نہیں ہے البتہ اگر گاڑی ایسی رقم سے خرید کی گئی ہو جس پر سال گزر چکا تھا تو پھر اس کا خمس ادا کرنا ہوگا۔

آئندہ کی ضرورت واسطے خرید شدہ وسائل کا حکم:

قانون: جو شخص آئندہ کی زندگی کے لئے کچھ وسائل خرید تا ہے تو اس صورت میں جب اس کے لئے ان وسائل کو اکٹھا خریدنا ممکن نہ ہو اور وہ خریداری اسکی شان کے مطابق ہو اور وہ یہ خریداری سال کی آمدنی سے کرے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

ایک سال کی ضروریات خریدنے کا حکم:

قانون: جو شخص سال کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر سال کے آغاز میں سردیوں اور گرمیوں کے کپڑے خرید لیتا ہے یا دوسرا سامان لے لیتا ہے اگر یہ سب خریداری اس کی شان اور ضرورت کے مطابق ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

کرایہ پر چڑھایا گیا گھر:

قانون: جس شخص نے مکان رہائش کے لئے بنا کر اس مکان میں کم از کم ایک سال سکونت اختیار کی پھر اس نے اپنی رہائش کے لئے قرضہ لے کر اور گھر بنا لیا اور پہلے گھر کو کرایہ پر چڑھا دیا، اس کے کرایہ سے دوسرے گھر کی اقساط ادا کرتا ہے تو ایسی صورت میں نہ تو پہلے گھر کا خمس

ہے نہ ہی دوسرے گھر کا، پہلے گھر کا خمس نہیں ہے کہ وہ اسکی ضرورت تھااور اس میں وہ ایک سال سکونت بھی رکھ چکا ہے اور دوسرے پر خمس نہیں ہے کہ وہ اسکی موجودہ ضرورت ہے۔

وسیلہ کا استعمال:

قانون: جو شخص اپنی ضرورت کے تحت آمدنی کو اخراجات کے واسطے سال کی درآمد سے ایک وسیلہ خریدتا ہے خمسی سال آگیا وہ اس وسیلہ کو استعمال میں نہیں لاسکا تو اس صورت میں اگر وہ وسیلہ اسکی ضروریات سے تھااور سال کی درآمد سے اس کے لئے پیسے دیئے تھے تو اس پر خمس نہ ہے اگرچہ اس نے اسے ابھی تک استعمال نہیں کیا۔

آرائش وزیبائش کے لوازمات، لوازم التحریر اور اسٹیشنری کے بارے میں حکم:

قانون: ایسے وسائل جو لکھنے پڑھنے کے کام آتے ہیں اگر وہ اسکی حیثیت کے مطابق ہوں اور وہ سامان دوران سال کی درآمد سے لیا گیا ہو تو اس پر خمس نہ ہے لیکن سال کے دوران جن کا استعمال نہ ہوا ہو اور وہ سائل بچے ہوئے ہوں اور انکی مالیت بھی ہو تو ان پر خمس ہے، جیسے قلم، کاغذ، سیاہی وغیرہ اور یہی حکم آرائش وزیبائش، ہار سنگھار کے وسائل کا ہے۔

موبائل فون کے کارڈ:

قانون: جس کسی نے موبائل فون کے کارڈ کے لئے پیسے دے رکھے ہوں لیکن کارڈ کو ابھی تک وصول نہ کیا ہو اور خمسی سال آگیا تو وہ کارڈ اگر اسکی ضروریات سے تھا اور دوران سال کی

درآمد سے پیسے دیئے تھے تواس پر خمس نہ ہے جس سے وہ کارڈ خرید کیا گیا ہا گرچہ اس کارڈ ابھی تک اس نے وصول نہیں کیا۔

ضمن: جس شخص نے اپنے موبائل فون کو چارج کروایا اور اس میں پیسے ڈلوادیئے یہ کام دوران سال کیا گیا اب خمسی سال آگیا تو موبائل فون میں جس قدر رقم موجود اور استعمال میں نہ آئی ہو تو اس پر خمس دینا ہوگا۔

گھریلو حیوانات اور ان سے حاصل شدہ آمدنی:

قانون: جس شخص نے حیوانات پال رکھے ہوں انکے دودھ ، ریشم و اون، گھی ، اور ان سے ہونے والے بچھڑوں سے فائدہ اٹھاتا ہو تو وہ جو کچھ دوران سال خرچ کرلے گا اس پر خمس نہیں ہے لیکن خمسی سال پر جو کچھ اس کے پاس موجود ہوگا جیسے گھی، دودھ، اون، بچھڑے وغیرہ تو ان پر خمس ہوگا۔

مؤنۃ سے متعلق مسائل

مؤنۃ کی تعریف:

جو اخراجات انسان اپنی روزمرہ کی ضروریات پر کرتا ہے،اپنی ذات کے لئے اپنے اہل وعیال کے لئے ، مہمانوں کے لئے ،انسان کی زندگی سے متعلق ہر قسم کی ضروریات ، مؤنۃ میں آتے ہیں اسی طرح دینی فرائض وواجبات اور مستحب اعمال کوانجام دینے کے لئے جو اموال خرچ ہوتے ہیں سب کا شمار مونۃ میں ہوتا ہے جیسے کفارات ادا کرنا، واجب نفقات دینا، حج وزیارات پر جانا، نذر ونیاز، ہدایا و تحائف، جیسے امور بھی مؤنۃ میں آتے ہیں۔

مؤنۃ کا ضابطہ:

سال بھر کی ضروریات پر خرچ کرنا مؤنۃ ہے اس کا اصول و ضابطہ یہ ہے کہ جس سال کا مؤنۃ ہے وہ اسی سال کی منفعت سے لیا جائے گا لہٰذا اگر مؤنۃ والے سال کے دوران منفعت نہ ہو تو اس سال کے لئے اس سے پہلے والے سال یا بعد والے سال کی منفعت سے مؤنہ کے لئے اخراجات علیحدہ نہیں کر سکتے ، ہر سال کا اپنا حساب رکھنا ہوگا۔

اخراجات کا معیار: معاشرے میں ہر شخص کے لئے اسکا معیار زندگی متعارف ہو جاتا ہے اسی معیار کو سامنے رکھ کر مؤنۃ میں آنے والے اخراجات کا حساب کیا جائے گا ضابطہ یہ ہے ہر شخص کی معاشرے میں جو شان وحیثیت ہے اس کے مطابق اسے مؤنۃ کی چھوٹ حاصل ہے۔

مؤنۃ میں اخراجات کے لئے ضابطہ:

ا۔ مونۃ میں اخراجات کے لئے ضابطہ: مؤنۃ میں خرچ ہونے والے اموال آتے ہیں اس سے مراد یہ نہیں کہ انسان مبالغ یا اجناس کو علیحدہ کرکے رکھ دے اور خرچ نہ کرے۔

۲۔ اگر کوئی شخص اپنی حیثیت سے کم خرچ کرتا ہے تو اضافی رقم مونۃ میں شمار نہ ہوگی

مثال: جس کی حیثیت یہ تھی کہ وہ اپنے اوپر دس ہزار روپے خرچ کرے لیکن اس نے آٹھ ہزار روپے خرچ کیئے دو ہزار روپے بچائے تو اس نے جو دو ہزار روپیہ بچایا ہے وہ مؤنۃ سے نہیں اس پر خمس لاگو ہوگا گویا کہ خمس بچت پر ہوگا۔

ضمن: ایک شخص کی حیثیت یہ تھی کہ وہ اپنے اوپر دس ہزار روپے ماہانہ خرچ کرے لیکن وہ دس کی بجائے آٹھ ہزار روپے خرچ کرتا ہے اپنی حیثیت و شان سے دو ہزار کم خرچ کرتا ہے تو اس نے بچت کرکے جو رقم بچائی ہے وہ مؤنۃ میں شمار نہ ہوگی بلکہ اس پر خمس دینا ہوگا۔

ایسے مصارف جن کا شمار ضروریات میں نہیں ہوتا:

ضمن: ایسے مصارف جن کی فی الحال ضرورت نہیں ہوتی لیکن بعد میں ضرورت ہوگی جیسے زیر تعمیر ایسا گھر جسے رہائش کے لئے بنایا جا رہا ہو جبکہ وہ فی الحال سرکاری کوارٹر میں رہ رہا ہو اور اسے رہائش کے لئے فی الحال مکان کی ضرورت نہیں تو ایسے گھر کا حکم اس طرح ہے؛

(الف) اگر اس گھر کو سال کے منافع سے خرید کر بنائے یا اُس منافع سے کہ جس پر خمس نہیں ہوتا یا مخمس مال سے زمین خرید کر بنائے تو اس گھر پر خرچ شدہ مال پر خمس واجب نہیں ہے۔

(ب) ایسے منافع سے زمین خرید کر بنائے کہ جس پر خمس واجب ہو چکا ہو لیکن اس نے خمس نہ دیا ہو تو جو مال اس نے زمین خریدنے اور اس پر مکان بنانے میں صرف کیا ہے اس پر خمس دینا واجب ہے۔

(ج) اگر اس مکان کو ایسے منافع سے خریدے اور بنائے کہ جس پر خمس واجب ہو چکا ہو لیکن اس نے خمس نہ دیا ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان اخراجات کا خمس نکالے اور اگر اسکی قیمت چڑھ گئی ہو تو پھر اُسے موجودہ قیمت کا خمس ادا کرنا ہوگا۔

غیر مخمس مال سے خرید شدہ مؤنۃ کی فروخت:

قانون: جو شخص اپنی ضروریات کی چیزیں جیسے گاڑی، موٹر سائیکل، قالین وغیرہ ہے سال کے دوران کی آمدنی سے خرید تاہے پھر وہ ان اشیاء کو ایک سال بعد فروخت کر دیتا ہے تو ان پر خمس نہ ہے۔

اگر ان وسائل کو ایسی رقم سے خریدا تھا جس پر ایک سال گزر چکا تھا اور اس پر خمس نہ دیا تھا تو پھر اسے انکی خرید کا خمس دینا ہوگا۔

بلکہ وہ ان وسائل کو فروخت نہ بھی کرے تو بھی انکا حکم یہی ہے

لیکن جس شخص کو اس بات کا پتہ ہی نہ ہو کہ جو وسائل اس نے اپنی ضروریات کے لئے خرید کئے ان پر ایک سال گزر چکا تھا یا ان پیسوں پر سال نہیں گزرا تھا تو اس صورت میں جامع الشرائط مجتہد / حاکم شرع سے یا اسکے وکیل سے رہنمائی لے گا تاکہ اسکے ذمہ خمس سے کچھ نہ باقی رہے۔

مؤنۃ کے اموال کو بیچنے کا حکم:

قانون: جو سامان مؤنۃ سے ہے جیسے زیورات جو بیوی کے استعمال کے لئے ہیں یا گھر جو رہائش کے لئے ہے اور یہ سب کچھ اسکی حیثیت کے مطابق ہے تو یہ مؤنۃ سے ہے اگر وہ ان کو فروخت کرتا ہے تو اگر ان سے حاصل شدہ رقم خمسی سال آنے پر موجود ہو بلکہ اس پر کئی سال بھی گزر جائیں تو بھی اس پر خمس نہیں ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ اگر مؤنۃ سرمایہ میں تبدیل ہو جائے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

وہ موارد جو مؤنہ نہیں کہلاتے ہیں:

قانون: اصل مال اگر کسب و کار کے ذریعے حاصل ہوا ہو چاہے تنخواہ ہو یا اسکے علاوہ ہو تو اس میں خمس دینا واجب ہوتا ہے مگر یہ کہ جو فائدہ اس سے حاصل ہو وہ خمس نکالنے کے بعد سال کے اخراجات کے لئے پورا نہ ہو یا اسکے لئے مناسب اخراجات سے کم ہو لہٰذا جو شخص کسی دوسرے کا اصل سرمایہ مضاربہ کے لئے دے دے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس مال کا خمس نکالے۔ جو اس نے مضاربہ کے لئے دیا ہے یہی حکم اس فائدے کا بھی ہے جو اصل مال سے تجارت کرنے سے حاصل ہوا ہو، لہٰذا مال کی وہ مقدار جس کو وہ اپنی زندگی کے مصارف میں خرچ کرتا ہے تو اس مال کا خمس نکالنا واجب نہیں ہے جبکہ جو مال اسکے اخراجات سے زیادہ ہو تو اس مال پر خمس واجب ہے۔

ضمن: اگر ایک شخص سال کے منافع سے زمین اس ارادے سے خریدتا ہے کہ وہ بعد میں اس زمین کو بیچ کر اس سے حاصل شدہ مال کے ذریعے گھر بنائے گا تو اس پر واجب ہے کہ اس مال کا خمس ادا کرے۔

ضمن: جس شخص نے تین منزلہ مکان خریدا یا خود تعمیر کیا تا کہ وہ دو منزلوں کو کرائے پر دے اور کرائے سے حاصل شدہ مال کو اپنی زندگی کے مصارف پر لگائے تو جو مال اس نے ان دو منزلوں پر خرچ کیا ہے اس مقدار کا خمس نکالنا واجب ہے (یعنی اس مقدار کا حکم وہی ہے جو رائس المال یعنی اصل سرمایہ کا ہوتا ہے

اولاد کے لئے بنائے گئے مکان کا کرایہ پر چڑھانا:

قانون: جس شخص نے اپنی اولاد کے لئے دو مکان تعمیر کر رکھے ہیں جو کہ اس کی شان کے مطابق ہیں اور موجودہ ضرورت بھی ہے تو اسکا خمس نہیں ہے اگر ایسا نہیں بلکہ نہ تو اس وقت وہ شخص خود اس مکان میں رہتا ہے اور نہ ہی اسکی اولاد کے استعمال میں ہے، اسکی فعلاً ضرورت نہیں ہے تو اس صورت میں ان مکانات کی تعمیر پر جو کچھ خرچ کیا ہے اس پر خمس دینا ہوگا، کیونکہ یہ مؤنتہ سے نہیں ہے

استعمال کی چیز بدلنا:

قانون: ایک شخص کے پاس ایک قالین زیر استعمال ہے جو اسکی ضرورت کا ہے دوران سال وہ اسے بدل دیتا ہے اور نیا قالین لے آتا ہے لیکن اسی دوران خمسی سال آجاتا ہے تو اس نئے قالین

ہو جسے اس نے ابھی تک استعمال نہیں کیا خمس نہیں ہے اس میں شرط یہ ہے کہ نیا قالین اسکی ضرورت ہو اور حیثیت کے مطابق ہو اور پرانے جو قالین پر بھی خمس نہیں ہے کہ وہ اسکی ضرورت میں استعمال ہو چکا ہے۔

خمس کی ادائیگی کے وقت نیت:

قانون: خمس فریضہ ہے،اور مالی عبادت سے ہے اسے ادا کرتے وقت قربۃً اِلیٰ اللہ کی نیت کرنا ہوگا۔

نابالغ بچے کے بارے میں:

قانون: اگر نابالغ بچے پر خمس واجب ہو جائے تو اس کے ولی پر ادا کرنا واجب ہے لیکن یتیم کے مال کے منافع پر خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے جب وہ بالغ ہوگا تو خود اس منافع کا خمس دیگا۔

وقف عام:

قانون: جو چیز عام لوگوں کے لئے وقف ہے اس پر خمس نہیں ہے۔

خمس کو اپنے ذمہ قرض لینا:

قانون: جس نے خمس کا حساب کرکے اسے بالاقساط ادا کرنے کے لئے بطور قرض اپنے ذمہ لے لیا اسے وہ قرض ہر حال میں ادا کرنا ہوگا اگرچہ اس نے حساب کرتے وقت جس مجتھد یا اس کے وکیل کی رہنمائی میں وہ قرض اپنے ذمہ لیا تھا وہ مر چکے ہوں۔

تنخواہ کی وصولی:

قانون: جو شخص خمس کی تاریخ پر اپنی تنخواہ وصول کر سکتا تھا لیکن اس نے تنخواہ وصول نہ کی تو اس تنخواہ پر خمس دیناواجب ہے لیکن اگر اس کے لئے تنخواہ کا وصول کرنا ممکن نہ تھا تو جس سال میں وہ تنخواہ وصول کر رہا ہے تو وہ تنخواہ اس سال کے منافع سے شمار ہو گی۔

سونے چاندی کی کرنسی:

قانون: سونے، چاندی کے سکے کی قیمت خمس دیتے وقت دیکھی جائے گی اس کی قیمت خرید کو نہ دیکھا جائے گا۔ خمس کی تاریخ پر جو اسکی قیمت ہو گی اس پر خمس ہے

ذخیرہ اندوزی اور بچت کرنا:

ضمن: سال کے منافع میں سے جتنا بچا کر رکھا جاتا ہے اس پر خمس ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص بنک میں کچھ رقم قرض الحسنہ کی صورت میں پس انداز کر لے تو اس وجہ سے خمس اس سے ساقط نہ ہو گا۔

ضمن: وہ افراد جو مل کر تعمیرات کا ایسا کام کرنا چاہتے ہوں جس کے لئے بڑے سرمائے کی ضرورت ہو اور وہ افراد اتنے بڑے سرمایہ کو ایک مرتبہ اکٹھا نہ کر سکتے ہوں لہٰذا وہ ان تعمیراتی کاموں کو انجام دینے کے لئے مل کر ایک پرائیویٹ بنک قائم کر لیتے ہیں اور اس کام کے لئے مخصوص مقدار میں اس بنک میں پیسے ڈال دیتے ہیں جمع کر دیں تاکہ ضرورت کے مطابق جب ان کے پاس راس المال جمع ہو جائے تو وہ اس سرمایہ کو تعمیراتی کاموں میں لگا سکیں اس مفروضہ صورت میں یہ دیکھنا ہو گا کہ ہر شخص جس نے جتنی رقم اپنے سال کے منافع سے

اس بنک میں کاروبار کے لئے رکھی ہے تو ایسا شخص اس پیسے کو کاروبار پر لگا سکتا ہے اور جب چاہے اسے بنک سے نکال بھی سکتا ہے تو ایسی صورت میں اس پیسے پر خمس دینا ہوگا جو اس نے کاروبار کے لئے اس میں رکھا ہوا ہے۔

سال کی ابتدائکا ضابطہ: خمس کے سال کی ابتدأ مکلّف کے تعین اور حد بندی سے نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک امر واقعی اور حقیقی ہے۔ہر کاسب کی کمائی کا آغاز ہی اس خمس کے سال کی ابتدأ ہے۔زراعت پیشہ کے لئے فصل کی کٹائی کا دن، پیشہ ور کے لئے تنخواہ لینے کا دن ہے،کاروباری فرد کے لئے منفعت کمانے کا دن ہے،تاریخ کے تعین کا ضابطہ اسلئے ہے کہ معلوم ہوسکے کہ اس کی کمائی سے مؤنۃ مال پر خرچ کرنے کے بعد کچھ بچا ہے یا نہیں اگر بچا ہے تو اس پر خمس ہے اگر کچھ نہیں بچا تو اس پر خمس نہیں ہے۔۔

آمدنی اور اخراجات کی برابری:

قانون: جس شخص کی آمدنی اور اس کے سال بھر کے مؤنہ میں اخراجات برابر ہوں اور اس کے پاس کچھ بھی نہ بچے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

غیر شادی شدہ:

قانون: غیر شادی شدہ مرد یا عورت کی آمدنی سے سال کے اخراجات سے جو بچ جائے اس پر خمس دینا واجب ہے اس پر ہے کہ وہ اپنے لئے خمسی سال معین کرے اور اس تاریخ پر اپنا حساب کرے۔

قانون: میاں بیوی میں ہر ایک کے لئے اپنی اپنی آمدنی کا خمسی سال ہے اور ہر ایک پر سال میں مؤنۃ پر اخراجات کے بعد بچت پر خمس دینا ہوتا ہے۔

بیوی کی آمدنی:

قانون: بیوی کا خرچہ شوہر پر واجب ہے لہٰذا بیوی کی جتنی آمدنی ہے اس پر اسے خمس دینا ہوگا اس کے خمس کے سال کی ابتداء اس دن سے ہوگی جس دن سے اسکی آمدنی شروع ہوئی ہے البتہ اپنی آمدنی سے جو کچھ وہ اپنی ضروریات پر خرچ کرلے گی اس پر خمس نہیں ہے۔

سال کے آغاز کے لئے مہینہ کا انتخاب:

قانون: خمس کے سال کا آغاز میلادی، قمری، شمسی، ہندی، کسی بھی مہینہ سے کیا جا سکتاہے اس بارے میں مکلّف کو اختیار ہے۔

قانون: خمس کے سال میں تقدیم وتاخیر جائز نہیں۔

خمس کا حساب کرنا:

قانون: جس شخص کے خمس کا سال معین ہے وہ اپنا حساب خود کرسکتا ہے خمس کا حساب کرتے وقت خمس کے قوانین کا لحاظ رکھنا ہوگا۔

فائدہ کے خمس کا حساب کتاب اور اسکی ادائیگی کا طریقہ:

وجوب خمس کا تعلق اصل فائدے سے ہے اور ارباب خمس اس چیز کے تمام اجزا میں مالک کے ساتھ شریک ہوتے ہیں لہٰذا مالک کے لئے اس چیز میں تصرف کرنا، خمس دینے سے پہلے

ولی امر خمس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ چاہے وہ اسکو اپنے ذمے ارباب خمس کے قرض کے طور پر رکھ لے اور اگر فرضاً وہ اس چیز میں تصرف کرکے اس کو ضائع کردے تو خمس کی مقدار کا وہ ضامن ہوگا اور اس طرح وہ اس چیز کے ایک حصے میں بھی خمس دینے سے پہلے تصرف کا جواز نہیں رکھتا اس کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے وہ خمس کے برابر یا اس سے زیادہ ہو اور باقی ماندہ میں خمس ادا کرنے کا عزم بھی رکھتا ہو۔

خمس واجب ہونے کا زمانہ:

منافع پر خمس اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب منافع حاصل ہو لیکن خمس کی ادائیگی کا وقت خمس کی تاریخ آنے تک رہتا ہے، اسی وجہ سے مکلّف کے لئے جائز ہے کہ وہ خمس کی تاریخ سے پہلے خمس ادا کردے اور اسی طرح خمس کی تاریخ کو آگے پیچھے کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ گزشتہ مدت کے منافع کو سال میں حساب کیا جائے اور ارباب خمس کو نقصان نہ ہو۔

سالانہ درآمد سے خرچہ کا منہا کرنا:

ضمن: سال کے دوران منفعت حاصل کرنے کے لئے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے جیسا کہ حمل و نقل کے مصارفِ اخراجات، کاروباری جگہ کا کرایہ اور وسائل وآلات پر اٹھنے والے اخراجات، دلال اور کاریگر کی مزدوری اور ٹیکس وغیرہ اس قسم کے تمام مصارف کو منافع میں سے مستثنیٰ کیا جائے گا اور جو بچے گا اس پر خمس ہوگا۔

خمس کا سالانہ مخارج سے متعلق ہونا:

ضمن: سال کے دوران جو منافع حاصل ہوتا ہے ان منافع سے مؤنۃ (سال کے دوران ضروری اخراجات) پر خرچ کیا جائے گا جو کچھ انسان اپنی ضروریات زندگی پر منافع سے خرچ کرتا ہے یا کاروبار سے منفعت کمانے کے لئے خرچ کرتا ہے اس پر خمس نہیں ہے ان اخراجات کے بعد جو بچ جائے گا اس پر خمس ہے

آمدنی کے سال کا سال کی درآمد سے اس سال کے اخراجات منہا کرنا:

ضمن: سال کا خرچہ اسی سال کے منافع سے لیا جاتا ہے جس سال میں وہ خرچ ہوا ہے اس سے پہلے یا بعد کے سال سے نہیں بنا بر ایں اگر کسی سال میں بالکل منفعت نہ ہو تو اس سال کے اخراجات کو گزشتہ یا آئندہ سال کے منافع سے منہا نہیں کر سکتے۔

ضمن: منافع سے خرچہ نکالنے میں یہ شرط نہیں کہ اس کے پاس ان منافع کے علاوہ کوئی دوسرا مال موجود نہ ہو بلکہ چاہے اس کے پاس دوسرا ایسا مال موجود ہو جس پر خمس نہ بنتا ہو یا ایسا مال موجود ہو خمس ہو مگر اس نے اس سے خمس ادا کر دیا ہو بلکہ وہ منافع کا کچھ حصہ لے کر اس کو خرچ کر سکتا ہے البتہ اگر ایسی صورت ہو کہ اس شخص نے اپنے اخراجات کو منافع اور مخمس مال دونوں سے لیا ہو تو خمس کی تاریخ آنے پر جو مال اس کے پاس بچا ہوا ہے اس میں مخمس اور غیر مخمس کے تناسب سے اس مال کا خمس ادا کرے گا جو مخمس مال اس نے سال کے منافع سے خرچ کیا ہے اس کو مستثنیٰ کرنا جائز نہیں۔

رائس المال کے خمس کی ادائیگی اور حساب کرنے کا طریقہ:

رائس المال کے خمس کے حساب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان کے پاس جتنے اجناس اور نقدی اموال ہوں انکی قیمت لگا کر خمسی سال کے آخر میں ان کا خمس ادا کرے گا دوسرے سال ان سب چیزوں کا رائس المال کے ساتھ ملا کر جائزہ لے گا اور یہ دیکھے گا کہ رائس المال سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے تو اسکو اپنی منفعت سے حساب کرے جس پر خمس واجب ہے لیکن اگر رائس المال پر کچھ بھی زیادہ نہ ہو تو خمس واجب نہیں ہے۔

ضمن: رائس المال کا حساب کرتے وقت جتنا بھی غیر نقدی سامان ہے اس کی قیمت معین کرنا لازم ہے چاہے جیسے بھی ممکن ہو خواہ اندازہ لگا کر سہی اس کام کے مشکل ہونے کا بہانا بنا کر اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

ضمن: اگر وہ مال کہ جس میں خمس نہیں ہوتا جیسے انعامات، ہدایا تحائف وغیرہ رائس المال (بنیادی سرمایہ) سے مخلوط ہو جائے تو خمسی سال کے آخر میں اجازت ہے کہ ان اموال کو رائس المال سے مستثنیٰ کر لیا جائے باقی ماندہ اموال سے خمس کا حساب کیا جائے۔۔

ضمن: مخمس مال کو رائس المال سے مستثنیٰ کرنے کا معیار اصلی رائس المال ہے اور اصلی رائس المال بنیادی سرمایہ میں جس قسم کا مال لگایا گیا ہے نقدی، جنس، کرنسی کی نوعیت اس سب کو دیکھا جائے گا اگر اس نے کاروبار میں سونے کی کرنسی لگائی ہو تو خمس کا سال آنے پر اتنی تعداد میں مخمس سکے الگ کر لئے جائیں گے چاہے کرنسی کا نرخ گزشتہ سال کے مقابلے میں چڑھ گیا ہو لیکن اگر رائس المال کرنسی نوٹ ہو یا جنس ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس نے گزشتہ خمسی سال کے موقع پر سونے کے سکوں کے برابر جو رقم سرمایہ کے طور پر لگائی تھی صرف اسکے برابر رقم

مستثنیٰ کرنا جائز ہوگا، سونے کے سکوں کی تعداد کے برابر نہیں، بنا بر ایں اگر آنے والے سال میں سکوں کا نرخ بڑھ گیا ہو تو بڑھی ہوئی مقدار کا منافع میں حساب کیا جائے گا اور اس میں سے خمس دینا ہوگا۔

منافع کے خمس کا حساب صحیح ہونے میں شک ہونا:

اگر گزشتہ برسوں کے منافع کے خمس کا حساب صحیح ہونے میں شک ہو تو شک پر دھیان نہیں دے گا اور پھر سے اُس منافع کا خمس دینا واجب نہیں، ہاں! جو اس کے پاس منفعت موجود ہے اگر اس کے بارے میں شک کرے کہ وہ گزشتہ سالوں کی ہے یا موجودہ سال کی ہے کہ جس کا خمس ابھی نہیں دیا تو یہاں پر احتیاطاً واجب ہے کہ اس کا خمس ادا کرے مگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ پہلے اس کا خمس دے چکا ہے۔

اقساط میں خمس دینا:

ضمن: جس شخص پر خمس واجب ہو چکا ہو لیکن فی الحال وہ خمس ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو واجب ہے کہ ولی امر خمس سے اجازت لے کر خمس کو اپنے ذمے لے لے اور بعد میں جب بھی اور جتنی مقدار میں بھی اس کی طاقت ہو وہ رفتہ رفتہ خمس ادا کر دے۔

ضمن: ایسا شخص جو اپنا کچھ مال ان اموال کے خمس کے طور پر ادا کرے جن پر ابھی خمس واجب نہیں ہوا لہٰذا اگر اس مال کو خمس کے شرعی مصارف میں خرچ کر دیا گیا ہو تو جو اس وقت اس نے دیا تھا وہ اس کے خمس میں شمار نہیں ہوگا جو مال اس وقت اس کے ذمہ ہے اگر وہی مال بعینہٖ موجود ہو تو وہ اس کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتا ہے۔

ضمن: جو شخص یہ احتمال دے کہ اس کے باپ نے اپنی زندگی میں اپنے اموال کا خمس بالکل نہیں دیا ہے تو ایسا شخص کچھ زمین خیراتی کام کے لئے ہبہ کردے تو وہ اس زمین کو متوفی کے اموال کے خمس میں حساب کرنا چاہے تو ایسا نہیں کر سکتا۔

ضمن: اصالتاً ایسی بنجر زمین جو اس شخص کی ملکیت نہ ہو جس کے نام زمین درج ہے تو ایسی زمین کو خمس کی ادائیگی میں نہیں دے سکتا اسی طرح اسکی مملوکہ زمین جسے حکومت اس سے مفت میں لے لیتی ہے تو وہ ایسی زمین کو بھی خمس میں شمار نہیں کر سکتا۔

ضمن: خمس اور دوسرے حقوق شرعیہ کو بنک کے ذریعے ادا کرنے میں کوئی اشکال نہیں لہٰذا جس شخص کے لئے بعینہ خمس کے مال کو ولی امر خمس تک پہنچانا یا اسکے وکیل تک پہنچانا مشکل ہو تو وہ بنک کے حوالے سے اس رقم کو بھیج سکتا ہے چاہے بنک سے لیا گیا مال وہی کیوں نہ ہو جو اس نے بطور خمس دیا تھا۔

مشکوک مال کا حکم:

ضمن: خمس کے حوالے سے جو مال مشکوک ہو اس کے استعمال کے جواز میں کوئی اشکال نہیں مگر یہ کہ پہلے سے یقین ہو کہ اس مال میں خمس واجب ہو چکا تھا لہٰذا؛

اس شخص کے یہاں کھانا کھانے میں کوئی اشکال نہیں جو اپنے اموال کا خمس ادا نہیں کرتا جب تک اُسے یہ یقین نہ ہو کہ وہ جو کھانا کھا رہا ہے اس میں خمس واجب ہے۔

ضمن: اگر کسی جگہ کا مالک ایسے لوگوں کے ساتھ لین دین کرتا ہو جن کے بارے میں شک ہو کہ وہ اپنے اموال کا خمس دیتے ہیں یا نہیں تو جب تک بعینہ اس مال میں خمس کے وجوب کا

یقین نہ ہو کہ جو مال خریدار اسے دے رہا ہے لہٰذا اس پر کچھ بھی نہیں اور اس سے پوچھنا اور اس کے بارے میں جستجو کرنا بھی اس پر واجب نہیں ہے۔

ضمن: جو لوگ دینی امور کی انجام دہی میں پابندی نہیں کرتے جیسے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، خمس وزکوۃ دینا، ایسے لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنا جائز ہے البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نیت سے ان سے دوری کی جا سکتی ہے جب ایسا کرنا انکی ہدایت کا سبب بنے، ایسے افراد کے ہاں سے کھانا پینا جائز ہے۔

ضمن: جس کے ذمے حقوق شرعیہ ہوں وہ ایسی رقم کو دوسری کرنسی میں جیسے ڈالر وغیرہ میں بدل سکتا ہے کہ جس کرنسی کا نرخ ثابت ہو لیکن جب وہ ان حقوق کو ادا کرنا چاہے تو ادائیگی کے وقت انکی قیمت کا حساب کرے گا تاہم جو شخص حقوق شرعیہ وصول کرنے میں ولی امر خمس کی طرف سے وکیل ہو اور وہ شخص جو اس سلسلے میں قابل اعتماد اور ایماندار ہو اس نے جس کرنسی میں حقوق شرعیہ وصول کئے ہوں انہیں دوسری کرنسی میں تبدیل کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہو صرف نرخوں کا تغیر و تبدل شرعی جواز نہیں بن سکتا

ضمن: جو شخص حقوق شرعیہ میں سے اپنے اموال کو ایسے شخص کی اجازت کے مطابق کہ جس کو حقوق شرعیہ دینا واجب ہے، مدرسہ وغیرہ بنانے میں لگا دے اور اسکی نیت یہ ہو کہ جو حقوق اس کے ذمے ہیں وہ انہیں ادا کر رہا ہے تو وہ بعد میں ان اموال کو واپس نہیں لے سکتا اور نہ ہی ان اموال میں مالکانہ تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے۔

ضمن: جو شخص اپنا کچھ مال مستحب حج پر جانے کے لئے ادارۂ حج کو دے لیکن بیت اللہ کی زیارت پر جانے سے پہلے وہ اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو جو رقم اس نے ادارۂ حج کو دی تھی اور اس کے بدلہ میں ادارۂ حج سے جو سند لی تھی وہ اس کے ترکہ میں موجودہ قیمت کے حساب سے شامل کیا جائے گا اور اس مال کو مستحب حج میں خرچ کرنا واجب نہیں مگر یہ کہ اس پر حج پر جانا واجب ہو یا وہ مستحبی حج کے لئے وصیت کر گیا ہو تو ایسی صورت میں حسب ضابطہ اس مال کو حج کے مصارف میں خرچ کیا جائے گااور جو مال اس نے سفر حج کے لئے دیا تھا اگر اس پر خمس واجب تھااور اس نے نہیں دیا تھا تو اس مال کا خمس دیا جائے گا بعد میں ترکہ تقسیم ہوگا۔

افادہ:

۱۔ ہم نے مراجع تقلید کی خمس کے بارے میں لکھی گئی فقہی مسائل کی کتابوں سے خمس کے مسائل کو قوانین اور ضمنی بحثوں کی شکل میں بیان کیا ہے ہر مقلد اپنے اپنے مرجع تقلید کے فتویٰ کو جاننے کے لئے انکی تحریر شدہ فقہی مسائل کی کتاب کو دیکھ سکتا ہے یا انکے وکیل سے رجوع کرکے اپنے مرجع تقلید کے فتاویٰ جان سکتا ہےاور وہ اس کے مطابق خمس ادا کرنے کا حق رکھتا ہے۔

۲۔ قوانین خمس کے لئے درج ذیل فقہی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے؛

تحریر الوسیلہ (امام خمینیؒ) منہاج الصالحین (آقائ وحید خراسانی)

استفتاءات (آقائ خامنہ ای)

توضیح المسائل (آقائ سید علی سیستانی) (آقائ شیخ حافظ بشیر حسین نجفی)

(آقائ ناصر مکارم شیرازی) (آقائ سید سعید الحکیم)

شیعہ حدیثی منابع میں؛

کتب اربعہ، الکافی، من لا یحضرہ الفقیہ، الاستبصار، تھذیب الاحکام میں خمس سے متعلق جو ابواب ہیں ان میں تفصیل کے ساتھ ان احکام کے بارے میں احادیث موجود ہیں جن سے ہمارے مراجع تقلید نے ان احکام کا استنباط کیا ہے ان احادیث کو ان منابع میں دیکھا جا سکتا ہے اسی طرح وسائل الشیعہ کی جلد ۴ میں کتاب الخمس سے بھی رجوع کر سکتے ہیں۔

باب ہفتم

خمس کے مورد "معدنیات" سے متعلق احکام و قوانین

معدنیات

معدن: معدن مَفْعَل کے وزن پر ہے ہر اس چیز کی جگہ کو معدن کہتے ہیں جسکی اصل اور جڑ ہو پھر وہ پتھر جس سے ایسی چیز کو نکالا جاسکے جس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ معدن دھات کے معنی میں ہے کسی چیز کے پیدا ہونے کی جگہ کو بھی معدن کہتے ہیں۔

شور زدہ زمین:

قانون: جو زمین شور زدہ ہے زمین سے پھوٹنے والے پانی کے نتیجے میں اس زمین پر نمک جمع ہو گیا ہو تو اسکا حکم معدن کا ہے لہٰذا اس پر حسب ضابطہ خمس دینا ہوگا۔

معدن کے عنوان کی وسعت:

قانون: خام تیل، مائع گیس، اور دوسری مائع دھاتیں جو زمین کے اندر سے نکلتی ہیں ان سب کا حکم معدن کا ہے

اسی طرح معدن ہی کے تحت سونا، چاندی، سیسہ، آئرن، تانبہ، جپسم، سلیکا، چونے کا پتھر، پتھری کوئلہ ہر قسم کے قیمتی پتھر، تارکول، تیل، گیس، گندھک، پیتل، نمک، سرخ مٹی، کپڑے دھونے والی مٹی، سیمنٹ کا پتھر وغیرہ شامل ہیں۔

معدن سے خمس کا نصاب

ضابطہ: معدن سے نکالے ہوئے مال پر خمس اس وقت واجب ہوتا ہے جب اسکی مقدار بیس دینار (سونے کا سکہ) یا دو سو درہم (چاندی کا سکہ) ہو یا انکے برابر قیمت ہو

ضمن: معدن سے حاصل شدہ مال سے خمس دینا واجب ہے چاہے وہ مباح زمین سے ہو یا کسی کی ملکیتی زمین سے ہو۔

معدن کا کسی کی ملکیت ہونا:

ضمن: جو مال ایسے معدن سے حاصل کیا گیا ہو جو کسی کی ملکیت ہے تو مالک کی اجازت سے مال نکالا جاسکتا ہے

مال نکالنے پر اخراجات:

ضمن: معدن سے مال نکالنے پر جو کچھ خرچ ہو وہ علیحدہ کرکے باقی پر خمس دینا ہوتا ہے

مالک کی اجازت:

ضمن: اگر مالک اجازت نہ دے تو معدن سے نکالے گئے پورے مال کا خمس دینا ہوگا البتہ معدن سے مال نکالنے والے شخص کو پوری اجرت دیگا اس نکالے ہوئے مال سے کسی قسم کا خرچ نہ نکالے گا بلکہ معدن سے نکالے ہوئے پورے مال کا خمس دیگا۔

معدن سے مال نکالنے والا شخص:

ضمن: معدن سے جو کچھ نکالا گیا ہے اس پر خمس ہے چاہے نکالنے والے مسلمان ہوں یا کافر

معدن سے چند افراد کا مل کر مال نکالنا:

قانون: معدنیات پر خمس کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ ایک شخص یا چند اشخاص جو معدنیات سے مال نکالتے ہیں نکالے ہوئے مال پر جو اخراجات آتے ہیں وہ علیحدہ کرنے کے بعد جو معدن سے حاصل شدہ مال ہے اگر نصاب (۲۰ دینار کے برابر یا دو سو درہم چاندی کے برابر)

ہو تو اس پر خمس دینا ہوگا۔ شراکت کی صورت میں ہر ایک کے حصہ میں جو مال آیا ہے اسے دیکھا جائے گا اگر اسکا حصہ نصاب کے برابر ہے تو اس پر خمس واجب ہے وگرنہ خمس واجب نہیں۔

جن معادن سے حکومت مال نکالتی ہے ان کا حکم:

ضمن: جن معادن سے حکومت مال نکالتی ہے اس لحاظ سے کہ ان معادن سے کسی ایک شخص یا چند مشترک اشخاص نے مل کر مال نہیں نکالا اس لحاظ سے حکومت کی نگرانی میں معادن سے نکالا گیا مال حکومت کی ملکیت میں آجاتا ہے اس پر خمس لاگو نہیں ہوتا اس مال میں خمس کے وجوب کی شرط ہی موجود نہیں۔

باب ہشتم

خمس کے مورد "خزانہ / کنز" سے متعلق احکام و قوانین

تعریفات:

کنوز: کنز کی جمع ہے، اس کا معنی خزانہ کے ہیں، سونے کو بھی کنز بولا جاتا ہے۔

رکاز: دفن شدہ مال کو رکاز کہا جاتا ہے چاہے آدمی نے خود دفن کیا ہو جیسے، کنز، خزانہ، یا اللہ کی طرف سے پوشیدہ مال جو زمین میں رکھا گیا ہے جیسے معدن؛

حجازی عرب زمانۂ جاہلیت میں خزائن کو رکاز کہتے تھے جبکہ عراقی عرب رکاز سے مراد معدن لیتے تھے؛اسی طرح زمین کے اند دفن کیئے ہوئے جواہرات کو بھی رکاز کہتے ہیں

زمین کے اندر سے ملنے والا دفینہ:

قانون: جس شخص کو زمین کے اندر سے ایسا دفینہ ملے جسکی قیمت بیس دینار (سونے کے) یا دو سو درہم چاندی کے برابر ہو اور کوئی بھی اسکی ملکیت کا دعویٰ کرنے والا نہ ہو اور نہ ہی اس مال میں سے کوئی حصہ رکھنے والا ہو تو اس حاصل شدہ مال پر خمس دینا واجب ہے۔

زمین سے ملنے والے خزانہ کا حکم:

ضمن: جب خزانہ ملے اور اس کے مالک کا پتہ نہ ہو چاہے وہ خزانہ (کنز) کافروں کی زمین سے ملے یا مسلمانوں کے علاقوں کی غیر آباد علاقوں کی غیر آباد زمین سے ملے یا تو کھنڈرات اور ویرانے سے ملے تو ایسی زمین سے جو خزانہ ملے چاہے ملنے والے خزانہ کے سکوں پر اسلامی حکومت کے نشان ہوں یا نہ ہوں تو اس پر خمس دینا واجب ہے۔

مملوکہ زمین سے ملنے والا خزانہ:

ضمن: اگر مملوکہ زمین سے خزانہ ملا ہے اور جسے خزانہ ملا ہے اس نے وہ زمین خریدی ہو تو وہ اس کے متعلق اس زمین کے سابق مالک کو بتائے گا اگر اس نے اسی سے انکار کیا تو سابقہ مالک نے وہ زمین جس سے خریدی تھی اسے بتایا جائے گا وہ بھی انکاری ہو اور اس خزانہ کے مالک کا علم نہ ہوسکے تو جو کچھ اسے ملا ہے اس پر اس نے خمس دینا ہے۔

حیوانات و پرندگان کے شکم سے ملنے والی قیمتی اشیاء:

ضمن: خریدے گئے حیوان، پرندے، مچھلی کے شکم سے اگر کوئی قیمتی شئے (خزانہ) مل جائے تو اگر فروخت کرنے والے کا علم نہیں تو جسے وہ مال ملا ہے اس پر خمس دینا واجب ہے۔

خزانہ سے ملنے والے مال کا نصاب:

ضمن: خزانہ سے خمس کا نصاب بھی بیس دینار سونے کے اور دو سو درہم چاندی کے ہیں۔

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام:

۱۔ ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ "امیرالمومنین علیہ السلام قال لصاحب الرکاز؛ ادخمس ما أخذت فان الخمس علیك فانك انت الذی وجدت الرکاز"۔

امیر المومنینؑ نے خزانہ والے سے فرمایا کہ تم نے جو خزانہ پایا ہے تو تم پر اسکا خمس ہے کیونکہ خزانہ کو تم نے حاصل کیا ہے اور یہ خزانہ تمہیں ملا ہے۔[1]

1وسائل الشیعہ ج۴، باب۶، ص۳۴۶

۲۔ عن أبي الحسن الرضا(علیه السلام)،قال: سألته عمّا يجب فيه الخمس من الكنز! فقال عليه السلام: مايجب الزكاة في مثله ففيه الخمس

امام رضاؑ سے حدیث ہے کہ آپ سے خزانہ سے خمس بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس قسم کے مال میں زکوۃ نہیں ہے اس میں خمس دینا ہوتا ہے۔۔

۳۔ حضرت علیؑ کے لئے نبی کریمؐ کی وصیت ہے؛ یاعلی ! ان عبدالمطلب (الی ان قال) و وجد کنزا فأخرج منه الخمس وتصدق بها فانزل الله۔ واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه۔

اے علی ! حضرت عبد المطلب علیہ السلام نے زمانہ جاہلیت میں پانچ قوانین بتائے تو اللہ تعالیٰ نے ان قوانین کو اسلام میں برقرار رکھا (اسی میں بیان ہے) آپ نے خزانہ کو پایا تو اس سے خمس نکالا اور اس خمس کو آگے صدقہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خمس کا قانون اس آیت میں بیان کیا؛

"واعلموا انما غنمتم من شئ فإن لله خمسه"[1]

قانون:

جو خزانہ ملے اخراجات نکالنے کے بعد حاصل شدہ مال سے خمس نکالنا واجب ہے

1 وسائل الشیعہ ج۴،باب۵،ص۳۴۵

مستند حدیثی:

خزانہ سے خمس کے بارے میں حدیث نبوی میں آیا ہے

عن علی ابن ابی طالب علیہ السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انّہ قال فی وصیۃ لہ:

یا علی ان عبد المطلب سنّ فی الجاھلیۃ خمس سنن اجراھا اللہ لہ فی الاسلام، الیٰ قولہ:

ووجد کنزاً فاخرج منہ الخمس و تصدق بہ فانزل اللہ تعالیٰ ﴿وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ﴾[1]

ترجمہ: حضرت امیر المومنین علیہ السلام نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: یا علیؑ! ہمارے جد عبدالمطلب نے زمانہ جاہلیت میں پانچ کام ایسے کیے ہیں جن کو خدا نے اسلام میں جاری رکھا ہے، ان میں سے ایک یہ کہ آپ کو ایک دفینہ (خزانہ) ملا آپ نے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرمائی" اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسولؐ، رسولؐ کے قرابتداروں، ایتام، مساکین اور ابن السبیل (مسافرانِ غربت زدہ) کے لئے ہے"

1 الخصال ص، ۳۱۲ ح، ۸۹

باب نہم

خمس کے مورد "غوص/غوطہ خوری" سے متعلق احکام و قوانین

تعریفات

غوص یا غوطہ خوری

غوص: پانی میں غوطہ لگانا،
موتی اور جواہرات نکالنے کی نیت سے گہرے پانی میں غوطہ لگانا
قانون: غوطہ خوری سے حاصل شدہ اموال پر خمس ہے

سمندر سے حاصل شدہ مال:

قانون: جو مونگے، موتی، جواہرات سمندر سے غوطہ خوری کے بغیر کسی اور وسیلہ سے حاصل کئے گئے ہوں ان پر خمس ہے جبکہ جو کچھ خود بخود پانی کی لہروں کے ذریعے سمندر کے ساحل پر آجائیں اور ساحل سمندر سے حاصل کیا جائے تو یہ "کسب" (کمائی) سے ہے۔اس پر خمس نہیں ہے

سمندر کنارے کاروبار:

ضمن: جو شخص سمندر کے کنارے مونگے، موتی، ہیرے، جواہرات کی تلاش میں رہتا ہے تو اسے ساحل سمندر سے جو کچھ ملے گا تو وہ مال ارباح سے شمار ہوگا لہٰذا مئونۃ (اپنے ضروری اخراجات) کے بعد جو کچھ اس کے پاس بچے گا اس میں سے خمس دینا ہوگا اس مال کے حساب کرنے میں نصاب معتبر نہیں ہے۔

ضمن: جس شخص کو اتفاق سے ساحل سمندر سے ایسے جواہرات ، لعل مل جائیں جو غوطہ خوری کے ذریعے سے نکالے جاتے ہیں تو اس میں نصاب شرط ہے اور اگر نصاب پورا ہے تو خمس دینا ہوگا۔

غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال:

ضمن: اگر مال کو غوطہ خوری سے سمندر سے حاصل کیا جائے تو اس پر غوطہ سے حاصل شدہ مال جواہرات والا حکم ہے۔

حاصل شدہ مال پر اخراجات کا حکم:

قانون: غوص، معدن، کنز، کے ذریعے حاصل شدہ مال پر جو اخراجات آتے ہیں جیسے کھدائی، غوطہ خوری، کے آلات، سانچے وغیرہ تو انکے مصارف کو نکالنے کے بعد جو مال حاصل ہو وہ نصاب پر ہوگا تو اس پر خمس دینا واجب ہے۔

ضمن: بڑے دریاؤں کا حکم سمندر کا ہے، جیسے دریائے سندھ، چناب، جہلم، ستلج، کابل، وغیرہ، چھوٹے ندی نالے مراد نہیں ہیں اسکا معیار یہ ہے کہ جواہر اسی پانی میں تیار ہوتے ہوں۔

ضمن: کنز اور غوص سے حاصل شدہ مال میں سے خمس نکالنے کے لئے مکلّف ہونا، آزاد ہونا شرط نہیں، کنز کو حاصل کرنے والا آزاد ہو، غلام ہو، نابالغ ہو، بالغ ہو اس مال سے خمس دینا ہوگا بلکہ مجنون ہو یا عاقل ہو مرد ہو یا عورت ہو مسلمان ہو یا کافر ذمی ہو حاصل شدہ مال پر خمس واجب ہو جاتا ہے اگر وہ مال نصاب کے برابر ہو مجنون اور نابالغ کا خمس اسکا ولی نکالے گا

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام:

۱۔ سئل ابو الحسن موسیٰ بن جعفر عما یخرج من البحر من اللؤلو والیاقوت وابرجد هل فیها زکاة فقال اذا بلغ قیمته دینارا ففیه الخمس

حضرت ابو الحسن امام موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ سے سوال کیا گیا کہ جو کچھ سمندر سے لؤلؤ، یاقوت، زبرجد نکلتے ہیں ان میں زکوۃ ہے تو آپ نے فرمایا اور انکی قیمت ایک دینار برابر ہو تو اس میں خمس دینا ہوگا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا؛

۲۔ امام جعفر صادقؑ ؛انه قال فی العنبر وغوص اللؤلو عنبر میں خمس ہے، غوطہ خوری سے لؤلؤ ملنے پر خمس ہے۔

۳۔ عن الحلبی قال؛ سألت ابا عبدالله عن الکنز کم فیه؟ قال الخمس و عن المعادن کم فیها؟ قال الخمس۔

عن ابی الحسین علیه السلام قال سألته عن المعادن ما فیها؟ فقال کل ما کان رکاز افقیه الخمس۔

الحلبی سے روایت ہے حضرت ابو عبداللہ او رامام صادقؑ سے کنز کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس میں کیاواجب ہے؟تو آپؑ نے فرمایا: اس میں خمس ہے،اسی طرح آپؑ نے فرمایاہر وہ شئے جو رکاز سے ہےاس میں بھی خمس ہے [1]

[1] وسائل الشیعہ ج٦،ص٣٣٩،ابواب وجوب الخمس

باب دہم

خمس کے مورد "حلال مال مخلوط بہ حرام مال" سے متعلق احکام و قوانین

قانون: حلال مال جو حرام سے مخلوط ہو اور مال کا مالک حلال اور حرام میں جدائی نہ ڈال سکے اور نہ ہی حرام کی مقدار سے آگاہ ہو اور نہ ہی اس کے مالک کو جانتا ہو تو ایسے مال پر خمس ہے تا کہ اس مال کا استعمال مالک کے لئے جائز ہو۔

حرام مال کا خمس کی مقدار سے زیادہ ہونا:

ضمن: اگر اجمالاً اتنا معلوم ہو کہ جو حرام مال کی مقدار ہے وہ خمس سے زیادہ ہے تو ایسی صورت میں خمس کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حاکم شرع کے ساتھ خمس دینے کے بعد بقیہ مال کے حوالے سے مصالحت کرنا ہوگی تاکہ وہ مال اس کے لئے یقینی طور پر حلال ہو جائے۔

ضمن: اگر خمس کی ادائیگی کے بعد معلوم ہو جائے کہ حرام کی مقدار خمس سے کم تھی تو مالک اضافی مقدار کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام:

۱۔ عن ابی عبداللہ علیه السلام قال ان رجلا اتی امیر المؤمنین(ع) فقال یا امیر المؤمنین انی اصبت مالا لا اعرف حلاله من حرامه فقال له: اخرج الخمس من ذلك المال فان اللہ عزوجل قد رضی من ذلك المال بالخمس واجتنب ما کان صاحبه یعلم

ایک شخص حضرت امیر المومنینؑ کے پاس آکر سوال کرتا ہے کہ یا امیر المومنین میرے پاس کچھ مال ہے میں اس میں سے کتنا حلال ہے اور کتنا حرام ہے اس بارے میں نہیں جانتا تو آپ نے اسکے بارے میں جواب فرمایا؛ اس مال سے خمس نکال دو کہ اللہ تعالیٰ اس مال سے خمس

نکال دینے پر راضی ہے اور جو صاحب مال حرام کی مقدار سے آگاہ ہے تو وہ اس مال کے استعمال سے اجتناب کرے (آگاہ شخص حرام کو حلال سے جدا کرلے گا)

۲۔ جاء رجل الی امیر المومنین علیہ السلام فقال یا امیر المومنین علیہ السلام احیث مالا اغمضت فیہ أفلی توبۃ۔۔۔۔۔ ایک اور حدیث میں ہے فقال؛انی نسبت مالا اغمضت فی مطالبہ حلالا وحراما وقد اردت التوبۃ ولا ادری الحلال منہ والحرام وقد اختسلط علی، فقال امیر المومنین علیہ السلام تصدق بخمس مالك فان اللہ رضی من الاشیاء بالخمس وسائر المال لك حلال۔

ایک آدمی امیر المومنینؑ کے پاس آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میں نے کچھ مال حاصل کیا ہے اور اس مال کے بارے میں میں نے چشم پوشی کی (یعنی اس بارے میں جستجو نہیں کی کہ یہ مال کس قسم کا ہے حلال ہے یا حرام ہے) تو کیا میرے لئے توبہ ہے تو مولا نے جواب میں فرمایا؛

ایتینیی خمسہ فاتاہ خمسہ فقال ھولك ان الرجل اذا تاب تاب مالہ معہ۔

میرے پاس اس کا خمس لے آؤ وہ شخص اس مال کا خمس لے آیا تو مولا نے اس کے لئے فرمایا! اب باقی مال آپ کے لئے حلال ہے کہ جب کوئی شخص توبہ کرلیتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا مال بھی صحیح ہو جاتا ہے۔

اس مضمون کی ایک اور حدیث میں آیا ہے ایک آدمی آپؑ کے پاس آکر عرض کرتا ہے میرے پاس مال ہے میں نے اس کے حلال اور حرام سے چشم پوشی کی اب تو میں توبہ کرنا چاہتا ہوں جبکہ اس مال سے حلال اور حرام کی مقدار کو نہیں جانتا، میرے لئے حلال اور حرام مخلوط ہو چکا

ہے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا اپنے مال سے خمس نکال دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی اشیاء (اموال) سے خمس دینے پر راضی ہوتا ہے باقی مال تیرے لئے حلال ہے[1]

1وسائل الشیعہ کتاب الخمس باب۱۰، ص۳۵۲

باب گیارہ

خمس کے مورد "جنگی غنائم" سے متعلق احکام و قوانین

قانون: دارالحرب سے حاصل شدہ اموال غنیمت ہیں ان پر خمس واجب ہے۔

غنیمت سے مراد: جو کچھ تلوار (اسلحہ کے زور پر) کے ذریعہ کفار و مشرکین سے قبضہ میں لیا جاتا ہے اسے غنیمت کہا جاتا ہے اس پر تمام مسالک کا اتفاق ہے کہ اس حاصل شدہ مال پر خمس دینا واجب ہے

اہل حرب: اہل حرب ایسے کفار جن کے جان، مال، خون اور ناموس کے لئے اسلامی مملکت کی طرف سے آئینی تحفظ نہیں ہے۔

مال، خون، ناموس کا احترام:

کافر ذمی: ایسا کافر جس کا اسلامی مملکت میں عہد و پیمان ہو اس کا مال، خون اور ناموس محترم ہیں۔

اہل حرب سے لیا گیا مال:

ضمن: اہل حرب سے جو مال لیا گیا اس میں فرق نہیں کہ وہ مال جنگ کے دوران لیا گیا ہو یا جنگ کے بعد لیا گیا ہو اسی طرح اس بات میں بھی فرق نہیں کہ وہ مال فوج نے حاصل کیا ہو یا دوسرے لوگوں نے اسے حاصل کیا ہو، اسے مال غنیمت ہی قرار دیا جائے گا۔

کفار سے جنگ:

کافروں کے ساتھ جنگ نبی اکرمؐ یا انکے وصی (حاکم شرع) کے حکم سے ہو تو یہ جنگ ٹھیک ہے اور اس کے نتیجے میں دارالحرب سے حاصل شدہ مال کا حکم غنیمت کا ہے لہٰذا گر امام معصوم موجود ہو اور ان سے اجازت لینا بھی ممکن ہو لیکن کافروں سے جنگ کے لئے ان سے اجازت

نہ لی گئی ہو تو اس کے نتیجے میں حاصل شدہ مال غنیمت نہ ہوگا بلکہ وہ مال انفال سے ہوگا اسکا حکم علیحدہ ہے۔

امام معصوم علیہ السلام کی غیبت میں کفار سے جنگ کا حکم:

امام معصومؑ کی غیبت کے زمانے میں کافروں سے جنگ ہو یا کافر مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور مسلمان اپنے دفاع کے لئے جنگ لڑ رہے ہوں یا اسلامی دعوت کے لئے جنگ لڑی گئی ہو تو ان سب صورتوں میں کافروں سے حاصل شدہ مال پر خمس دینا واجب ہے

غیر ذمی کفار کا حکم:

ایسے کفار جو ذمی نہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ اسلامی مملکت کا کسی قسم کا معاہدہ ہے کہ حکومت انکے جان و مال و ناموس کی حفاظت کریگی تو ایسے کفار کا مال جس طریقہ سے بھی حاصل کیا جائے گا تو اس پر خمس دینا واجب ہے۔

غیر مسلم ممالک میں موجود مسلمان:

جو مسلمان غیر مسلم ممالک میں رہتے ہیں انہیں اس مملکت کے قوانین کا احترام کرنا ہوگا اور ان ممالک میں کفار کے اموال کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی ان کے اموال کو انکی اجازت کے بغیر اپنے تصرف میں لا سکتے ہیں۔

منقولہ و غیر منقولہ اموال:

جنگ میں حصہ لینے والے سپاہی منقولہ اشیاء کے مالک ہونگے ان میں سے خمس ادا کرنے کے بعد بقیہ مال ان کا ہوگا لیکن دارالکفر کی زمینیں ، مکانات اور باغات اس میں شامل نہیں ہونگے۔ انکا حکم علیحدہ ہے

مفتوحہ عنوۃ زمین:

قانون: جو زمین مفتوحہ عنوۃ ہے (کفار سے جنگ کے نتیجہ میں حاصل شدہ زمین) اس میں خمس نہیں ہے اور ان زمینوں کو فوجیوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

مفتوحہ عنوہ والی زمینوں کا حکم:

جو زمینیں کفار سے جنگ کے نتیجہ میں حاصل ہوں اگر وہ آباد زمینیں ہوں تو وہ سب مسلمانوں کے لئے ہیں چاہے وہ مسلمان جنگ کے وقت موجود ہوں یا نہ ہوں، چاہے جنگ میں شریک ہوں یا نہ ہوں، شرط یہ ہے کہ وہ جنگ نبی اکرم ﷺ یا آئمہ اہل بیتؑ یا امام معصومؑ کی غیبت کے زمانہ میں انکے نائب کی اجازت سے لڑی گئی ہو،

وقال الشافعي: الارضون المفتحه تقسم كما تقسم الغنائم يعني خمسة اقسام

وقال ابوحنيفه: الامام مخير بين ان يقسمها على المسلمين او يضرب على اهلها الكفار فيها الخراج و يقرها بايديهم[1]

ترجمہ: اراضی مفتوحہ عنوۃ کے بارے میں اہل سنت فقہاء میں اختلاف ہے۔

---

1 بدائۃ المجتهد و نهایۃ المقتصد ج، ٣ ص، ٣٠١-٣٠٣

امام مالک: ایسی زمین تقسیم نہیں کی جائے گی بلکہ وہ تمام مسلمانوں کے لیے وقف ہو گی اور اس سے حاصل ہونے والے خراج کو مسلمانوں کے مفاد میں استعمال کیا جائے گا، جیسے لشکروں کے لیے طعام، پلوں اور مساجد کی تعمیر اور ان جیسے امور خیر یہ میں استعمال کیا جائے گا، مگر یہ کہ کوئی ایسا زمانہ آجائے کہ امام کو مصلحت اس چیز میں نظر آجائے کہ وہ زمینیں تقسیم کی جائیں ایسی صورت میں امام ان زمینوں کو تقسیم کر سکتا ہے۔

امام شافعی: ایسی زمینیں اسی طرح سے تقسیم کی جائیں گی جس طرح سے مال غنیمت کو تقسیم کیا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ: امام کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ان زمینوں کو تقسیم کرے یا پھر خراج مقرر کر کے ان زمینوں کو کفار کے ہاتھوں میں رہنے دے۔

واتفق المسلمون على أنّ الغنيمة التى تؤخذ قسراً من أيدى الروم ما عدا الأرضين أنّ خمسها للامام، واربعة أخماسها للذين غنموها[1] لقوله تعالى: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِنّ شَيءٍ فَأَنَّ لِلّهِ خُمُسَهُ وِلِلرَّسُولِ[2]

واختلفو فى الخمس على أربعة مذاهب مشهورة: أحدها، ان الخمس يقسم على خمسة أقسام على نصّ الآية وبه قال الشافعى[1]

1 مراتب الاجماع:۱۱۳، الافصاح۲: ۲۲۶ ۔ ۲۲۷،الاقناع لابن القطان۱: ۳۴۲
2 سورة الانفال آیت ۴۱۔ الاشراف لعبد الوہاب۲: ۹۳۷،البیان للعمرانی۱۲: ۱۶۲

والقول الثانی؛ أنّہ یقسم علیٰ اربعۃ اخماس وان قولہ تعالیٰ ؛(فان للہ خمسہ) ھو افتتاح کلام، ولیس ھو قسماً خامساً[2]

والقول الثالث؛ انہ یقسم الیوم ثلاثۃ اقسام ، وان سھم النبی وذی القربیٰ سقطا بموت النبیﷺ[3]

والقول الرابع؛ ان الخمس بمنزلۃ الفیء، یعطی منہ الغنی والفقیر، وھو قول مالک و عامۃ الفقہاء[4]

والذین قالو ایقسم اربعۃ اخماس أو خمسۃ اختلفو فیما یفعل بسھم رسول اللہﷺ وسھم القرابۃ بعد موتہ، فقال قوم؛ یرد علیٰ سائر الاصناف الذین لھم الخمس[5] وقال قوم؛ بل یرد علیٰ باقی الجیش[6] وقال قول؛بل سھم رسول اللہ للامام، وسھم ذوی القربیٰ لقرابۃ الامام[7] وقال قوم بل یجعلان فی السلاح والعدۃ[8]

---

1 الاستذکار ۱۸۶:۱۴، المھذب للشیرازی۵: ۳۰۰، البیان للعمرانی ۱۲: ۱۶۲، الافصاح۲: ۲۲۷

2 الاستذکار۱۴: ۱۹۱، المقدمات الممھدات۱: ۳۵۷

3 مختصر اختلاف العلماء۳: ۵۱۱، الاستذکار۱۴: ۱۸۶، الھدایۃ للمرغینانی۲: ۴۴۰

4 المدونۃ الکبریٰ۲: ۲۶، الاستذکار۱۴: ۱۸۵، المقدمات الممھدات۱: ۲۵۷

5 الاستذکار ۱۴: ۱۹۲، المقدمات الممھدات۱: ۲۵۷، حلیۃ العلماء ۷: ۶۸۸

6 الافصاح۲: ۲۲۷، الکافی لابن قدامۃ۴: ۱۵۴

7 الاستذکار۴: ۱۹۲، المقدمات الممھدات۱: ۳۵۸، حلیۃ العلماء ۷: ۶۸۸

8 الاستذکار ۱۴: ۱۹۲، المقدمات الممھدات ۱: ۳۵۷

ترجمہ: مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ مال غنیمت جو غلبہ کے ساتھ اہل روم کے ہاتھوں سے لیا گیا زمینوں کے علاوہ اس کا پانچواں حصہ امام کے لئے ہے اور باقی چار حصے ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے اس مال غنیمت کو حاصل کیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: اور جان لو جو چیز بھی تم غنیمت میں حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہے۔[1]

اس خمس کے بارے میں چار مشہور نظریات ہیں؛

۱۔ خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا آیت کی نص کے مطابق، یہ امام شافعی کا قول ہے۔

۲۔ خمس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا قول (بے شک اللہ کے لئے اس کا پانچواں حصہ ہے) یہ کلام کا آغاز ہے، پانچویں قسم کا بیان نہیں۔

۳۔ خمس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، پیغمبر اکرمؐ کا حصہ اور ذی القربیٰ کا حصہ، پیغمبر ﷺ کے وصال کی وجہ سے ساقط ہے۔

۴۔ خمس فیئ کی طرح ہے، اس میں سے غنی اور فقیر سب کو دیا جائے گا یہ امام مالک اور دیگر فقہاء کا قول ہے۔

1بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد ج۳؛ ص۲۶۴تا ۲٦٧

خمس کے حصص کے بارے میں اختلافات کا خلاصہ :

جن لوگوں نے خمس کو چار یا پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کا نظریہ اپنایا ہے ان کے ہاں رسول اللہ ﷺ اور ذی القربیٰ کے حصے سے متعلق آنحضرتؐ کے وصال کے بعد اختلاف ہوا ہے، ان میں سے کچھ کا نظریہ یہ ہے کہ اس حصے کو دیگر ان لوگوں میں جو خمس کے حقدار ہیں تقسیم کیا جائے گا ایک دوسرے گروہ کا نظریہ ہے لشکر کے افراد میں تقسیم کیا جائے گا، ایک اور گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حصہ امام کو دیا جائے گا اور ذی القربیٰ کا حصہ امام کے قرابت داروں کو، ایک اور گروہ نے اس حصے کا مصرف اسلحہ اور لشکر کی تیاری کو قرار دیا ہے۔

باب بارہ

خمس کے مورد "کافر ذمی کا مسلمان سے زمین خرید کرنا" سے متعلق احکام و قوانین

قانون: جو زمین کافر ذمی نے کسی مسلمان سے خرید کی ہے توکافر ذمی پر اس زمین کا خمس دینا واجب ہے اگر وہ اختیاراًنہ دے تو اس سے سرکار وصول کریگی۔

ضمن: کافر ذمی جو زمین خرید کرتا ہے اس میں فرق نہیں کہ وہ زمین زرعی ہو یا باغ ہو، رہائشی پلاٹ ہو یا گھر، دکان ہو یا پلازہ ہو ضابطہ یہ ہے ایسی چیز جس میں خرید وفروخت ہو سکتی ہے، توخرید شدہ زمین کا خمس کافر ذمی کو دینا ہوگا۔

ضمن: اگرکافر ذمی زمین خریدنے کے بعد مسلمان ہو جائے تو اسکا خمس ساقط نہ ہوگا اس میں نصاب اور قربت کی نیت بھی شرط نہیں۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بیان:

۱۔ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ الْحَذَّاءِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع يَقُولُ أَيُّمَا ذِمِّيٍّ اشْتَرَى مِنْ مُسْلِمٍ أَرْضاً فَإِنَّ عَلَيْهِ الْخُمُسَ

امام محمد باقرؑ سے حدیث میں آیا ہے جو ذمی کافر مسلمان سے زمین خریدے تو اس ذمی پر خمس دینا واجب ہے۔

۲۔ عن الامام الصادقؑ *الذمی اذا اشتری من المسلم* الارض فعلیه فیها الخمس[1]

کافر ذمی جب مسلمانوں سے زمین خریدے گا تو ذمی پر اس زمین سے خمس دینا واجب ہے۔

1وسائل الشیعہ کتاب الخمس، باب۹، ج۴

باب تیرہ

قرآن و سنت کی روشنی میں خمس کے سہام و حصص سے متعلق احکام و قوانین

خمس کی تقسیم

سابقہ ابواب میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ خمس اسلامی مالیات کا اہم فریضہ ہے اس باب میں خمس کے اموال کی تقسیم کے بارے بحث ہو گی رسول اکرم ﷺ خود موجود نہیں، انکے اوصیاء میں سے بارہویں وصی حضرت امام مہدیؑ پردۂ غیبت میں ہیں، اس زمانے میں خمس کی تقسیم کیسے ہو گی؟ اس کا جواب، شیعہ فقہاء نے اپنی استدلالی کتابوں میں تفصیل سے دیا ہے اور عوام کی سہولت کے لئے انہوں نے مسائل کی صورت میں روزمرہ کے لئے لکھی گئی کتابوں میں بیان کیا ہے ان مسائل کو ذیل میں قوانین کی شکل میں دے رہے ہیں ان قوانین کے تفصیلی دلائل جاننے کے لئے شیعہ فقہاء کی استدلالی کتابوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

قانون: امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے زمانے میں خمس لینے اور اسے خرچ کرنے کا اختیار جامع الشرائط مجتہد اعلم کے لئے ہے اور وہی حاکم شرع ہے اگر ولی فقیہ (اسلامی حکومت کا سربراہ) موجود ہو تو پھر خمس کا مکمل اختیار اسی کے لئے ہے۔

ضمن: حاکم شرع کی طرف سے جس کسی کو خمس وصول کرنے اور اسے خرچ کرنے کی اجازت موجود ہو تو اُس کے سپرد کیا جا سکتا ہے

ضمن: خمس کی رقوم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا

۱۔ سہم امام (امام معصومؑ، حاکم شرع کا حصہ)، جس میں اللہ، اللہ کے رسولؐ اور ذی القربیٰ کا حصہ شامل ہے۔

۲۔ سہم سادات (بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب اور اولاد رسولؐ سے جو لوگ مستحق ہیں انکا حصہ)

ضمن: خمس کے ہر دو حصوں کو خرچ کرنے کے لئے حاکم شرع کی اجازت لینا ہوگی۔

قانون: سہم امام اور سہم سادات دونوں حصے حاکم شرع کے لئے ہیں انکی اجازت سے ہی انکو خرچ کیا جا سکتا ہے، اگر حاکم شرع موجود نہ ہو تو انکے وکیل و نمائندہ کو خمس دینا ہوتا ہے یا انکی اجازت سے خمس کو خرچ کیا جائے گا۔

ضمن: جو مکلّف جس مجتہد جامع الشرائط (حاکم شرع) کا مقلد ہے وہ خمس ادا کرنے میں اسکے فتوے کا لحاظ رکھے گا۔

ضمن: کسی بھی مستحق سید کے اخراجات کے لئے مال سادات دینے سے پہلے حاکم شرع یا انکے وکیل سے اجازت لینا ضروری ہے۔

ضمن: خمس کے چھ (6) سہم ہیں

1۔اللہ کا حصہ 2۔ نبیؐ کا حصہ 3۔ صاحب الامر (وقت کے امام) کا حصہ 4۔ یتامیٰ 5۔ مساکین 6۔ابنأالسبیل کا حصہ

ضمن: یتامی، مساکین اور ابناء السبیل سے مراد وہ افراد ہیں جو باپ کی جانب سے حضرت عبدالمطلب کی طرف منسوب ہوں۔ ان میں آل رسولؐ سب پر مقدم ہیں ان ہی کو سادات کہا جاتا ہے ان کے لئے خرچ ہونے والے خمس کے حصہ کو سھم سادات کہا جاتا ہے، [آل رسول سے مراد حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی اولاد مراد ہیں]

ضمن: خمس لینے والے سادات کے لئے مستحق ہونا شرط ہے۔

ضمن: ایسے سادات جو گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کی مدد کرنا اگر گناہ پر اعانت سمجھی جائے تو مستحق ہونے کے باوجود انہیں مال سادات دینا جائز نہیں۔

ضمن: جو یتامیٰ امداد لینے کے مستحق ہوں انہیں مال سادات دیا جائے گا

ضمن: ابناًالسبیل کے لئے شرط یہ ہے کہ سفر کے دوران انکے پاس اپنے اخراجات نہ ہوں اور وہ کوئی انتظام بھی نہ ہوں لہٰذا جس شہر میں وہ سید موجود ہے اس جگہ وہ مدد لینے کا مستحق ہوگا۔

قانون: انسان پر جسکا خرچہ دیناواجب ہوتا ہے وہ اپنا خمس اسے نہیں دے سکتا۔

ضمن: سیادت کے ثبوت کے لئے ایسی شہرت کافی ہے جس سے ان کے سید ہونے کا اطمینان حاصل ہو جائے۔

ضمن: ایک سال کے اخراجات سے زیادہ مستحق کو امداد نہ دی جائے۔

قانون: خمس کے ہر دو حصوں کو امام غائب (حضرت امام مہدیؑ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)کے عمومی نائبین (مجتہد جامع الشرائط) یا ولی فقیہ (جو اسلامی حکومت کا سربراہ ہو) کیلئے پہنچانا ہوگا یا انکے وکیل کو دینا ہوگا۔

ضمن: مجتہد جامع الشرائط کو امام عصرؑ کی غیبت کے زمانے میں حاکم شرعی کہا جاتا ہے۔

ضمن: ایران میں اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد وہاں پر ولی فقیہ ہی حاکم شرع ہیں اور انہی کے لئے ولی امر المسلمین کا عنوان بولا جاتا ہے

ضمن: جو لوگ حاکم شرع کے پاس خمس نہیں بھیج سکتے ان پر لازم ہے کہ وہ انکے وکلاتک خمس پہنچائیں یا ان سے اجازت لے کر طے شدہ مصارف میں استعمال کریں۔

ضمن: جس ملک یا شہر میں خمس نکالنے والا موجود ہے وہاں پر حاکم شرع موجود نہیں تو خمس انکے وکلاکے سپرد کرنا ہوگا

ضمن: خمس لینے کے مستحق کے لئے جائز نہیں کہ وہ خمس وصول کرکے خمس دینے والے کو واپس کردے۔

خمس کی تقسیم کے بارے میں آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان:

۱۔ عن البزنطی، عن الرضا علیه السلام قال: سئل عن قول الله عزوجل (وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ) فقيل له: فما كان لله فلمن هو؟ فقال: لرسول الله صلىٰ الله عليه وآله وسلم، وما كان لرسول الله صلىٰ الله عليه وآله وسلم فهو للامام[1]

ترجمہ: جناب بزنطی نے بیان کیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام سے آیت خمس سے متعلق پوچھا گیا کہ اللہ کا حصہ کس کے لیے ہوگا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، اور جو رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے وہ امام کے کے لیے ہوگا۔

۲۔ عن علی بن الحسین علیهما السلام فی حدیث طویل یقول فیه لبعض الشامیین: فهل قرأت هٰذه الآية ((وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى

1 الکافی ج، ۱ ص، ۵۴۴ ح، ۷؛ وسائل الشیعہ ج، ۸ ص، ۵۱۲

وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ فقال له الشامی بلیٰ فقال له علیه السلام فنحن ذو القربیٰ[1]

ترجمہ: امام زین العابدین علیہ السلام ایک طویل حدیث میں شام کے بعض لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ کیا تم نے آیت خمس پڑھی ہے؟ شامی نے کہا ہاں! جب وہ ہاں میں جواب دیتا ہے تو امام علیہ السلام فرماتے ہیں آیت میں جو "ذی القربیٰ" ہے اس سے مراد ہم ہیں۔

۳۔ نقل عن علی علیه السلام انه قیل له: ان الله یقول "والیتامیٰ والمساکین" فقال ایتامنا و مساکیننا[2]

ترجمہ: امیر المومنین امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سے پوچھا گیا آیت خمس میں "یتامیٰ اور مساکین" سے کون مراد ہیں؟ فرمایا: ہمارے یتیم اور ہمارے مساکین مراد ہیں۔

۴۔ علی بن الحسین المرتضیٰ، نقلاً من (تفسیر النعمانی) باسناده، عن علی علیه السلام قال: الخمس یجری ویخرج من أربعه وجوه؛ من الغنائم التی یصیبها المسلمون من المشرکین، ومن المعادن، ومن الکنوز، ومن الغوص ثمّ جزّا هذه الخمس علیٰ ستّه أجزاء، فیأخذ الامام منها سهم الله تعالیٰ وسهم الرسول وسهم ذی القربیٰ علیه السلام، ثمّ یقسّم الثلاثة السهام الباقیة بین یتامیٰ آل محمد ومساکینهم وأبناء سبیلهم۔[3]

---

1 الاحتجاج ج، ۲ ص، ۱۲۰
2 بحار الانوار ج، ۲۳ ص، ۱۲۵ باب ۱۵
3 رسالة المحکم والمتشابه س۴۶؛ وسائل الشیعه ج۶، ص۳۲۰

ترجمہ: علی ابن الحسین المرتضیٰ تفسیر نعمانی کی سند سے حضرت امام علیؑ سے نقل کرتے ہیں خمس چار اشیاء سے نکالا جاتا ہے، مال غنیمت سے، جو مسلمان مشرکین سے جنگ کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں؛ معدنیات سے؛ دفینوں سے اور غوطہ خوری کے ذریعہ حاصل شدہ اموال سے پھر اس خمس کے چھ حصے کئے جاتے ہیں پس امام ان میں سے اللہ تعالیٰ کا حصہ، پیغمبر اکرمؐ کا حصہ اور ذی القربیٰ کا حصہ لے لیتا ہے پھر باقی تین حصوں کو آل محمد ﷺ کے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرتا ہے۔

۵۔ عن الحسین بن محمد، عن معلی (بن محمد) عن الوشاء عن أبان، عن محمد بن مسلم، عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول اللہ؛ ((واعلموا انّما غنمتم من شیءٍ فأن للہ خمسه وللرسول ولذی القربی والیتامی)) قال: هم قرابة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ والخمس (للہ و) للرسول (ولنا)[1]

ترجمہ: محمد بن مسلم امام محمد باقرؑ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان، واعلموا انّما غنمتم من شیءٍ فأن للہ خمسه وللرسول ولذی القربی والیتامی؛ سے متعلق فرمایا اس سے مراد رسول اللہ کے قرابت دار ہیں پس خمس اللہ کے لئے ہے اس کے رسولؐ کے لئے ہے اور ہمارے لئے ہے۔

۶۔ أحمد، عن احمد بن محمد بن ابی نصر، عن الرضا علیہ السلام قال؛ سئل عن قول اللہ؛ ((واعلموا أنّما غنمتم من شیءٍ فأن اللہ خمسه وللرسول ولذی القربی)) فقیل له؛ فما کان للہ،

1 تفسیر کنز الدقائق و بحر الغرائب، ج۵، ص۳۳۳

فلمن هو؟فقال؛ لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وما كان لرسول الله فهو للامام ۔فقيل له؛أرأيت ان كان صنف من الأصناف أكثر وصنف أقلّ،مايصنع به؟قال؛ذالك الى الامام، أرأيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كيف يصنع، أليس انّما كان يعطى على مايرى ؟وكذلك الامام۔[1]

ترجمہ: محمد بن ابی نصر، امام رضاؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ سے اللہ کے اس قول واعلموا أنّما غنمتم من شئ فأن لِلّٰه خمسه وللرسول ولذی القربی کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جو اللہ کا حصہ ہے وہ کس کا ہوگا؟ امامؑ نے فرمایا؛ اللہ کے رسولؐ کے لئے ہوگا اور جو اللہ کے رسولؐ کے لئے ہوگا وہ امام کے لئے ہوگا۔ پھر امامؑ سے پوچھا گیا اگر مذکورہ اصناف میں سے ایک صنف کم ہو اور ایک زیادہ تو پھر کیا کیا جائے گا؟ امامؑ نے فرمایا؛اس کا فیصلہ امام کریں گے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ رسول اللہؐ ایسے موقع پر کیا کرتے تھے کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے بہتر سمجھتے تھے وہ اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تھے؟ پس امام بھی ویسا ہی کریں گے۔

۷۔ عن عبد الله بن مسكان قال؛ حدّثنا زكريا بن مالك الجعفى، عن أبى عبد الله عليه السلام أنّه سئل عن قول الله ؛((واعلموا أنّما غنمتم)) الآية فقال ؛ أمّا خمس الله فللرسول ،يضعه فى سبيل الله، وأمّا خمس الرسول فلا قاربه۔ وخمس ذوى القربى فهم أقرباؤه،

1 حوالہ سابق

والیتامی یتامی أهل بیته، فجعل هذه الأربعة أسهم فیهم، وأمّا المساکین وابن السبیل، فقد عرفت أنّا لانا أکل الصدقة ولا تحلّ لنا، فهی للمساکین وابن السبیل۔[1]

ترجمہ: عبداللہ بن مسکان، زکریا بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ سے اللہ تعالیٰ کے " قول تعالیٰ واعلموا أنّما غنمتم" سے متعلق دریافت کیا گیا امامؑ نے فرمایا پس اللہ تعالیٰ کا حصہ رسولؐ کے لئے ہوگا جس کو رسول اللہ ﷺ، اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے اور رسولؐ کا حصہ اُن کے اقارب کے لئے اور ذی القربیٰ کا حصہ رسولؐ کے قرابت داروں کے لئے ہی ہوگا اور یتامیٰ سے مراد اہل بیتؑ رسولؐ کے یتیم ہیں، پس یہ چار حصے ان ہی کے لئے ہوئے لیکن مساکین اور ابن سبیل کا حصہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اور نہ وہ ہمارے لئے حلال ہے پس صدقہ مساکین اور ابن سبیل کے لئے ہے۔

۸۔ وفی تفسیر الثعلبی، عن المنهال بن عمرو، قال؛ سألت زین العابدین علیه السلام عن الخمس۔قال؛ هو لنافقلت؛ ان الله تعالیٰ یقول؛« والیتامی والمساکین»قال؛ أیتامنا و مساکیننا[2]

ترجمہ: منہال بن عمرو نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے امام علی زین العابدینؑ سے خمس کے متعلق سوال کیا امامؑ نے فرمایا؛ خمس ہمارے لئے ہے میں نے پھر پوچھا اللہ تعالیٰ فرماتا

1تفسیر کنز الدقائق و بحر الغرائب،ج۵، ص۳۴۵

2 حوالہ سابق

ہے خمس یتیم اور مساکین کے لئے ہے، امامؑ نے فرمایا اس سے مراد ہمارے یتامی اور ہمارے مساکین ہیں۔

۹۔ فاما الخمس فيقسم على ستة سهم؛ سهم الله، سهم الرسولﷺ، سهم لذى القربى، وسهم لليتامى، وسهم للمساكين، وسهم لابناء السبيل فالذى لله فلرسول الله احق به بهله كاصة والذى للرسول هو لذى القربى والحجة فى زمانه فالنصف له خاصة والنصف لليتامى والمساكين وأبناء السبيل من آل محمد عليهم السلام الذين لا تحل لهم الصدقة ولا الزكاة موصنعهم لله مكان ذلك بالخمس

بہر حال خمس جو ہے تو اسے چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ا۔اللہ کا حصہ، ۲۔اللہ کے رسولؐ کا حصہ، ۳۔ذوالقربی کا حصہ، ۴۔یتامی کا حصہ ۵۔مساکین کا حصہ، ۶۔ابناء السبیل کا حصہ؛ جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو وہ رسول اللہؐ کے لئے ہے وہ اسکا زیادہ حقدار ہے وہ اس کے لئے خاص ہے اور جو حصہ رسول اللہؐ کے لئے ہے وہ ذوالقربی کے لئے اور اپنے زمانہ کے حجت کے لئے ہے پس آدھا حصہ (خمس کا) حجت زمانہ کے لئے خاص ہے اور باقی آدھا حصہ آل محمد علیہم السلام کے یتامی، مساکین اور ابناء السبیل کے لئے ہے کہ جن کے لئے صدقہ اور زکوۃ کا استعمال حلال نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے زکوۃ کی جگہ خمس کو قرار دیا ہے۔[1]

[1] وسائل الشيعہ ج۴، باب قسمۃ الخمس، ص۳۵۹، حديث۹

۱۰۔ایک طویل حدیث میں امام رضاؑ سے یہ بیان ہے ، واما منه فقول الله عزوجل واعلمو انما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی فقرن سهم ذی القربی مع سهمه وسهم الرسول الله (الی ان قال) فبدء بنفسه ثم برسوله ثم بزی القربی فکل ما کان من الفئی والغنیمة وغیر ذلك مما رضیه بنفسه رضیه لهم (الی ان قال) واماقوله؛ والیتامی والمساکین ، فان الیتیم اذا انقطع یتمه خرج من الغنائم ولم یکن له فیها (منها)نصیب وکذلك المسلمین اذا انقطعت مستنته لم یکن له نصیب

من الغنم و لا یحل له أخذه و سهم ذی القربی قائم الی یوم القیمة فیهم الغنی والفقر لانه لا احد اغنی من الله ولا من الرسول فجعل لنفسه منها سهما ولرسوله سهما فما رضیه ۔لنفسه ولرسوله رضیه لهم وکذلك الفئی ما رضیه منه لنفسه ونبیه رضیه لذوی القربی(الی ان قال) فلما جاء قصه الصدقة ، نزه نفسه ورسوله ونزه اهل بیته بانما الصدقات للفقراء والمساکین الایة؛ ثم قال فلما نزه نفسه عن الصدقه ونزه رسوله ونزه اهل بیته واهل حرم علیهم لان الصدقة محرمة علی محمد وآله وهی اوساخ ایدی الناس لا تحل لهم لانهم طهروا من کل دنس ووسخ

امام رضاؑ سے ؛آپ نے فرمایا، آٹھویں فضیلت آل محمدؐ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ واعلمو انما غنمتم من شئ فأن لله خمسه وللرسول ولذی القربی، اس اللہ تعالیٰ نے ذو القربی کے

سہم کو اپنے سہم سے قرار دیا ہے اور رسول اللہ کے سہم سے ملایا ہے (اس کے بعد فرمایا) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے بات کو شروع کیا ہے اور پھر اپنے رسولؐ کا ذکر فرمایا ہے انکے بعد ذوالقربیٰ کو بیان کیا ہے پس فیٔ اور غنیمت وغیرہ (خمس) میں جس کو اپنے لئے پسند کیا ہے اسے ان کے لئے بھی پسند فرمایا ہے

(اس کے بعد فرمایا) بہر حال اللہ کا یہ قول والیتامی والمساکین، تو یتیم جب یتیمی سے نکل جائے گا تو اسکا حصہ غنائم سے (خمس سے) ختم ہو جائے گا اس طرح مسکین کی جب مسکنت (احتیاج) والا عنوان ختم ہو جائے گا تو اس کے لئے بھی غنائم (خمس) سے حصہ نہ رہے گا اور اس کے لئے اس (خمس) سے کچھ لینا جائز نہیں جبکہ ذوی القربیٰ کا حصہ جو ہے وہ قیامت تک برقرار ہے ان میں جو غنی، مالدار یا فقیر ہیں یہ حصہ برقرار ہے کیونکہ اللہ اور اللہ کے رسول سے کوئی ایک بھی زیادہ مالدار اور غنی نہیں ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے غنیمت سے (خمس سے) جو اپنے لئے اور اپنے رسول کے لئے پسند فرمایا ہے اسی کو بعینہٖ ذوالقربیٰ کے لئے پسند فرمایا ہے

اس طرح فیٔ کے مال میں ہے کہ جس کو اپنے لئے اور اپنے رسول کے لئے پسند فرمایا ہے اسے ذی القربیٰ کے لئے پسند فرمایا ہے (اسکے بعد فرمایا) لیکن جب صدقہ (واجب زکوٰۃ) کی بات آئی تو اللہ تعالیٰ نے خود کو اور اپنے رسول کو اس سے دور اور پاک رکھا اور اہل بیت سے بھی اسے دور اور پاک رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ انما الصدقات للفقراء والمساکین۔ آیت؛ پس جب اللہ تعالیٰ خود کو اور اپنے رسول کو صدقہ (واجب زکات) سے دور اور پاک رکھا ہے

اسی طرح اس نے رسول اللہ کے اہل بیتؑ کو بھی اس سے دور اور پاک رکھا ہے یہی نہیں بلکہ ان پر سے (زکات کو) حرام قرار دیا ہے کیونکہ صدقہ (واجب زکات) محمد وآل محمد علیہم السلام پر حرام ہے یہ (اموال) لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہیں جو ان کے لئے (اہل بیت) کے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ ہر قسم کے دنس (میل کچیل، گندگی) سے پاک ہیں۔[1]

۱۱۔ ابن سنان عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال سمعتہ یقویل فی الغنیمۃ یخرج منھا الخمس ونعم ما بقی بین من قاتل علیہ وولی ذلك واما الفئی والانفال فھو اخالص لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

راوی میں نے ابو عبداللہؑ سے یہ بات سنی کہ آپ غنیمت کے بارے میں یہ فرمارہے تھے کہ اس سے خمس نکالا جائے گا اور جو بچے گا تو وہ ان میں تقسیم ہوگا جنھوں نے جنگ لڑی ہے اور جو انکے ولی ہیں لیکن فئی اور انفال تو وہ خالص رسول اللہ کے لئے ہیں[2]

۱۲۔ عن ابی جعفر الاحول قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام ما یقول قریش فی الخمس قال قلت، ۔۔۔۔۔۔انھا (انہ) لھا قال؛ ما انصفونا واللہ لوکان مباھلۃ لتبا ھلم بنا ولئن کان مبارزۃ لتبارزن بنا، ثم یکون ھم ونحف سواء

1وسائل الشیعہ ج۴،کتاب الخمس حدیث۱۰، باب ۱ قسمۃ الخمس
2وسائل الشیعہ ج۴،کتاب الخمس حدیث۱۴، باب قسمۃ الخمس

راوی کہتا ہے کہ امام ابو عبداللہؑ نے مجھ سے پوچھا کہ قریش خمس کے متعلق کیا کہتے ہیں تو راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا وہ کہتے ہیں خمس ہمارے لئے بھی ہے تو امامؑ نے فرمایا؛ اللہ کی قسم انہوں نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا اگر مباہلہ ہو تو ہمارے ذریعہ مباہلہ کیا جاتا ہے (اسلام کے مخالفین سے) لڑنے کے لئے، مقابلہ کے لئے نکلنا ہو تو اس میں ہم ہوں پھر یہ کہا جائے کہ وہ اور ہم برابر ہیں (یہ بات غیر منطقی اور غیر درست ہے)[1]

۱۳۔ ایک طویل حدیث میں ہے؛ عن عبد الصالح علیہ السلام (امام الکاظم) قال ؛ ولہ یعنی للامام نصف الخمس ---- ونصف الخمس البقی بین اھل بیتہ فیھم لینا ما ----- وسھم لمسکینھم وسھم للابناء السبیلھم یقسم بینھم علی الکتاب والسنۃ ما یسقختون بہ وانا صابر علیہ أن یمونھم لان لہ ما فضل عنھم۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا؛ خمس کا آدھا حصہ امام کے لئے ہے جبکہ باقی آدھا حصہ جو ان کے اہل بیت کے لئے جو یتامی، مساکین اور ابناء السبیل ہیں۔ کتاب اور سنت کی روشنی میں ان میں یہ حصہ تقسیم کیا جائے گا جو ان کے لئے ایک سال کے اخراجات کے لئے کافی ہوگا اگر ان سے کچھ بچ جائے تو وہ امام کے لئے ہے اور اگر حصہ پورا نہ ہو امام اپنی طرف سے اس کمی و نقص کو پورا کریں گے جس سے ان کی حاجات پوری ہوں، امام پر ہے کہ ان کی ضروریات کو پورا کریں ان سے جو کچھ بچ جاتا ہے تو امام ہی کے لئے ہوتا ہے۔[2]

1وسائل الشیعہ ج۴، باب الخمس)باب قسمۃ الخمس حدیث ۱۵
2وسائل الشیعہ ج۴، باب قسمۃ الخمس باب۳، حدیث ۱

ذوی القربیٰ کے مصادیق؟

یہاں یہ بحث کی جائے گی کہ آیت خمس میں لفظ ذوی القربی کے مصداق کون ہیں ، اہل سنت اس سے کیا مراد لیتے ہیں اور شیعہ امامیہ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں،اس کا بیان پہلے ہو چکا ،اس جگہ اہل سنت کے ہاں ذی القربیٰ سے کیا مراد ہے اسے بیان کریں گے۔

اہلسنت کے ہاں ذی القربیٰ سے مراد

۱۔ "القربی مصدر کالزلفی والبشری بمعنی قرابة والمراد فی اهل القربیٰ وروی انها لما نزلت قیل یا رسول الله من قرابتك هؤلاءِ الذین وجبت علینا مودتهم قال علی علیه السلام و فاطمه علیها السلام وابناها" [1]

قربیٰ زلفٰی اور بشری کی طرح مصدر ہے جو قرابت کے معنوں میں ہے اور "الا المودۃ فی القربیٰ" سے مراد "فی اهل القربیٰ" ہے یعنی تم سے میں تبلیغ رسالت کی اجرت صرف یہ طلب کرتا ہوں کہ تم میرے مخصوص قرابت والے اشخاص سے محبت اختیار کرو اور مروی ہے کہ جب یہ آیت "قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودۃ فی القربیٰ" نازل ہوئی تو کہا گیا کہ یارسول اللہؐ کون آپ کے قرابتدار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ علیؑ ، فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

[1] تفسیر کشاف ج۳:ص۴۰۲۔ تفسیر ابو السعود عمادی:ج۸:ص۳۵۔ تفسیر کبیر فخرالدین رازی:ج۷:ص۲۷۴۔ تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری:ج۵۲:ص۳۱۔ صواعق محرقہ عن ابن عباس:ص۱۰۱۔ تفسیر بیضاوی:ج۲:ص۱۲۳۔تفسیر مدارک التنزیل:ج۲:ص۲۱۶

۲۔" عن السدی عن ابی الدیلم لما جئی بعلی بن الحسین علیہ السلام، فاقیم علی درج دمشق قام رجل من اهل الشام قال الحمد لله الذی قتلکم و استاصلکم وقطع قرنی الفتنة فقال له علی علیہ السلام بن الحسین علیہ السلام اقرات القرآن قال نعم قال اقرات حم قال قرآت القرآن ولم اقرا حم قال ماقرات قل لا اسئلکم علیه اجراً الاالمودة فی القربیٰ قال وانکم لانتم هم قال نعم "[1]

سدی سے روایت ہے اس نے ابوالدیلم سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علی ابن حسینؑ کو شام میں لایا گیا اور دمشق کے رستے پر کھڑا کیا گیا تو اہل شام میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا "العیاذ باللہ" اس خدا کا شکر ہے جس نے تم کو قتل کیا اور تمہاری بیخ کنی کی اور فتنہ کے دونوں سینگ توڑ دیئے تو حضرت امام زین العابدینؑ نے اس سے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ اس نے کہا ہاں پڑھا ہے، تو آپؑ نے فرمایا کیا حم بھی تو نے پڑھی ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے قرآن شریف پڑھا ہے لیکن حم نہیں پڑھی تو آپ نے اس سے پوچھا کیا تو نے (قل لا اسئلکم علیه اجراً الاالمودة فی القربیٰ) والی آیت نہیں پڑھی؟ تو اس نے کہا کیا تم ہی وہ (آل رسولؐ) ہو جو اس آیت سے مراد ہیں، تو حضرت نے فرمایا ہاں! ہم ہی وہ ہیں"

[1] تفسیر محمد بن جریر طبری:ج۲۵:ص۱۴:صواعق محرقہ:ص۱۰۱

۳۔"اخرج البزارو الطبرانی عن الحسن علیہ السلام من طرق بعضها حسن انه خطب خطبة من جملتها :من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فاناالحسن ا بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم تلا واتبعت ملة آبائی ابراهیم الآیة ثم قال انا ابن البشیر انا ابن نذیرثم قال وانا من اهل البیت الذین افترض الله عزوجل مودتهم وموالاتهم فقال فیما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا اسئلکم علیه اجراً الاالمودة فی القربیٰ وفی روایة الذین افترض الله مودتهم علی کل مسلم وانزل فیهم قل لا اسئلکم علیه اجراً الاالمودة فی القربیٰ ومن یقترف حسنه نزدله فیها حسنا فیها واقتراف الحسنات مودتنا اهلبیت"[1]

بزار ور الطبرانی نے بہت سے اسناد کے ذریعہ جن میں سے بعض حسن ہیں، حضرت امام حسنؑ کے متعلق روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آپؑ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں آپؑ نے فرمایا، جس نے مجھے پہچانا ہوا ہے اسے تو میری معرفت حاصل ہے اور جس نے نہیں پہچانا تو میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں نبی محمدؐ کا فرزند حسن ہوں، تو پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی؛ واتبعت ملة آبائی ابراهیم، اور میں نے اپنے آباؤاجداد ابراہیم ،اسحاق یعقوب کی ملت ،کی اتباع کی ہے پھر فرمایا میں جنت کی بشارت دینے والے نبیؐ کا فرزند ہوں، میں آتش جہنم سے ڈرانے والے کا شہزادہ ہوں، میں ان اہل بیت رسولؐ میں سے ہوں جن کی مودت و محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے پھر فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیؐ پر

[1] صواعق المحرقہ:ص۱۰۱

نازل فرمایا اس میں یہ آیت بھی ہے قل لا اسئلکم علیه اجراً الاالمودة فی القربیٰ اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان اہل بیت رسولؐ سے ہوں کہ جن کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے ہر مسلم پر فرض کیا ہے اور انہی کی شان میں آیت کریمہ قل لا اسئلکم علیه اجراً الاالمودة فی القربیٰ ومن يقتر ف حسنه نزدله فيها حسنا نازل فرمائی ہے اور حسنات کا حاصل کرنا ہم اہلبیتؑ رسولؐ کی محبت اختیار کرنا ہے۔

"عن سعید ابن جبیر لما نزلت هذه الآیة قالو ! یا رسول الله من هؤلاءِ الذین وجبت علینا مودتهم لقرابتك فقال علی وفاطمه وابناهما ولا ریب ان هذا فخرا عظیما و شرفاتاما ویؤیده ماروی ان علیا شکیٰ الی رسول الله حدالناس فیه فقال اما ترضی ان تکون رابع اربعة اوال من یدخل الجنة وانا وانت والحسن والحسین وازواجنا عن ایماننا وشمائلنا وذریاتنا خلف ازواجنا" [1]

سعید ابن جبیر سے روایت ہے کہ جب یہ آیت قل لا اسئلکم نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ کون لوگ ہیں؟ جن کی محبت آپکی رشتے داری کی وجہ سے ہم پر واجب ہوئی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں اور ان میں شک نہیں کہ یہ بہت بڑا فخر اور کامل شرف ہے اور اسی کی تائید وہ روایت کرتی ہے جس میں مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں لوگوں کے حسد کی

[1] غرائب القرآن نیشاپوری:ج۲۵:ص۳۲،۳۱

شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا؛ کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپؑ چار برگزیدگان پروردگار میں سے چوتھے ہو کیونکہ جنت میں سب لوگوں سے پہلے داخل ہونے والے ہم چار ہونگے میں توحسنؑ اور حسینؑ اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہونگی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

خمس کی تقسیم کے متعلق فقہائے اہل سنت کی رائے:

تقسیم خمس کے بارے میں اہل سنت کے دو اماموں ،امام ابو حنیفہ و امام شافعی کے اقوال اہل سنت کی کتب میں اس طرح آئے ہیں :

"وفی قسمة الخمس قولان الاوّل وهو المشهور ان ذلك الخمس یخمس فسهم لرسول الله صلی الله علیه واله وسلم وسهم لذوی قرباه من بنی هاشم وبنی المطلب دون بنی عبدشمس وبنی نوفل الی ان قال وثلاثة اسهم للیتامیٰ والمساکین وابن السبیل واما بعد وفاة الرسول فعند الشافعی ان یقسم علیٰ خمسة اسهم سهم رسول الله یصرف الی ماکان یصرف الیه من مصالح المسلمین کعدة الغزاة من الکراع والسلاح وسهم لذوی القربیٰ من اغنیائهم وفقرائهم یقسم بینهم الذکر مثل حظ الانثیین والباقی للفرق الثلاثة وهم الیتامیٰ و المساکین وابن السبیل وقال ابوحنیفه ان بعد وفاة الرسول علیه الصلوة

والسلام سهمه ساقط بسبب موته وكذلك سهم ذوى القربى وانما يعطون فقرائهم فهم اسوة سائرالفقراء ولايعطى اغنياءهم فيقسم على اليتامى والمساكين وابن السبيل "۔ [1]

ترجمہ: خمس کی تقسیم میں دو قول ہیں پہلا قول کہ جو قول مشہور ہے یہ ہے کہ خمس کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا اور ایک بنی ہاشم اور بنی المطلب میں سے آپ کے رشتہ داروں کا نہ ان رشتہ داروں کا جو بنی عبد شمس اور بنی نوفل سے ہوں۔ یہاں تک کہ آپ نے کہا اور تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہوتے ہیں " یہ حضرتؐ کی زندگی کا حکم تھا" رہا آپؐ کی وفات کے بعد کا حکم سو شافعی کے ہاں آپ کی وفات کے بعد بھی خمس پانچ ہی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک رسول ﷺ کا حصہ جو مسلمانوں کے انہی مصالح پر خرچ کیا جائے گا جن پر آپ اپنی زندگی میں خرچ کرتے تھے۔ جیسے مجاہدین کے لئے جنگ کا سامان مہیا کرنا یعنی لڑائی کے لئے گھوڑے اور ہتھیار اور ذوی القربی کا حصہ رسول اللہ کے مذکورہ سب رشتہ داروں کو دیا جائے گا۔ خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر ہوں اور ان میں سہم کو اسطرح تقسیم کیا جائے گا کہ ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہوگا اور تین حصے تین مذکورہ گروہوں یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہوں گے اور ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ بعد از وفات رسول ﷺ آپؐ کا حصہ آپ کی وفات کے باعث ساقط ہوگیا اور اسی طرح ذوی القربی کا حصہ بھی ساقط ہو گیا ہاں ان کو صرف ان کے فقیر ہونے کی جہت سے عطا کیا جا سکتا

[1] تفسیر کبیر فخرالدین رازی : ج 4:ص368

ہے۔ لہٰذا ان کو دیگر فقراء ہی کی طرح فقراء کے سہم سے دیا جائے گا ان کے اغنیاء کو کچھ نہیں دیا جائیگا اور سب کا سب خمس یتیموں، مسکینوں پر خرچ کر دیا جائے گا۔

حنفیہ کے ہاں خمس کی تقسیم:

"وكيفية قسمتها عندنا انها فى عهد رسول الله على خمسة اسهم سهم له عليه الصلوة والسلام فسهمه ساقط وكذا سهم ذوى القربى وانما يعطون لفقرهم فهم اسوة لسائر الفقراء لا يعطى اغنياءهم فيقسم على الاصناف الثلاثة ويؤيده ما روى عن ابى بكر انه منع بنى هاشم الخمس وقال انما لكم ان يعطى فقيركم ويخدم من لا خادم له منكم ومن عداهم فهو منزلة ابن السبيل الغنى لا يعطى من الصدقة شيئا " الى ان قال " واما عند الشافعى فيقسم على خمسة اسهم سهم لرسول الله يصرف الى ما كان يصرف من مصالح المسلمين كعدة الغزاة من الكراع والسلاح ونحو ذلك وسهم لذوى القربىٰ من اغنيائهم وفقرائهم يقسم بينهم للذكر مثل حظ الانثيين والباقى للفرق الثلاث "۔[1]

کہ تقسیم خمس کی کیفیت ہمارے "حنفیہ" کے ہاں یہ ہے کہ رسول ﷺ کے زمانہ میں اسے پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا اور ایک آپ کے مذکورین رشتہ داروں کا تین حصے باقی اصاف یعنی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیکن بعد از وقت رسول خدا ﷺ آپ کا حصہ ساقط ہوگیا۔ نیز اسی طرح ذوی القربٰی کا حصہ بھی ساقط ہوگیا اور صرف

[1] تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری ج 10ص4

ان کو فقیر ہونے کی حیثیت سے عطا کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اب ان کو دیگر فقراء کی اقتداء حاصل ہے کہ ان کے اغنیاء کو کچھ نہیں دیا جائیگا اور سارا خمس اصناف ثلاثہ مذکورہ یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کر دیا جائے گا۔

اسی کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ جو ابو بکر سے منقول ہے کہ آپ نے بنی ہاشم سے خمس کو روک دیا اور منع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ تمہارے لئے بس اب اتنا ہی ہو گا کہ جو تمہارا فقیر ہو گا اسے دیا جائے گا اور جو تم سے شادی پر قادر نہ ہو گا تو اسکی شادی کرادی جائیگی اور جس کے پاس خادم نہ ہو گا اسے خمس سے خادم مہیا کر دیا جائے گا اور ان کے علاوہ جو تمہارے بنی ہاشم ہیں وہ غنی مسافر کے بمنزلہ ہیں کہ غنی مسافر کو صدقہ "زکوۃ سے کچھ نہیں عطا کیا جاتا اس طرح تمہارے اغنیاء کو بھی کچھ نہیں دیا جائیگا"

شافعی کے نزدیک خمس کی تقسیم:

تاآنکہ ابوالسعودی عمادی نے کہا کہ شافعی کے نزدیک خمس کو بعد وصال رسول ﷺ بھی " پانچ ہی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ رسول خدا ﷺ کا جو "آپ کی وصال کے بعد " مسلمانوں کے مصالح پر صرف کیا جائے گا۔ جیسا کہ مجاہدین کے لئے سامان جنگ کا مہیا کرنا مثلاً گھوڑے اور ہتھیا رلڑائی کے لئے اور مثل اس کے دیگر امور میں صرف کیا جائے گا۔ اور ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے لئے ہو گا جو ان کے اغنیاء اور فقراء سب کو دیا جائیگا اور مرد کو دو عورتوں کی مثل حصہ دیا جائیگا اور باقی تین حصے مذکورہ تینوں یعنی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہوں گے۔

علماء اہل سنت کے خمس کی تقسیم بارے اقوال:

" واختلفوا فی قسمته ذلك الخمس علی اقوال ا شهرها ان ذلك الخمس يخمس حتی يكون مجموع الغنيمة مقسوما بخمسة وعشرين قسما عشرون للغانمين بالاتفاق لانهم كسبوها كالاحتطاب والاصطياد واما الخمسة الباقية فواحد منها كان لرسول يصرف الآن الی ماكان يصرفه اليه من مصالح المسلمين كسد الثغور وعمارة الحصون والقناطر والمساجد وارزاق القضاة والائمة الاهم فالاهم وواحد لذوی القربی يعنی اقارب رسول الله من اولادها شم والمطلب ابنی عبد مناف دون عبد شمس وهماء ابنا عبد مناف ايضا --- الی ان قال يستوی فی هذا السهم غنيهم وفقيرهم الا ان الذكر مثل حظ الانثيين وثلاثة اخماس الخمس الباقيات لليتامی والمساكين وابن السبيل هذا عند الامامين ابی حنيفة والشافعی الاان اباحنيفه قال ان سهم رسول الله ساقط بموته وكذلك سهم ذوی القربی وانما يعطون لفقرهم فهم اسوة سائر الفقراء ---

ثم قال بعد ذلك وعن ابن عباس انه كان يقسم علی ستة لله وللرسول سهمان وسهم لاقاربه حتی قبض فاجری ابوبكر الخمس علی ثلاثة وهم اليتامی والمساكين وابن السبيل وكذلك روی عن عمرو من بعده من الخلفاء وروی ان ابا بكر منع بنی هاشم الخمس

وقال انما لكم ان يعطى فقيركم وتزوج ايمكم ويخدم من لا خادم له منكم فاما الغنى منكم فهو بمنزلة ابن سبيل غنى لا يعطى هو ولا يتيم موسر من الصدقة شيئا" ۔[1]

علماء اہل سنت خمس کی تقسیم کے بارے میں چند اقوال پر تقسیم ہو گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ خمس کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام غنیمت پچیس حصوں پر تقسیم ہو جاتی ہے جن میں سے بیس حصے بالا تفاق غنیمت کو حاصل کرنے والوں کے لئے ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس کو حاصل کیا ہے۔ جیسے کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹنا یا شکار کرنا ہوتا ہے۔ لیکن بقیہ پانچ حصے جو ہیں ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کے لئے ہوتا ہے اور اس وقت اسے مسلمانوں کے مصالح پر صرف کیا جاتا ہے۔ جن پر رسول خدا ﷺ خود صرف فرمایا کرتے تھے ۔ جیسے کہ " اسلامی سلطنت کی " سرحدوں کو " دشمن کے سامنے بند کر دینا، قلعے تعمیر کرنا، پل اور مسجدیں بنانا اور قاضیوں اور اماموں کو "زندگی بسر کرنے کے لئے رزق عطا کرنا اور اس قسم کے دیگر امور کو اہم فالا ہم کے لحاظ سے انجام دینا۔ اور ایک حصہ ذوی القربیٰ ہاشم و مطلب پسران عبد مناف میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت کے ان رشتہ داروں کے لئے نہ جو عبد شمس و نوفل میں سے ہوں گو کہ وہ بھی عبد مناف کے ہی فرزند تھے ۔ تا آنکہ کہا اس حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے ان رشتہ داروں کے غنی اور فقیر سب برابر ہیں ۔ مگر یہ کہ مرد کو دو عورتوں کے مثل حصہ دیا

[1] تفیسر محمد بن جریر طبری : ج 10: ص6؛ تفسیر کشاف :ج 2ص126

جائے گا۔ اور خمس کے باقی حصوں میں سے تین حصے یتیموں ، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہوتے ہیں۔

ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نظریہ میں فرق:

یہی حکم ابو حنیفہ و شافعی ہر دواماموں کے نزدیک ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ رسول اللہؐ کا حصہ آپ کے وصال کے باعث ساقط ہو گیا ہے اور اسی طرح ذوی القربیٰ کا حصہ بھی ساقط ہو گیا۔ " ان کو ذوی القربیٰ ہونے کے اعتبار سے کچھ نہیں دیا جاسکتا" صرف ان کو فقیر ہونے کی وجہ سے دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ان کو بقیہ فقراء کی اقتداء " اور انہیں والا حکم " حاصل ہے۔ لہٰذا ان ہر دواماموں کے نزدیک قول پرودگار " فان للہ خمسه وللرسول " کا معنی یہ ہو گا کہ اس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے جیسے کے اللہ تعالیٰ کا فرمان " واللہ ورسوله احق ان یرضوه" ہے کہ اس کے معنی یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ اس کے حقدار ہیں کہ وہ اس کو راضی کریں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ اس کے حقدار ہیں " تو جیسے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا تذکرہ صرف افتتاح کلام کے لئے ہے اور مراد درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی رضامندی ہے ۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی رضامندی ہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ اسی طرح " فان للہ خمسه وللرسول " میں بھی اللہ تعالیٰ کا تذکرہ صرف افتتاح کلام کے لیے ہے اور اصل مقصود یہ ہے کہ خمس رسول اللہ ﷺ کا حصہ ہے اور دیگر ان لوگوں کا حصہ ہے جو بعد میں مذکور ہیں یعنی ذوی القربیٰ وغیرہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ نہیں "۔

اور پھر اس کے بعد کہاہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خمس چھ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا تو آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے خمس کی تقسیم کو تین پر جاری کر دیا اور وہ یتیم، مسکین اور مسافر ہیں اور اسی طرح حضرت عمرؓ کے متعلق بھی اور بعد والے دیگر خلفاء کے متعلق بھی منقول ہے اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بنی ہاشم سے خمس کو منع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ تمہارے لئے صرف یہ رعایت ہے کہ تمہارے فقیر کو عطا کیا جائے گا اور بغیر شادی شدہ کی شادی کرائی جائے گی اور جس کے پاس خادم نہیں ہو گا اس کے لئے خادم مہیا کر دیا جائے گا لیکن تمہارا غنی مسافر غنی کے بمنزلہ ہے کہ اسے تونگر یتیم ہر دو کو صدقہ سے کوئی چیز عطا نہیں کی جاتی ہے۔

تقسیم خمس کے بارے میں ابن عباس کا ایک قول:

عبداللہ بن عباس سے زمانہ رسول ﷺ میں تقسیم خمس کے بارے میں ایک اور قول بھی مروی ہے۔

" عن علی عن عبداللہ ابن عباس قولہ تعالیٰ واعلمو انماغنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل الایۃ قال ابن عباس فکانت الغنیمۃ تقسم علی خمسۃ اخماس اربعۃ بین من قاتل علیھا وخمس واحدیقسم علی اربعۃ للہ وللرسول ولذی القربیٰ یعنی قرابۃ النبی فما کان للہ وللرسول فھو لقرابۃ النبی ﷺ ولم یاخذ النبی ﷺ من الخمس شیئا فلما قبض اللہ رسولہ ردّابوبکر

نصیب القرابة فی المسلمین جعل یحمل به فی سبیل الله لان رسول الله قال لانورث ماترکناه صدقه "۔[1]

حضرت علیؑ سے روایت ہےاس نے عبداللہ ابن عباس سے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان " واعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسه وللرسول " کے متعلق روایت کی ہے کہ عبداللہ نے کہاکہ پوری غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کی جاتی تھی چار حصے اس پر جنگ لڑنے والوں کے درمیان تقسیم ہوتے تھے ایک حصہ پھر چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ اللہ، رسول خداؐ اور ذی القربیٰ رسول اللہ ﷺ کے قرابتداروں کے لئے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ کے لئے ہوتا وہ سب رسول اللہؐ کے رشتہ داروں ہی کا حصہ تھا کیونکہ رسول اللہؐ نے خمس سے کبھی کوئی چیز نہیں لی تھی اور جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا تو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہؐ کے رشتہ داروں کا حصہ مسلمانوں میں لوٹا دیا اور اس حصہ کو فی سبیل اللہ پر محمول کردیا کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھاکہ "لانورث ماترکناہ صدقة" کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتاجو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

قتادہ سے بھی اسی مضمون کی روایت مروی ہے۔

"عن قتادة انه سئل عن سهم ذی القربیٰ فقال کان طعمة رسول الله فلما توفی حمل علیه ابو بکر وعمر فی سبیل الله صدقة علی رسول الله ﷺ "۔

[1] تفسیر ابن جریر طبری "ج:1:ص6

کہ قتادہ سے ذوی القربیٰ کے حصہ کے متعلق سوال کیا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا رزق تھا۔ لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ وصال پاگئے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہر دو نے اس کو رسول اللہ ﷺ کا صدقہ قرار دیتے ہوئے اس کو فی سبیل اللہ کا عنوان دے دیا۔

نیز امام ابو حنیفہ کے مذہب اور ابن عباسؓ کی پہلی روایت کے لئے ملاحظہ ہو۔

"فالخمس كان فى عهد رسول الله يقسم على خمسة اسهم لرسول الله و سهم لذوى قرباه من بنى هاشم وبنى المطلب دون بنى عبدالشمس وبنى نوفل استحقوه بالنصرة لقصة عثمان وجبيربن مطعم وثلاثة اسهم لليتامىٰ والمساكين وابن السبيل واما بعد رسول الله فسهمه ساقط بموته وكذلك سهم ذى القربىٰ وانما يعطون لفقرهم فلا يعطى اغنيائهم فيقسم على اليتامىٰ والمساكين وابن السبيل وعن ابن عباس انه كان على ستة لله وللرسول سهمان وسهم لاقاربه فاجرى ابوبكر الخمس على ثلثه وكذا عمرومن بعده من الخلفاء الراشدين ومعنى لله وللرسول الله كقوله والله ورسوله احق ان يرضوه" ۔[1]

خمس زمانہ رسول اللہ ﷺ میں پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا اور ایک بنی ہاشم اور بنی مطلب میں سے رسولؐ کے رشتہ داروں کا۔ نہ آپ کے بنی شمس اور بنی نوفل کے رشتہ داروں کا۔ اوّل الذکر نصرت کی وجہ سے قصہ عثمان اور جبیر بن مطعم کے باعث اس کے مستحق ہوئے اور تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہوتے تھے

[1] تفسیر مدارک التنزیل : ج1:ص333

لیکن رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کا حصہ آپ کے وصال کے باعث ساقط ہو گیا اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ بھی ساقط ہو گیا ان کو اب صرف ان کے فقیر ہونے کی حیثیت سے عطا کیا جا سکتا ہے اور ان کے تو انگروں کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا سب کا سب یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ خمس زمانہ رسول ﷺ میں چھ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ کے لئے دو حصّے ہوتے تھے اور ایک آپ کے اقارب کا ہوتا تھا۔ ابو بکر نے خمس کو تین حصوں پر جاری کر دیا اور اسی طرح حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدین نے بھی ایسا ہی کیا جو ان کے بعد ہوئے اور "للہ وللرسول" کا معنی یہ کیا گیا کہ ایک ہی حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ نہیں ہوتا (کیونکہ جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ رسول اللہؐ کے سپرد ہوتا ہے) یہ ایسے ہی ہے جیسے قول خداوند عالم ہے کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ راضی کریں۔

اہل سنت فقہاء کے خمس کی تقسیم کے بارے میں نظریہ کا خلاصہ :

ان تمام حوالہ جات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جناب امام شافعی اور جناب امام ابو حنیفہ صاحب ہر دو مسلک کی رائے یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں خمس کو پانچ حصوں پر تقسیم کرنے کا حکم تھا اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے وصال بعد اس بارے میں دونوں کی رائے مختلف ہے کیونکہ بعد از وصال رسولؐ امام ابو حنیفہ پانچ کے حصوں کے نہیں بلکہ تین حصوں پر

تقسیم کرنے کے قائل ہو گئے اور امام شافعی آنحضرتؐ کے بعد بھی پانچ حصوں پر ہی تقسیم کے قائل رہے۔

نتیجہ: اس ساری بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو کچھ صاحبِ جوہر الکلام جناب شیخ محمد حسن نجفی نے تحریر فرمایا ہے وہ اکثر کتب اہل سنت کے موافق ہے نہ وہ بات کہ جسے صاحب مجمع البیان رحمۃ اللہ نے تحریر کیا ہے کیونکہ چار پر تقسیم کرنے کا قول امام شافعی کا نہیں بلکہ وہ ابن عباس کی طرف منسوب ہے جسے نقل کیا گیا ہے اگرچہ دوسرا قول بھی ہے جو قول ابن عباس کا بھی چار حصوں پر تقسیم کا نہیں بلکہ چھ حصوں پر تقسیم کرنے کا ہے۔

یہ معنی اس پیرائے میں ہے "جیسے اللہ کا یہ قول ہے" اللہ اور اللہ کے رسولؐ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے۔

فقہاء اہل سنت کا تقسیم خمس کے بارے میں اختلاف :

علماء اہل سنت تقسیم خمس کے متعلق کوئی متفقہ نظریہ قائم نہیں کر سکے۔ بلکہ پانچ آراء پر منقسم ہو گئے۔

اوّل "ابو حنیفہ کا مذہب :

نقل ہو چکا کہ آپ رسولؐ کی زندگی میں پانچ پر تقسیم ہونے کے قائل ہیں اور بعد از وصال تین حصوں پر تقسیم کرنے کے اور ان کے کچھ دلائل تو گذر چکے ہیں اور دیگر تفصیل حسب ذیل ہے۔

پانچ حصوں پر تقسیم کی دلیل کی تفصیل :

پانچ حصوں پر تقسیم کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ کا حصہ کوئی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا مالک ہے۔ "لله مافی السموات ومافی الارض لله کل شئی لله الدنیا والآخرۃ "

کہ جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے ہر شئے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

قرآن کریم میں "فان لله خمسه وللرسول "کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا تذکرہ تبرک کے واسطے ہے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ خمس سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے پہلا حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے اور دیگر چار حصے ہیں اس واسطے خمس کو پانچ حصوں پر تقسیم کرنا چاہیے۔

تین حصوں پر خمس کی دلیل:

گذر چکا کہ بعد از وفات رسولؐ جناب امام ابو حنیفہ کے ہاں خمس کے تین حصوں پر تقسیم ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ اصل میں تھا ہی نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ ان کی

وفات کے باعث ساقط ہوگیا۔ اس لئے کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا تھا۔ "لانورث ماترکناہ صدقۃ" کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ذوی القربیٰ کا حصہ بھی ساقط ہو گیا کیونکہ ان کے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ نے یہ حصہ بند کر دیا تھااوران کے بعد حضرت عمرؓ وغیرہ اور دیگر خلفاء بھی انہی کے نقش قدم پر چلے۔ لہٰذا تین حصے ساقط ہوگئے باقی تین حصے رہ گئے اس لئے بعداز وصال رسول ﷺ خمس کو تین حصوں پر تقسیم کرکے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو عطا کر دینا چاہئے اور رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار بھی صرف فقیر ہونے کی حیثیت سے خمس لے سکتے ہیں۔

دوم: امام شافعیؒ کی رائے :

جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے کہ امام شافعی رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور وفات کے بعد ہر دو زمانوں میں خمس کو پانچ حصوں پر تقسیم کرنے کے قائل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور ذوی القربیٰ کے حصّہ کے برقرار ہونے کے قائل ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے حصہ کے مصالح موٴمنین میں صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کو دلاتے ہیں اور ان کے غنی اور فقیر میں بھی فرق نہیں کرتے اور مرد کو عورت سے دوگنا دلاتے ہیں۔

سوم: امام مالکؒ کی رائے:

امام مالکؒ کہتے ہیں کہ خمس کی تقسیم کے لئے کوئی خاص معیار چھ، پانچ، تین یا چار کا نہیں۔ بلکہ اس کی تقسیم امام وقت کے اختیار میں دے دی گئی ہے وہ جیسے مناسب سمجھے تقسیم کرے۔ چنانچہ ان کے متعلق حسب ذیل الفاظ کا مضمون کتب اہل سنت میں منقول ہے۔

"وعندمالك الامرفى الخمس مفوض الى اجتها دالامام أن راى قسمه بين الاصناف الخمسة عندالشافعى وان راى اعطى بعضهم دون وان راى غيرهم اولى واهم فذلك"۔ [1]

کہ امام مالکؒ کے نزدیک خمس میں "تقسیم کا" معاملہ امام وقت کے اجتہاد کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر وہ مناسب سمجھے تو ان پانچ قسموں میں تقسیم کرے جو امام شافعیؒ کے ہاں اس کے لئے ہیں اور اگر مناسب سمجھے تو بعض کو دے اور بعض کو ترک کردے اور اگر دیکھے کہ ان کے علاوہ کوئی دوسری صورت خمس کے مصرف کے لئے زیادہ بہتر اور اہمیت والی ہے تو اس کو اختیار کرے۔

[1] تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری :ج1:ص5: تفسیر ابو السعود العمادی :ج4:ص233- تفسیر کشاف :ج2:ص126

چہارم: عبداللہ بن عباس کا ایک قول:

سابقاً نقل ہو چکا کہ خمس کو چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ اللہ اور رسولؐ کا حصہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ایک حصہ ذوی القربیٰ کا اور تین دیگر اصناف مذکورہ "یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے حصے تھے"۔

پنجم: عبداللہ بن عباس کا قول ثانی اور ابو العالیہ ریاحی وغیرہ کا قول:

اسی طرح سابقاً نقل ہو چکا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خمس بقول ابن عباس چھ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے خمس کو تین حصوں پر جاری کیا اور حضرت عمرؓ وغیرہ نے حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء کی۔

ابو العالیہ ریاحی اور ربیع نے بھی خمس کو چھ پر تقسیم کرنا ہی صحیح قرار دیا ہے۔

" روی ایضا عن ابی العالیه والربیع انه یقسم علی ستة اسهم الا انهما قالا سهم الله للکعبة والباقی لمن ذکره الله "۔[1]

ابو العالیہ اور ربیع کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے کہا خمس کو چھ پر تقسیم کیا جائے گا مگر ان دونوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ کعبۃ اللہ کے لئے ہو گا اور باقی پانچ حصے ان کے لئے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے۔

[1] تفسیر مجمع البیان :ج2:ص544

"وقال ابوالعالیة وهو رجل من صالحی التابعین یقسم ستة اقسام فسهم الله للکعبة والباقی لمن ذکر بعد ذلك "۔[1]

جناب ابو العالیہ نے کہا ہے اور وہ تابعین میں سے ایک صالح مرد تھا کہ خمس کو چھ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حصہ کعبہ کے لئے ہوگا اور باقی ان کے لئے جو قرآن میں مذکورہ ہیں۔

" والقول الثانی وهوقول ابی العالیة ان خمس الغنیمة یقسم علی ستة اقسام فواحد منها لله وواحد لرسول الله والثالث لذوی القربیٰ والثلثة الباقیة للیتامیٰ والمساکین وابناءالسبیل قالو اوالدلیل علیه انه تعالیٰ جعل خمس الغنیمة لله ثم للطوائف الخمسة ثم القائلون بهذاالقول منهم من قال یصرف سهم الله الی الرسول ومنهم من قال یصرف الی عبارة الکعبة وقال بعضهم انه علیه السلام کان یضرب یده فی هذا الخمس فما قبض علیه من شئی جعله للکعبة وهوالذی سمی لله تعالیٰ "۔

(تفسیر کبیر للفخرالرازی: ج4: ص368)

دوسرا قول جو ابو العالیہ کا ہے وہ یہ ہے کہ غنیمت کا خمس چھ حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک ان میں سے اللہ تعالیٰ کے لئے اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کے لئے اور تیسرا ذوی القربیٰ کے لئے اور باقی تین حصے یتامیٰ، مساکین اور مسافرین کے لئے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ اس

[1] تفسیر البیان :ج1:ص797

تقسیم کی حقانیت پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غنیمت کے خمس کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور پانچ دیگر فریقوں کے لئے قرار دیا ہے۔

پھر اس کے قائلین میں سے بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ رسول اللہ ﷺ کو ہی عطا کیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ رسول اللہؐ اپنا ہاتھ اس خمس میں مارا کرتے تھے جس قدر مال آپ کے دست مبارک میں آجاتا تھا اسے کعبہ کے لئے مخصوص کر دیتے تھے اور یہی وہ حصہ ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ کا حصہ قرار دیا گیا۔

"وتعلق ابوالعالية بظاهر الاٰية الكريمة فقال يقسم ستة اسهم وسهم الله تعالىٰ الى رتاج الكعبة لما روى انه عليه الصلواة والسلام كان ياخذ معه قبضة فيجعلها لمصالح الكعبة ثم يقسم مابقى على خمسة اسهم وقيل سهم لله لبيت المال وقيل هو مضموم الى سهم الرسول عليه الصلوٰة والسلام"۔ (تفسیر ابوسعود العمادی: ج4: ص233)

(1) ابوالعالیہ نے آیت کریمہ کے ظاہر کو بنیاد بنا کر کہا ہے کہ خمس چھ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا حصہ کعبہ کے بڑے دروازے کے لئے ہے

اس روایت کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (مال غنیمت سے) ایک مٹھی بھر" مالِ خمس میں سے " اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے اور اسے کعبہ کی ضروریات پر خرچ کرتے تھے پھر جو باقی رہتا تھا اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے

(2) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ بیت المال کے لئے ہوتا ہے۔

(3) یہ بھی کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ رسول اللہ ﷺ کے حصہ کیساتھ ملا دیا جاتا ہے " اور یہ حصہ بھی رسول خدا ﷺ کا ہی ہوتا ہے "۔

خمس کی تقسیم کا چارٹ فقہ جعفری اور آئمہ اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں

فقہ جعفری	فقہ حنفی	فقہ مالکی	فقہ حنبلی	فقہ شافعی
فقہ جعفری کی رو سے خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائیگا	فقہ حنفی کی رو سے خمس تین حصوں میں تقسیم ہو گا	فقہ مالکی کی رو سے امام کی صوابدید پر ہے جتنے حصوں میں تقسیم کرے	فقہ حنبلی کی رو سے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائیگا	فقہ شافعی کی رو سے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائیگا
1۔اللہ کا حصہ	1۔ایتام 2۔مساکین 3۔فقراء		1۔اللہ تعالیٰ 2۔رسول اکرم کا ایک حصہ ہو گا	اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم کا ایک حصہ ہو گا
2۔رسول اکرم ﷺ				
2۔ذی القربیٰ (ذی القربیٰ سے مراد			3۔ذوی	4۔ذوی القربیٰ

رسول اللہؐ کے معصوم جانشین ہیں اور اللہ کا حصہ رسول اللہؐ کا حصہ اس دور میں امام غائب کیلئے ہے)			القربیٰ	
ایتام	ایتام		ایتام	ایتام
مساکین	مساکین		مساکین	مساکین
ابن السبیل (یہ تینوں حصے بنی ہاشم اور اولاد رسول ﷺ کیلئے ہیں)	ابن السبیل		ابن السبیل	ابن السبیل

باب چودہ

انفال اور فئی کے مصادیق اور ان اموال سے متعلق احکام و قوانین

انفال اور فیئ کے احکام

اسلامی مالیات میں فریضہ خمس کے ساتھ ساتھ مال انفال اور مال فیئ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے لہٰذا ہم نے مناسب جانا کہ خمس کی بحث تمام کرنے کے بعد انفال اور فیئ کے متعلق بھی بیان کر دیا جائے سابقہ بحثوں کی طرح اس بحث کو بھی ہم نے قوانین کی صورت میں بیان کیا ہے اور ساتھ ہی قوانین کے بارے میں قرآنی و حدیثی حوالہ جات دیئے ہیں ، شیعہ فقہاء کے نظریات کے ساتھ ساتھ اہل سنت فقہاء کے نظریات کو بھی بیان کیا ہے۔

قانون : مال انفال اور فیئ رسول اللہ کی ملکیت ہیں اور ان کے بعد آئمہ اہل بیتؑ کے لئے یہ اموال مخصوص ہیں اور آج کے دور میں ان اموال کا تعلق حضرت امام مہدیؑ جو حضور پاکؐ کے بارھویں وصی ہیں اور پردہ غیبت میں ہیں ان کے لئے خاص ہے اور انکی غیبت کے دوران ان کا اختیار ان کے عمومی نائبین (جامع الشرائط مجتھد) کے پاس ہے۔

تعریفات

انفال:

لغوی معنی: انفال، نفل کی جمع ہے اور نفل لغت میں اصل پر کسی چیز کے اضافے کو کہتے ہیں۔اسی لئے مستحب نمازوں کو نافلہ یا نوافل کہا جاتا ہے کیونکہ وہ فرض نمازوں کے علاوہ اضافی ثواب کی خاطر ہوتی ہیں۔[1]

اصطلاحی معنی: اصطلاح میں انفال ان اموال کو کہا جاتا ہے جو امام کے لئے اس کے منصب امامت کی وجہ سے مختص ہیں جس طرح یہ اموال نبیؐ کے لئے منصب نبوت کی وجہ سے خاص تھے۔[2]

فیئی:

لغوی معنی: فیئی لغت میں رجوع کو کہتے ہیں، اسی لئے جب سایہ سورج کے زوال کے بعد مغرب سے مشرق کی طرف پلٹتا ہے تو اسکو فیئی کہا جاتا ہے۔[3]

اصطلاحی معنی: اصطلاح میں ان اموال کو کہا جاتا ہے جو بغیر جنگ اور غلبہ کے مسلمان لشکر کے ہاتھ لگیں۔[4]

---

1 التحقیق فی کلمات قرآن کریم ج۱۲، ص۲۱۰
2 تفصیل الشریعۃ فی شرح تحریر الوسیلہ ج۱۰، ص۲۹۱
3 مجمع البحرین ج۳، ص۱۳۲۵
4 مجمع البحرین ج۳، ص۱۹۱۱

قرآنی مستند:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (سورۃ انفال: 1)

یہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ انفال سب اللہ اور رسول کے لئے ہیں۔

وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رَكَابٍ وَلَكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورۃ الحشر: 6)

اور خدا نے جو کچھ ان کی طرف سے مال فئی اپنے رسول کے لئے دلوایا ہے جس کے لئے تم نے گھوڑے یا اونٹ کے ذریعہ کوئی دوڑ دھوپ نہیں کی ہے لیکن اللہ اپنے رسولوں کو غلبہ عنایت کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ: اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسولؐ، رسولؐ کے قرابت دار، ایتام، مساکین اور مسافرانِ غربت زدہ کے لئے

1الانفال ۴۱

ہے اگر تمہارا ایمان اللہ پر ہے اور اس نصرت پر ہے جو ہم نے اپنے بندے پر حق و باطل کے فیصلہ کے دن جب دو جماعتیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں نازل کی تھی اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اس آیت میں وہ لوگ مخاطب ہیں جو جنگ بدر میں پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ تھے، جانفشانی کی، قربانی دی، اور کامیابی حاصل کی وہ لوگ اہل نماز تھے، جہاد میں شامل، شہادت کے عاشق، پیغمبر اکرم ﷺ کی امید ہے۔ ان کو اللہ نے خطاب کیا ہے اور بدر کے مجاہدو، اگر خدااور پیغمبر اکرمؐ اور قرآن پر ایمان لا چکے ہو تو تم لوگ اب غنائم خمس سے ادا کرو، خدا پر ایمان کی شرط نماز و جہاد کے علاوہ ایک مالی واجب یعنی خمس ادا کرنا بھی ہے۔

غنیمت کا معنی:

غنیمت اور غرامت یہ دو لفظ قرآن مجید میں چھ بار آئے ہیں، جس طرح غرامت ہر قسم کے مالی نقصان کو شامل ہے اس طرح غنیمت تنہا جنگی آمدنی سے نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی منفعت کو شامل ہے۔

عربی لغات کی معتبر کتابیں لسان العرب، تاج العروس، قاموس، اور اہل سنت کے نامور مفسرین جیسے قرطبیؒ، فخر رازی ،آلوسی ، نے بھی غنیمت کا معنی عمومی لیا ہے۔ اس طرح مفردات راغب میں آیا ہے اور وہ مال جو انسان حاصل کرتا ہے اسے غنیمت کہا جاتا ہے قرآن مجید میں بھی غیر جنگی غنائم پر فقط غنیمت کا استعمال ہوا ہے "۔۔۔۔"سورۃ نساء: ۹۴، امیر المومنینؑ فرماتے ہیں "من لحق غنم" [1]

جو شخص اسلام کے دستورِ احکام کے مطابق عمل کرتا ہے تو اپنا مقصود پاتا ہے اور فائدہ حاصل کرتا ہے۔

شیعہ روایات میں غنیمت کا معنی:

شیعہ روایات کے مطابق غنیمت اس آیت میں کسب و کار اور تجارت کے ذریعہ حاصل شدہ درآمد کو شامل ہے، جنگ بدر میں اس آیت کا نزول اس بات پر دلیل نہیں کہ خمس فقط جنگی غنائم سے لینا فرض ہو اور اس جگہ اگر جنگی غنائم مراد لیا گیا ہو تو اس میں خمس کے موارد سے

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۰۔

ایک مورد ہے جو جنگی غنیمت ہے اسے بیان کیا گیا ہے دوسرے موارد خمس روایات میں بیان ہوئے ہیں۔

خمس کی اہمیت:

روایات میں خمس کی بہت اہمیت بیان ہوئی ہے ان روایات میں آیا ہے جو شخص اپنے مال کا خمس نہ دے اس کا مال اس کے لئے حلال نہیں ہے اور ایسے لباس میں نماز پڑھنا جس کا خمس ادا نہیں کیا گیا تو وہ نماز صحیح نہیں ہے تفصیل کے لئے مراجع تقلید کی توضیح المسائل اور مؤلف کی کتاب صحیفہ خمس اور استاد العلماء سید گلاب علی شاہ مرحوم کی کتاب تبیان الخمس دیکھیں۔

خمس کا ادا کرنا واجب ہے اگر آمدنی اور غنائم کم ہی کیوں نہ ہوں "وغنمتم من شیء"[1]

جنگجو مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ جنگی غنائم کا خمس ادا کریں[2]

انما غنمتم من شیء فان للہ خمسه

ما غنمتم کے لئے مورد نظر مصادیق ہے کہ یہ جنگ کی آیات میں حکم آیا ہے جو اموال دشمن سے لئے جائیں گے ان کو جنگی غنائم بولا جائے گا۔

1تفسیر نور تالیف آقائ محسن قرآئتی
2تفسیر راہنماج٦،سورۃ انفال آیت ۴۱

مالی فوائد پر خمس:

ضروری ہے کہ تمام مالی فوائد جو انسان حاصل کرتا ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس کا خمس دیا جائے اس لئے فرمایا؛ واعلموا انما غنمتم من شیء فان فیه خمسه،

غنم کا معنی:

غنم غنمتم کا مصدر ہے جس کا معنی فائدہ حاصل کرنا ہے۔

راغب نے مفردات القرآن میں بیان کیا ہے غنم بھیڑ بکریوں کو حاصل کرنے کے معنی میں آیا ہے پھر اسے ہر اس چیز پر جسے انسان حاصل کرتا ہے استعمال کیا گیا ہے چاہے وہ دشمنوں سے جنگ کے وسیلہ سے حاصل ہو یا دوسرے طریقہ سے حاصل ہو" من شیء"، یہ بیان اور توضیح ہے "ما" کے لئے جو موصولہ ہے، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو فائدہ بھی حاصل ہو چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس سے خمس ادا کرنا چاہیے۔[1]

1 ۳۹۲۔۳۹۳، ج٦،تالیف اکبر ہاشمی رفسنجانی

تفسیر المیزان میں انفال کے بارے میں بیان

آیت کے معنی اور اسکی موقعیت کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف کئی حوالوں سے کیا گیا ہے
۔

معنی کے حوالے "یسلونك عن الانفال" یہ بات اہل بیتؑ کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے آیت اس طرح پڑھی ہے

کچھ اور لوگ جیسے عبداللہؓ بن مسعود، سعدؓ بن ابی وقاص، طلحہؓ بن مصرف انہوں نے بھی اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے

"یسلونك عن الانفال" پڑھتے ہیں اس میں کہا گیا ہے کہ "عن" زائدہ ہے جو مشہور قرأت ہے۔

کچھ دوسری قرأت شاذہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عن مقدرہ (پوشیدہ) ہے یہ کہ انفال سے مراد جنگی غنائم ہیں اور انفال میں "لام معہودہ" ہے اور اس جگہ جنگ بدر کے مراد لیے گئے ہیں اور یہ کہ انفال سے مراد مال فئی ہے جو اللہ، اللہ کے رسولؐ اور امامؑ کیلئے ہیں اور یہ کہ انفال والی آیت، خمس والی آیت سے منسوخ ہو گئی ہے یا کہ یہ آیت محکمہ ہے۔ (اور منسوخ نہیں)

اس بارے میں بہت زیادہ بحث و مباحثہ ہوا ہے جسے بڑی تفاسیر میں رجوع کرکے دیکھا جاسکتا ہے جیسے تفسیر رازیؒ، تفسیر آلوسیؒ وغیرہ،

جو بات اس جگہ کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم ایسی بات آیت کے سیاق (انداز بیان) کو سامنے رکھ کرنہیں کہہ سکتے جس کی طرف آیت میں اشارہ ہوا ہے کہ ان لوگوں میں انفال کے معنی میں جھگڑا ہوا "یسئلونك" وہ سب لوگ تجھ سے سوال کرتے ہیں، یہ سوال ان کے درمیان جو اختلاف انفال کے معنی میں ہوااس بارے میں سوال کرتے ہیں۔

بعض نے بعض دوسروں کے ساتھ اس کے معنی کے بارے میں جھگڑا کیا ہر ایک نے ایک موقف اپنایا کوئی بھی دوسرے کی رائے کو قبول نہیں کرتا تھا، ہر گروہ سمجھتا تھا کہ اسکی رائے درست ہےاور لازمی امر ہے کہ یہ سوال انہی لوگوں کی طرف سے رسول اللہؐ کے پاس آیا کہ انہوں نے انفال کے متعلق رسول اللہؐ سے رجوع کیا اور انفال کا حکم دریافت کیا تاکہ ان کے جواب کے ذریعہ جو اختلاف رونما ہوچکا تھا اسکا خاتمہ ہو جائے یہ مطلب ایسا ہے جس کی تائید آیت کی مشہور قرأت سے ہوتا ہے "یسئلونك عن الانفال" اگر سوال کو لفظ عن سے متعدی قرار دیا جائے تو اس کا معنی حکم اور خبر معلوم کرنے کے بارے میں سوال ہے اگر سوال کو متعدی بنفسہ استعمال کریں تو یہ استعطاف (ہمدری طلب کرنا) کے معنی میں ہوگا جو اس موقعیت کے اعتبار سے مناسب نہیں ہے پہلا معنی ہی مناسب ہے۔

انفال کا معنی اور حکم:

دوسری بحث انفال کے معنی کے لحاظ سے ہے یہ اگرچہ غنیمت اور فیئ سب کو شامل ہے لیکن آیت کا مورد بتا رہا ہے اس میں انفال سے مراد جنگی غنائم ہی ہیں اس سے مراد بدر کے ہی جنگی غنائم مراد ہوں تو اس تخصیص کی ضرورت نہیں کیونکہ انہوں نے آپس میں جو جھگڑا اور اختلاف کیا تو وہ اختلاف اس حوالے سے نہ تھا کہ یہ غنائم بدر کی جنگ میں ملے ہیں بلکہ انکا اختلاف اس حوالے سے تھا کہ یہ ایک دینی جہاد تھا جو دین دشمنوں کے خلاف تھا اور اس کے نتیجہ میں جو غنائم ملے ہیں وہ کس کیلئے ہیں اختلاف جنگی غنائم کے بارے میں تھا اسکو جنگ بدر کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

آیت کو اس کے مواد کی مناسبت سے اسکا جنگی غنیمت کے ساتھ مختص ہونے کا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ اس کے بارے میں جو حکم ہے وہ بھی خاص ہو جائے کیونکہ مورد سبب نہیں بنتا کہ حکم بھی اسی مورد کیلئے خاص ہو کر رہ جائے۔

لہٰذا آیت کا حکم مطلق ہے ہر وہ جسے نفل کہا جاتا ہے وہ اپنی جگہ پر لیکن اس آیت میں یہ حکم بیاں کیا گیا ہے کہ سارے انفال اللہ کیلئے اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں انفال میں اللہ اور اللہ رسولؐ کے علاوہ کوئی اور مومنین سے شریک نہیں اس میں فرق نہیں کہ اس مال کا تعلق غنیمت سے ہو یا فیئ سے ہو، اللہ تعالی کے اس فرمان کا ظاہر یہ ہے "قل الانفال للہ و الرسول ﷺ" ان سے کہہ دیجئے کہ انفال اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے خاص ہیں اس فرمان میں اس جملہ کے بعد اللہ نے انہیں وعظ و نصیحت کی ہے اور انہیں ایمان پر ابھارا ہے

اللہ تعالی نے انکے جھگڑے کو انفال کی ملکیت کے بارے میں قانون سازی کے ذریعے حل کر دیا ہے کہ انفال اللہ کا ملک ہے اور اللہ کے رسول کیلیئے ہے انفال کو ان لوگوں کی ملکیت سے علیحدہ کر دیا جس کے متعلق ان کے درمیان جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ ایک گروہ کہتا تھا کہ انفال اسکا ملک ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ ایسا نہیں بلکہ یہ اسکا ملک ہے یا یہ کہتے تھے کچھ حصہ ایک گروہ کا ہے اور کچھ حصہ دوسرے گروہ کا ہے جبکہ دوسرا گروہ اسکا انکاری تھا اللہ تعالی نے فیصلہ دے دیا کہ ان کیلیئے اسکی ملکیت کا عنوان چھین لیا گیا ہے وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ مال انکا ملک ہے وہ اس کے بعد اس بات میں جھگڑا کر رہے تھے کہ اس مال سے کس گروہ کا کتنا ہے اور کسی گروہ کا کوئی حصہ اس میں نہیں ہے،اللہ نے فیصلہ دے دیا کہ یہ مال اصل میں تمہاری ملکیت میں نہیں ہے یہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت میں ہے لہٰذا وہ جھگڑا ختم کر دیں۔

وہ جو بات کہتے تھے وہ یہ تھی کہ جنگجو جو کچھ غنیمت سے لے لیں گے وہ انکی ملکیت میں ہوگا اور اس پر انکا اجماع تھا البتہ یہ بات تفسیر سے متعلق نہیں بلکہ اس کے بارے میں فقہ میں بحث ہونی چاہئے کہ جنگی غنیمت کس کیلیئے ہے،اس بحث سے اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ انکا انفال کے بارے جو جھگڑا ہوا تو یہ سابقہ روایت کے تحت تھا کہ غنیمت جنگجوؤں کیلیئے ہوتی تھی یا جو اس کے ہم معنی ہوتے تھے لیکن اس کے بارے میں حکم اجمالی تھا تفصیل کے بارے میں وہ آگاہ نہ تھے للذا اس میں جھگڑا ہو گیا ہر ایک نے اسے لینے کا ارادہ کر لیا قرآنی آیات اس بات کی تائید کرتی ہیں۔

انفال کے حکم کی وضاحت:

سورہ میں آیات کا باہمی ارتباط اور اس میں بدر کے واقعہ کے بارے میں صراحت اس بات کو بیان کرتی ہے کہ یہ سورہ بدر میں نازل ہوئی یا جنگ بدر کے تھوڑے عرصہ بعد نازل ہوئی اسی حوالے سے ابن عباس سے یہ بات نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے اس سورہ کو سورہ بدر کا نام دیا ہے اس سورہ کی پانچ آیات میں غنیمت کے موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔

ا۔"یسلونك عن الانفال قل الانفال لله و الرسول"

وہ لوگ آپ سے انفال کے متعلق سوال کرتے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے کہ انفال اللہ کیلئے اور اللہ کے رسولؑ کے لئے ہیں ۲۔اللہ تعالی کا قانون ہے "واعلموا انما غنمتم من شئیً فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتامی و المساکین و ابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ و ما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علی کل شئیً قدیر"اور تم سب یہ بات جان لو کہ یہ بات اٹل ہے کہ جو کچھ تم غنیمت میں پاتے ہو تو بتحقیق اللہ کے لئے اس کا خمس ہے، اللہ کے رسولؑ کیلئے ہے ذی القربی کیلئے ہے اور یتامی، مساکین اور ابن سبیل کیلئے خمس ہے (یہ بات اس حوالے سے کہی جارہی ہے کہ) اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور جو کچھ ہم نے اپنے عبد پر یوم فرقان (جنگ بدر کے دن) میں اتارا جس پر دونوں گروہوں میں مڈ بھیڑ ہوئی اور اللہ تو ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۳۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

کسی نبی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ قیدی بنا کر رکھے جب تک زمین میں جہاد کی سختیوں کا سامنا نہ کرے۔ تم لوگ تو صرف مال دنیا چاہتے ہو جب کہ اللہ آخرت چاہتا ہے اور وہی صاحبِ عزّت و حکمت ہے۔

۴۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

اگر خدا کی طرف سے پہلے فیصلہ نہ ہوچکا ہوتا تو تم لوگوں نے جو فدیہ لے لیا تھا اس پر عذابِ عظیم نازل ہوجاتا۔

۵۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

پس اب جو مالِ غنیمت حاصل کرلیا ہے اسے کھاؤ کہ وہ حلال اور پاکیزہ ہے اور تقویٰ الٰہی اختیار کرو کہ اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

دوسری آیت کا مضمون بتا رہا ہے یہ پہلی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے اور بعد والی ساری آیات اسی ترتیب سے ہیں کیونکہ ان میں یہ آیا ہے کہ ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان، تو یہ آیت واقعہ کے رونما ہونے کے بعد اتری ہے۔

انفال کے اموال کے بارے میں حکم:

پھر بعد والی آیات کا مضمون اس بات پر دلیل ہے کہ لوگوں نے رسول اللہؐ سے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی اور معذرت سے سوال کیا کہ وہ انکو قتل نہ کریں ان سے فدیہ لے لیں ان لوگوں کی اس خواہش پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے پھر یہ جواز کہ وہ اس سے کھائیں جو کچھ انہوں نے غنیمت کے طور پر لے لیا ہے ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ لوگ (جنگجو، مجاہدین) اس مال کے مالک ہیں جو انہیں غنیمت میں ہاتھ لگا وہ انکا ہے، انفال کے بارے میں ان کے دل میں یہ خیال آیا تو اس بارے میں ابہام پیدا ہو گیا کہ جو لوگ اس واقعہ میں موجود تھے وہ سب اسکے مالک ہیں یا فقط جنگ لڑنے والوں کیلئے یہ مال ہے ان کیلئے نہیں جنہوں نے نے باقاعدہ جنگ میں حصہ نہیں لیا پھر کیا وہ جنگجو اس میں برابری کی بنیاد پر مالک ہیں، سب میں مال مساوی تقسیم ہوگا یا اس میں مراتب ہوں گے کسی کیلئے کم اور کسی کیلئے زیادہ گھوڑ سواروں کو پیادہ سے زیادہ ملے گا یا اسی طرح کے اور عناوین اور یہ امر ان کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کا سبب بنا وہ آپس میں جھگڑ پڑے تو وہ سب اس امر کو رسول اللہؐ کے پاس لے گئے تو یہ پہلی آیت نازل ہوئی۔"قل الانفال لله والرسول فاتقوا الله واصلحوا ذات بینکم"۔پر کہہ دیجئے کہ انفال اللہ کا ملک ہے اور اللہ کے رسولؐ کیلئے ہے۔ پس تم اللہ کا تقوی اختیار کرو اور آپس میں صلح صفائی کے ساتھ رہو (آپس میں جھگڑا مت کرو)

اس آیت میں انکے خیال کو غلط قرار دیا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ لوگ انفال کے مالک ہیں کہ انہوں نے اللہ کے اس قول سے اس مطلب کو اخذ کیا کہ (فکلوا مما غنمتم) پس تم

سب کھالو جو تم نے غنیمت میں پایا ہے اس آیت میں اس بات کو واضح کر دیا کہ انفال اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لئے خاص ہیں اور اللہ تعالی نے ان لوگوں کو جھگڑے سے منع کر دیا جب انکا جھگڑا ختم ہو گیا تو پھر اسے رسولؐ کے اختیار میں دے دیا اور انہوں نے اس مال کو تمام اصحاب میں مساوی تقسیم کر دیا اور کچھ اصحاب جو واقعہ میں شریک نہ تھے انکے لئے انکا حصہ علیحدہ کر دیا۔

جنگجو کو ان پر مقدم نہیں کیا جو جنگ میں شریک نہ تھے اور نہ ہی سواروں کو پیدل پر ترجیح دی

اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی "و اعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسه "اور جان لو کہ جو کچھ تم نے غنیمت سے حاصل کر لیا ہے تو اس میں سے اللہ کیلئے اللہ کے رسولؐ کیلئے اور ذی القربی کیلئے خمس ہے تھوڑے وقفہ سے نبیؐ نے جو حصے ان کیلئے دیئے تھے ان سے خمس کو لے لیا اور باقی چار حصے انکے لئے باقی رہ گئے انفال سے جو آیات مربوط ہیں جب ان کو ایک دوسرے سے ملا کر پڑھیں تو ان کا خلاصہ اس طرح نکلتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا قول "یسلونك عن الانفال" وہ لوگ آپ سے انفال کے متعلق سوال کرتے ہیں

رسول اللہ ﷺ کا سائلین کے لئے جواب:

انداز بیان کے قرائن کو ملانے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے جنگی غنائم کے بارے میں حکم دریافت کیا جبکہ اس سوال سے پہلے وہ خیال کر چکے تھے کہ وہ لوگ مال غنیمت کے مالک ہیں اور ان کا اختلاف اس کے بارے میں ہوا کہ جس کے وہ مالک ہیں کہ وہ مال کس کیلئے کتنی مقدار میں ہے وہ اس مال کو آپس میں کیسے تقسیم کریں اور کس گروہ کو کتنا ملے گا اس حوالے سے ان کے درمیان جھگڑا تھا۔

اس کا جواب دیا گیا "قل الانفال للہ والرسول" کہہ دیجئے کہ انفال اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت ہیں یہ انکے سوال کا جواب ہے جو وہ خیال کر رہے تھے کہ جنگی غنائم کے وہ مالک ہیں پس اس جواب سے واضح ہو گیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول اس کے مالک ہیں وہ جیسا چاہئیں اس میں تصرف کریں کسی اور کیلئے اس بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت نسخ نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی اور آیت کے حکم کو نسخ کر رہی ہے اس آیت کے آخر میں ہے "فکلوا مما غنمتم "تم کھاؤ اس سے جو تم غنیمت سے ملا ہے آخر آیت تک اسکا معنی تفسیر سے واضح ہو گا اللہ تعالی کا فرمان (کلوا) تم سب کھاؤ، یہ غنیمت کے مالک ہونے سے کنایہ نہیں بلکہ معنی یہ ہے اس مال میں تصرف کر سکتے ہو اس سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو کہ تم نبی اکرم ﷺ کی تقسیم کے ذریعہ اس حصہ کے مالک بنے، اللہ کے اس قول سے ظاہر ہوتا "واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسه وللرسول ولذی القربی "تو یہ

آیت ناسخ نہیں کیونکہ پہلے یہ بیاں ہے کہ قل الانفال للہ وللرسول (انفال اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہیں اس کے بعد اللہ کا یہ قول کہ "واعلموا انما غنمتم" تو یہ مجاہدین کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ جو مال غنیمت تمہارے حصہ میں نبی پاکؐ نے دیا ہے تو اس تمام کو مت کھاؤ بلکہ اس سے خمس کو نکالو کیونکہ "قل الانفال للہ وللرسول" کے بعد انفال انکی ملکیت نہیں بلکہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت ہے۔"الانفال للہ وللرسول" سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انفال اصل میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت ہیں اس میں اس حوالے سے کوئی بیان نہیں کہ اس میں تصرف کیسے کیا جائے اور کس طرح اس سے فائدہ اٹھائیں تو اس بات کو سمجھ لینے کے بعد "واعلموا انما غنمتم" پہلی سے مناقض نہیں کہ وہ اس کیلئے ناسخ ہو ان تین آیات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ انفال (جنگی غنائم) اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت ہیں۔اسکے بعد چار حصے مجاہدین کیلئے ہیں وہ اس سے کھائیں اور اپنے استعمال میں لائیں اور خمس اللہ، اللہ کے رسولؐ اور ذی القربی کیلئے ہے اور انکے علاوہ دوسرے اصناف یتامی، مساکین، ابن سبیل کیلئے ہے۔

اس بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غنائم کو انفال سے تعبیر کرنا جو کہ نفل کی جمع ہے جو اضافہ اور زیادہ کے معنی میں ہے جو اصل کے علاوہ ہو اس میں حکم کی حقیقت کا بیان ہے کہ اسکا موضوع عام ہے گویا کہ یوں کہا گیا کہ تم سے غنائم کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو یہ اضافات اور اصل کے علاوہ ہے جس کا لوگوں میں سے کوئی مالک نہیں ہے۔پس اگر ایسا ہے تو پھر ان اضافات کے بارے میں حکم واضح کیا گیا ہے کہ یہ اموال اللہ اور اللہ کے رسولؐ کیلئے ہیں

جس کالازمہ یہ ہے کہ اضافات کے مالک اللہ اور اللہ کے رسولؐ ہیں تو پھر اصل مال کے مالک بھی جو غنیمت ہے اللہ اور اللہ کے رسولؐ ہیں اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ الانفال میں الف لام عہد کا ہے دوسری میں (قل الانفال) الف لام استغراق اور عمومیت کا ہے کیونکہ آیت کے دوسرے حصہ میں یہ نہیں کہا کہ وھی للہ وللرسول بلکہ دوسری مرتبہ "الانفال" کو لیا گیا ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جگہ "الانفال"میں تمام انفال کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ قل الانفال للہ وللرسول"میں حکم عام ہے اور اپنے عموم سے غنیمت اور باقی سارے اموال کو شامل ہے جو عام لوگوں کی نظروں میں اضافی اموال شمار ہوتے ہیں جیسے ویران گھر، ویران بستیاں، پہاڑوں کی چوٹیاں، وادیوں کے پیٹ، بادشاہوں کے خصوصی اموال، ایسے اموال جنکا کوئی وارث نہیں لیکن الانفال جو غنائم جنگی کے معنی میں ہے تو وہ جنگ لڑنے والوں کیلئے ہے اس کی دلیل نبی اکرمؐ کا عمل ہے اس کے علاوہ باقی جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت میں رہتا ہے۔

یہ ان آیات میں دقت اور غور کرنے سے سمجھ نہیں آجاتا ہے۔

بڑی تفاسیر میں اس جگہ پر بہت سے اقوال ہیں جن کو اس جگہ لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مومنین کے لئے پانچ صفات کا انتخاب:

اللہ کا یہ قول" انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم " دو آیتوں کے آخر تک اور ان کے بعد ایسے مطلب کو بیان کیا گیا ہے کہ مومنین ایمان کی حقیقت کے ذریعہ ہی ممتاز ہیں وہ اچھے اور عمدہ اوصاف رکھتے ہیں انکے لئے بڑا ثواب ہے تاکہ جو اللہ کا قول" فاتقوا اللہ واصلحوا اذات بینکم" اس میں اللہ کا تقوی اور اصلاح ذات البین کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔اللہ تعالی نے مومنوں کیلیئے پانچ صفات کو بیان کیا ہے اپنے کلام میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کیلیئے جتنے اوصاف بیان کیئے ہیں ان میں سے پانچ کا انتخاب کیا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے جتنی صفات مومنوں کیلیئے بیان کی ہیں وہ زیادہ ہیں وہ سب کی سب مومنوں کے ایمان کا لازمہ ہیں اور منتخب صفات میں اگر غور کیا جائے اور ان میں دقت سے دیکھا جائے تو مومنوں کیلیئے اپنے آپ کو تقوی اور آپس کی اصلاح،اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کیلیئے آمادہ کرنا آسان ہو جائے گا وہ پانچ صفات اس طرح ہیں

ا۔اللہ کی یاد کے وقت دل میں خوف کی کیفیت کا موجود ہونا

۲۔اللہ کی آیات کو توجہ سے سننا اس سے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے

۳۔اللہ پر توکل

۴۔نماز کا قائم کرنا

۵۔جو اللہ نے دیا ہے اس سے انفاق کرنا

واضح ہے کہ پہلی تین صفات کا تعلق دل سے ہے اور آخری دو صفات کا تعلق اعضاء وجوارح سے ہے ان صفات میں ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے یہ ترتیب طبیعی ہے کیونکہ نور ایمان دل پر تدریجاً اپنے اثرات ڈالتا ہے،آہستہ آہستہ یہ نورانیت بڑھتی رہتی ہے اور چند در چند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ایمان کی حقیقت مکمل ہو جاتی ہے جب پہلا اشراق ہوتا ہے تو اس میں وجود ودل میں دھڑکا اور خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جیسے ہی وہ اللہ کا کو یاد کرتا ہے اللہ کے ذکر سے اس میں خوف کی کیفیت کا پیدا ہونا پہلا مرحلہ ہے اسے اللہ تعالی نے اس طرح بیان کیا ہے

"انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم" مومنوں کی تو یہ حالت ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ایمان میں پھیلاؤ آتا ہے وسعت آتی ہے اس میں نشو ونما ہوتی ہے اللہ کے وجود پر دلالت کرنے والی نشانیوں اور آیات میں غور و فکر کرنے میں وہ مصروف ہو جاتا ہے ایسی آیات جو معارف حقہ کے بارے میں راہنمائی کرتے ہیں وہ اس جانب متوجہ ہوتا ہے مومن جب بھی کسی شیئ کے بارے میں توجہ کرتا ہے اور اس کے متعلق سوچتا ہے تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس طرح اس کا ایمان مضبوط ہوتا جاتا ہے یہ سلسلہ اسی طرح بڑھتا رہتا ہے اور وہ یقین کی منزل پر پہنچ جاتا ہے اس مرحلہ کو اللہ تعالی نے اس طرح بیان کیا ہے "واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا" جب انکے لئے اللہ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے

توانکے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے یعنی ایمان اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ شخص اپنے رب کے مقام اور اپنی حقیقت کو سمجھنے لگتا ہے اس مرحلہ پر وہ حیثیت کو اپنی معرفت سے مطابقت دیتا ہے یہ مرحلہ ہوتا ہے کہ وہ جان لیتا ہے "الامر کله لله" کہ سب امر اللہ ہی کیلئے ہے وہ یکتا رب ہے جس کی طرف ہر شئے نے پلٹنا ہے پس انسان پر یہ بات حتمی اور لازم ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ ہی پر توکل کرے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے اس میں اللہ کو اپنا وکیل جانے اسکی پوری زندگی کے معاملات اللہ ہی کے سپرد ہیں وہی سب کو دیکھ رہا ہے اور اسی پر اعتماد ہے اس کی زندگی کے تمام معاملات میں اللہ ہی کے احکام اور فیصلہ جات نافذ ہونگے اسی کے قوانین چلیں گے۔ قانون اللہ کا ہوگا اور اُسی کے اوامر و نواہی کے مطابق چلے گا اس بارے میں اللہ کا قول ہے "وعلی ربهم یتوکلون" اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ پھر جب ایمان اپنے کمال کے ساتھ دل میں ٹھہر جاتا ہے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عبد اپنی عبودیت کی کیفیت سے اپنے رب کی طرف رجوع کرے وہ خود کو مقام عبدیت پر قرار دیتا ہے اور خضوع اور عاجزی میں اخلاص کا اظہار کرتا ہے یہ نماز کی صورت میں ہے نماز اللہ اور عبد کے درمیان کا معاملہ ہے۔

اور یہ کہ وہ معاشرہ کے کمتر لوگوں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنا ہے تاکہ معاشرہ میں عدم توازن کا خاتمہ ہو اور اللہ تعالی نے اسے جو مال دیا ہے، علم دیا ہے جو بھی اس کے پاس اللہ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں اس کی جو صلاحیت ہے وہ اس سے فقراء اور حاجت مندوں کیلئے دینے میں دریغ نہ کرے اس بات کو اللہ تعالی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

الذین یقیمون الصلوۃ و مما رزقنھم ینفقون" وہ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انکو رزق میں دیا ہے وہ اس سے خرچ کرتے ہیں

انفال والی آیات کی بحث کا نتیجہ :

جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اللہ کا قول "وزادتھم ایمانا" یہ اشارہ ہے کہ کیفیت کے لحاظ سے ایمان بڑھتا رہتا ہے اس میں اس ایمانی کیفیت کا کمال اور اس میں شدت اور بڑھاوا مراد ہے اس سے عددی کثرت مراد نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے خیال پیش کیا ہے اور اللہ کا یہ قول "اولیک ھم المومنون حقالھم درجات عند ربھم و مغفرۃ و رزق کریم"

یہ اللہ کا فیصلہ ہے ایمان جب مضبوط ہو جاتا ہے کامل ہو جاتا ہے اور مومن ان پانچ صفات کا مالک بن جاتا ہے جنکو اللہ نے بیان کیا ہے تو اس کے بعد ایسے مومنین کیلئے بڑا اجر ہے۔ بڑا مقام و ثواب ہے۔

"اولیک ھم المومنون حقا" یہی خاص ایمان والے اور سچے، حقیقی مومنین ہیں انکے لئے اللہ کی طرف سے بڑے درجات ہیں، انکے لئے مغفرت ہے اور عمدہ رزق ہے۔

حقیقی مومن کیلئے اللہ کا قول ہے "لھم درجات عند ربھم و مغفرۃ و رزق کریم" مغفرت سے مراد مومنوں کے گناہوں سے اللہ کا در گزر کرنا ہے معافی دینا ہے رزق کریم سے مراد حقیقت میں جو نعمتیں مومنوں کیلئے ہوں گی اللہ تعالی نے انہیں رزق کریم سے تعبیر کیا ہے

اللہ تعالی نے اپنے کلام میں رزق کریم اور نعمتوں سے جنت مراد لی ہے جیسے اللہ کا قول ہے "والذین امنوا و عملوا الصالحات لھم مغفرۃ و رزق کریم والذین سعوا فی ایاتنا معاجزین اولیك اصحاب الجحیم (الحج آیت نمبر ۱۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "لھم درجات عندربھم" سے مراد انکے رب کے ہاں قرب کے مراتب اور معنوی درجات ہیں کیونکہ جنت اللہ تعالی کے قرب کے مراتب سے ہے جو کچھ آیت میں ہے کہ یہ ان مومنوں کیلئے درجات و مراتب کو ثابت کررہی ہے سارے درجات سب کیلئے ہیں لیکن یہ سارے درجات سب کے لئے ثابت ہوں تو ایسا نہیں بلکہ ہر ایک کیلئے ایمان کے لوازمات سے ہے کہ ان کے واسطے ان درجات سے درجہ ملے گا کیونکہ ایمان کے مراتب مختلف ہیں ایمان کے درجات کے مطابق مراتب ملیں گے کچھ مومنوں کیلئے ایک درجہ ہوگا کسی کیلئے دو کسی کیلئے تین مراتب ہوں گے

اللہ کے اس قول سے اس بات کی تائید ہوتی ہے "یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتو العلم درجات" (المجادلہ آیت نمبر ۱۱)

اور اللہ کا قول" اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللہِ کَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللہِ وَمَاْوٰىہُ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ

ھم درجات عنداللہ واللہ بصیربما یعملون

کیا رضائے الہی کا اتباع کرنے والا اس کے جیسا ہوگا جو غضب الہی میں گرفتار ہو کہ اس کا انجام جہنّم ہے اور وہ بدترین منزل ہے (آل عمران ۱۶۳)

بیان ہو چکا کہ آیت میں بعض افراد کی تفسیر کہ اس میں جنت کے درجات اور مراتب مراد ہیں یہ بات صحیح نہیں ہے اس میں جو بات طے شدہ ہے وہ یہ ہے کہ ان درجات سے مراد قرب الہی کے درجات و مراتب ہیں اگرچہ یہ ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں۔

انفال اور گھر چھوڑنے کے حکم میں تشابہ:

اللہ کا یہ قول "كما اخرجك ربك من بيتك بالحق وان فريقا من المومنين لكارهون" اس کے بعد والی دو آیات کا سیاق اور انداز کہ اللہ کا قول (کمااخرجک) متعلق ہے اس بات سے جس پر اللہ کا قول "قل الانفال لله وللرسول" دلیل ہے اس جگہ جو بات کہی جارہی ہے وہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالی نے حکم دیا کہ انفال اللہ کیلئے ہیں اور اللہ کے رسولؐ کیلئے ہیں یہ فیصلہ بر حق ہے اگرچہ لوگوں کیلئے ناپسندیدہ ہی کیوں نہ ہو یہ اسی طرح ہے کہ جیسے اللہ تعالی نے آپ کو اپنے گھر سے نکلنے کا حکم دیا یہ بات بھی کچھ ناپسندیدہ تھی یہ ایک طے شدہ بات ہے اس پر انکے دین ورانکی دنیا کے مفاد ومنفعت کادار ومدار ہے جس سے وہ غافل ہیں، اور یہ بات کہی گئی ہے کہ یہ متعلق ہے اللہ کے اس قول کے (کہ يجادلونك في الحق) وہ حق بات کے بارے میں تجھ سے جھگڑتے ہیں اور یہ کہا گیا ہے اس میں عامل، حق کا معنی ہے اور اس کا مقدر اس طرح ہے یہ ذکر حق کی جانب سے ہے جس طرح تیرے رب نے آپکے گھر سے آپکو حق کیلئے (ایک مصلحت و مفاد کی خاطر) نکالا۔

رسول اللہ کو مدینہ سے باہر دشمن کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا یہ فیصلہ اللہ کا تھا اس فیصلہ سے کچھ لوگ ناخوش تھے جس طرح انفال کے بارے میں جب اللہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا تو اس سے بھی کچھ لوگ ناخوش رہے

یہ دو معنی جیسے آپ سمجھ سکتے ہیں آیت کے انداز و سیاق سے بعید و دور ہے کیونکہ حق باطل کے مقابل میں ہوتا ہے اور یہ ایک امر ثابت ہے جس پر اسکے مطلوبہ آثار مرتب ہوتے ہیں جو واقعی ہوتے ہیں ایک عمل جو کہ آپؐ کو گھر سے نکالنا ہے یہ حق اور مصلحت کے مطابق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ واقع امر میں یہی متعین واجب اور ضروری تھا کچھ نے کہا ہے اس سے مراد وحی ہے بعض نے کہا اس سے مراد جہاد ہے اس کے علاوہ معانی بھی بیان ہوئے ہیں لیکن یہ سب معانی سیاقِ آیت کے مطابق نہیں، اصل میں جدل کا معنی رسی کو مختلف دھاگوں سے ملا کر بنانا اور مضبوط کرنا ہوتا ہے جدیل بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں

یہ زمانہ جدیل ہے یعنی ایک دوسرے سے ملا ہوا اور جڑا ہوا ہے جدال کو جدال اس لئے کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی رائے پر ڈٹ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی کی رائے مضبوط ہے وہ اپنے مذہب سے ہٹ کر دوسرے کو قبول نہیں کر سکتا، اپنی رائے کو نہیں چھوڑتا

انفال اور گھر چھوڑنے کے متعلق آیات کا معنی:

ان دو آیتوں کا معنی اس طرح ہے کہ اللہ تعالی نے جو انفال کے بارے میں حکم دیا ہے وہ صحیح و برحق ہے اور اسی میں مصلحت و مفاد ہے اگرچہ یہ فیصلہ کچھ لوگوں کیلئے پسندیدہ نہیں ہے

بالکل اُسی طرح جیسے اللہ تعالی نے آپؐ کو اپنے گھر مدینہ سے نکالا تو یہ نکالا جانا بھی برحق تھا اور مفاد میں تھا جبکہ مومنوں کا ایک گروہ اسے ناپسند کرتا تھا (وہ چاہتے تھے کہ آپ مدینہ ہی میں موجود رہیں) یہ لوگ حق کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں جبکہ اجمالی طور پر انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ حق کیا ہے۔ صحیح فیصلہ کے بارے میں اجمالی علم انہیں ہو چکا تھا ان کی حالت ایسی ہے جیسا کہ ان کو موت کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہو اور وہ دیکھ رہے ہوں کہ ان کیلئے موت کے اسباب و وسائل آمادہ ہو چکے ہیں۔

بیان پر تبصرہ:۔

ہم نے تفسیر المیزان سے انفال سے متعلق تفصیلی بحث پیش کی ہے تاکہ شیعہ نقطہ نظر اس بارے میں واضح ہو جائے انفال سے مراد جنگی غنائم سے جو اضافی اموال ملتے ہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت ہیں تو خود جنگی غنائم بطریق اولی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت ہیں جب انفال، مال فیئی، مال غنیمت سب اللہ اور اللہ کے رسولؐ کیلئے ہیں تو پھر تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جنگی غنائم جب تمہارے درمیان تقسیم کر دیے جائیں تو پھر جو تمہارا حصہ ہے اس سے تم خمس نکالو اور باقی حصوں کو اپنے استعمال میں لے آؤ ہم نے بڑی تفصیل سے بیان کر دیا ہے کہ آیت خمس میں جنگی غنائم کا حکم بھی بیان ہوا ہے لیکن اس میں تمام قسم کی آمدنی سے جو کچھ انسان حاصل کرتا ہے اس سے بھی خمس دینا ہوتا ہے اس بارے میں تفصیلی بحث پہلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

انفال کے بارے میں آئمہ اہل بیتؑ اطہار کا بیان:

۱۔ عن زرارة ، عن ابی عبداللهؑ قال؛ قلت له؛ ما يقول الله؛ ﴿ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾۔ قال؛الأنفال لله وللرسول وهی كلّ أرض جلی أهلها من غير أن يحمل عليها بخيل ولا رجال ولا ركاب، فهی نفل الله وللرسولﷺ[1]

ترجمہ: زرارہ امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کرتا ہے کہ میں نے امامؑ سے یَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا انفال اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے لئے ہیں انفال سے مراد تمام وہ زمینیں ہیں جنہیں ان کے اہل نے کسی جنگ اور لشکر کشی کے بغیر چھوڑ دیا ہو پس یہ تمام اللہ اور اسکے رسولؐ کے لئے انفال ہیں۔

۲۔ عن محمد بن مسلم ، عن ابی عبدالله انه سمعه يقول؛ انّ الأنفال ماكان من أرض لم يكن فيها هراقة دم، أو قوم صولحوا وأعطوا بأيدهم، وما كان من أرض خربة۔ أو بطون أودية ، فهذا كلّه من الفئ والأنفال لله وللرسول، فما كان لله فهو للرسولﷺ يضعه حيث يحبّ[2]

ترجمہ: محمد بن مسلم کہتا ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادقؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انفال وہ اراضی ہیں جن پر کوئی جنگ اور خونریزی نہیں ہوئی یا ایسی اراضی جن کے رہنے والوں نے

1 التهذيب ج۴، ص۱۳۲،ح ۳۶۸، الوسائل ، ص۵۲۶، ابواب الانفال ب۱، ح۹
2 التهذيب ج۴، ص۱۳۲،ح ۳۶۸، الوسائل ، ص۵۲۶، ابواب الانفال ب۱، ح۱۰

صلح کی اور اپنے ہاتھوں سے وہ زمینیں مسلمانوں کو سونپ دیں اسی طرح کھنڈرات ،وادیاں، یہ تمام فیئ اور انفال کے مصادیق ہیں جو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہیں، پس جو کچھ اللہ کے لئے ہے وہ اسکے رسولؐ کے لئے ہے آپؐ اس میں جیسا چاہیں تصرف کر سکتے ہیں۔

۳۔ عن سماعة بن مهران قال؛ سألته عن الأنفال؟ فقال؛كلّ أرض خربة أو شی يكون للملوك فهو خاص للامام وليس للناس فيها سهم ، قال؛ ومنها البحرين لم يوجف عليها بخيل ولا ركاب۔[1]

ترجمہ: سماعہ بن مہران روایت کرتا ہے کہ میں نے معصوم سے انفال کے متعلق دریافت کیا تو امامؑ نے فرمایا؛ وہ تمام زمینیں جو کھنڈرات ہو چکی ہیں یا کسی کی ملکیت میں تھیں لیکن مالک چھوڑ کر چلے گئے ہیں وہ امام کے لئے خاص ہیں دیگر لوگوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور پھر فرمایا انہی زمینوں میں سے بحرین ہے کہ جس پر کوئی لشکر کشی نہیں ہوئی۔

۵۔ عن ابی الحسن موسیٰ عليه السلام ؛ قال ان الله لما فتح على نبيه فدك وماوالاهالم يوجف عليه بخيل ولا ركاب فانزل الله على نبيه ۔وآت ذالقربیٰ حقه، فلم يدر رسول من هم فراجع فی ذلك جبرائيل و راجع جبرائيل ايه، فاوحى الله اليه أن ادفع فدك الى فاطمه(الی ان قال)حدّ منها جبل احد وحد منها عريش مصد وحد منها سيف البحر وحد منها دومة الجندل وقيل له كل هذا قال نعم ان هذا كلمه مما لم يو جف اهله على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

1التهذيب ج۴، ص۱۳۲،ح ۳٦۸، الوسائل ، ص۵۲٦، ابو اب الانفال ب۱، ح۸

بخیل ولا رکاب محمد بن الحسن باسنادہ عن باسنادہ عن السیاری نحوہ الا انه ترک ذکر الحدود۔

ابو الحسن موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام سے بیان ہے آپؑ نے بیان کیا جب اللہ تعالیٰ نے فدک اور جو کچھ اسکے اطراف میں موجود تھا اسے اپنے نبی علیہ السلام کے لئے بغیر گھوڑے دوڑائے، سوار چڑھائے فتح میں دے دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام پر یہ آیت اتاری ہے؛ وآت ذا لقربیٰ حقه۔ اور قرابت داروں کو ان کا حق دے دیں تو رسول اللہؐ نے قرابت داروں کے بارے میں آگاہی لینے کے لئے جبرائیل سے دریافت کیا اور جبرائیل نے اللہ کی جانب سے یہ وحی پہنچائی کہ فدک جناب فاطمہ علیہا السلام کو دے دیں (اسی میں مزید فرمایا) اس کی ایک حد احد کا پہاڑ ہے اسکی ایک حد مصر کا عریش ہے، اور اسکی ایک حد سمندر کا ساحل ہے اور اسکی ایک حد دومتہ الجندل ہے۔ آپ کے لئے سوال ہوا کیا یہ سارا اس میں شامل ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا جی ہاں یہ سب ایسے علاقے ہیں جن کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ نہیں کی گھوڑوں اور سواروں کی چڑھائی نہیں ہوئی۔۔۔ محمد بن الحسن نے اپنی اسناد سے اور انہوں نے سیاری سے (راوی کا نام ہے) اسی مضمون کی روایت بیان کی ہے البتہ اس میں حدود اربعہ کو بیان نہیں کیا گیا۔

۱۰۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام انه سمعه یقول؛ ان الانفال ما کان من أرض لم یکن فیها هراقة الدم وقوم صولحوا واعطوا بایدیهم، وما کان من أرض خربة أو بطون أودیة فهو

کله من الفئ والانفال لله ولرسوله صلی الله علیه و آله لله فما کان لله فھو لرسوله صلی الله علیه و آله یضعه حیث یجب

حضرت ابو عبداللہؑ سے راوی نے اس بیان کو سنا ؛ تحقیق انفال ایسی سرزمین ہے جس میں خون نہیں بہایا گیا (جنگ نہیں ہوئی) ایسی قوم جس نے رسول اللہ ﷺ سے صلح کر لی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی زمین کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا اور وہ زمینیں جو ویران تھیں جو وادیوں کے پیٹ ہیں یہ سب کچھ فیئ اور انفال سے ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور جو اللہ کے رسول کے لئے ہے وہ اللہ کے رسول کے لئے ہے وہ اسے جہاں چاہیں مصرف میں لے آئیں

۱۱۔ عن ابی جعفر قال سمعت یقول الفئی والانفال ماکان من ارض لم یکن فیھا ھراقة الدماء وقوم صولحو و اعطو بایدیھم وماکان من ارض خربة او بطون اودیة فھو کله من الفئی فھذا لله ولرسوله فما کان لله فھو لرسوله یضعه حیث شاء وھو الامام بعد الرسول واما قوله : وما افاء الله علی رسوله منھم فما او جفتم علیه من خیل ولا رکاب قال الاتری ھوھذا فھذا بمنزلة المغنم وکان ابی یقول ذلك و لنا فیه غیر المسلمین سھم الرسول وسھم القربیٰ ونحن شرکاء الناس فیما بقی

ابو جعفرؑ سے ہے راوی یہ کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے یہ کہتے ہوئے سنا آپؑ نے فرمایا فیئ اور انفال ایسے اموال ہیں جن میں وہ زمینیں ہیں جن پر خون نہیں بہایا گیا (بغیر جنگ کے حاصل

ہونے والی زمینیں) ایسی زمینیں جو مالکوں نے رسول اللہ ﷺ سے صلح کرکے حوالے کر دی ہوں۔ جو ویران اور غیر آباد زمینیں ہیں، وادیوں کے پیٹ میں ہیں یہ سب کا سب فیئ سے ہے یہ اموال اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہیں، جہاں چاہیں وہ انہیں خرچ کریں اور رسول اللہ ﷺ کے بعد امامؑ کے لئے ہیں۔

بہر حال اللہ کا یہ قول ہے، وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما او جفتم علیہ من خیل ولا رکاب،،آپ کا بیان ہے تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ سب کچھ یہی ہے اور بہر حال اللہ کا یہ قول جو ہے تو یہ مغنم کی مانند ہے اور میرے بابا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لئے اس میں دو سھم (حصہ) ہیں، (اللہ کا سھم اور اللہ کے رسول ﷺ کا سھم جو کہ ایک ہی سھم بنتا ہے) رسول اللہ اور قربیٰ کا سھم جبکہ باقی حصوں میں ہم لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔

۱۲۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی الرجل یموت ولا وارث لہ ولا مولی قال، ھو من ھذہ الآیہ یسألونك عن الانفال

ابو عبداللہؑ سے ہے کہ ایک آدمی مر جاتا ہے اس کا کوئی وارث موجود نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکا کوئی غلام ہوتا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ مورد بھی اسی آیت کے حکم میں ہے؛ ویسئلونك عن الانفال، (یعنی جس کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ امام (حاکم شرع) کی ملکیت میں آجاتا ہے)

۱۳۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام اذا غزاقوم بغیر اذن الامام فغنمو کانت الغینمۃ کلھا للامام واذا غزوابامرالامام فغنمواکان للامام الخمس

ابو عبد اللہؑ سے روایت ہے کہ اگر ایک قوم امام کی اجازت کے بغیر جنگ کرے اور اگر غنیمت حاصل کر لیں تو وہ ساری غنیمت امامؑ کے لئے ہو گی اور جب امام کی اجازت سے جنگ کریں اور غنیمت حاصل کریں تو امام کے لئے خمس ہو گا۔

۱۴۔ علی بن الحسین المرتضٰی نے اپنے کتابچہ المحکم و المتشابہ میں اپنی اسناد سے نعمانی کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ علیؑ کا یہ بیان ہے آپؑ نے خمس کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کا ۱/۶ امام کے لئے ہے اس کے بعد فرمایا جو شخص مسلمانوں کے امور کو سنبھالے ہو گا (ولی امر المسلمین، حاکم شرع) تو اس کے لئے انفال میں جو رسول اللہؐ کے لئے تھے ۔اللہ عزوجل نے فرمایا؛ ویسئلونك عن الانفال قل لانفال لله ولرسول، لوگوں نے آپ سے انفال کے بارے میں سوال کیا تھا وہ چاہتے تھے کہ وہ ان کو اپنے لئے حاصل کر لیں تو اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب دیا جو بیان ہو چکا ہے اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے؛ فاتقو الله واصلحو ذات بينكم واطيعوالله ورسوله ان كنتم مومنين کہ تم اللہ کی اطاعت میں رہو اور تم ایسے اموال کا مطالبہ مت کرو جس کے تم مستحق نہیں ہو اور جو کچھ اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہے وہ سب کچھ امام کے لئے ہے اور امام کے لئے ایک اور حصہ فیئی سے بھی ہے فیئی کی تقسیم ہو گی اس طرح کہ اس کے دو حصے کئے جائیں گے ایک حصہ تو امام کے لئے مخصوص ہو گا اور اس پر سورۃ حشر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے؛ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔۔

تو کچھ بھی اللہ نے اہل قریہ کی طرف سے اپنے رسول کو دلوایا ہے وہ سب اللہ، رسولؐ اور رسولؐ کے قرابت داروں، ایتام، مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لئے ہے۔۔؛

فیئی اور انفال میں آنے والے اموال:

فیئی وہ آبادیاں (اموال) ہیں جو بغیر جنگ کے حاصل ہوئے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس میں انکی طرف پلٹنا تھا کہ جسے ان سے غصب کر لیا گیا ہو جو اصل میں ان کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ انی جاعل فی الارض خلیفه، تو زمین ساری حضرت آدمؑ کے لئے ہے پھر ان منتخب افراد کے لئے جنہیں اللہ نے مصطفیٰ بنایا اور انہیں معصوم قرار دیا اور وہی ساری زمین پر اللہ کی طرف سے خلیفہ رہے، جب ظالموں نے ان سے یہ حق غصب کر لیا اس حق کو ان سے چھین لیا جو حق اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لئے تھا، اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لئے یہ حق ان کے لئے قرار دیا یہ سلسلہ کافروں کے پاس آگیا ان کے ہاتھوں میں یہ سب کچھ بطور غصب پر آگیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو مبعوث فرمایا تو یہ حق ان کے لئے اور ان کے اوصیاء کے لئے واپس آگیا پس جو انہوں (کافروں) نے غصب کر رکھا تھا وہ ان کافروں سے جنگ کے ذریعہ واپس آگیا۔

انفال اور فیئ کے تحت آنے والے اموال:

1۔ایسی غیر آباد زمینیں جن کو آباد کئے بغیر فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا جیسے جنگلات، سیم زدہ علاقہ یا شور زدہ زمینیں، ویران علاقے، کھنڈرات، بابل کوفہ کی زمینیں، مفتوحہ غنوۃ یعنی بغیر جنگ کے حاصل شدہ زمینیں

2۔اسیافِ بحار (ساحل سمندر) دریاؤں کے پاٹ، ایسی زمینیں جن کا کوئی مالک نہ ہو (اگرچہ آباد ہی ہوں) جزائر

3۔ پہاڑوں کی چوٹیاں، درخت، گھاس، وادیاں جو مختلف درختوں اور جھاڑیوں سے بھری ہوئی ہوں۔

4۔ بادشاہوں کی خصوصی چیزیں

5۔مال غنیمت میں (صفوۃ) یعنی سب سے عمدہ چیز

6۔ایسے جنگی غنائم جن میں جنگ کی اجازت امامؑ کی جانب سے نہ ہو

7۔ایسامال جس کا کوئی وارث نہ ہو

8۔ایسی معدنیات جن کا کوئی خصوصی مالک نہ ہو۔

ان احادیث اور سابقہ بیانات سے جو کچھ واضح ہوا ہے وہ یہ ہے کہ انفال اور فیئ کا حکم ایک ہی ہے۔

بیان شدہ عناوین کے تحت آنے والے تمام اموال انفال سے ہیں، یہ رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص ہیں کوئی اور ان اموال میں شریک نہیں، انکے بعد انکے جانشین امام کے لئے ہیں،

آئمہؑ نے فرمایا؛ اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت کو لوگوں پر فرض کیا قرآن میں انفال کو اللہ تعالیٰ نے خالصتاً ہمارے لئے قرار دیا۔

غنائم سے جو صفوالمال ہے جس کا امام اپنے لئے انتخاب کرلے وہ بھی امام کے لئے ہے یہ انتخاب تقسیم اموال سے پہلے ہوگا جس میں سب سے خوبصورت کنیز، بہترین گھوڑا، سب سے اچھا لباس، اور اسی طرح کی دوسری قیمتی اشیاء جیسے سب سے اچھی تلوار، سب سے اچھا غلام، اس کے بارے میں آئمہ اطہار علیہم السلام کے بیانات موجود ہیں۔

راوی کہتا ہے میں نے انفال کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا، اس سے مراغیر آباد، ویران زمینیں، ہیں یا کوئی ایسی چیز جو بادشاہوں کے لئے مخصوص تھی۔

وادیاں، پہاڑوں کی چوٹیاں، بغیر جنگ سے حاصل شدہ اموال، سب امام کے لئے خاص ہیں۔

ہر وہ آبادی، بستی جس کے رہنے والے ہلاک ہوگئے ہوں یا اس بستی کو چھوڑ کر چلے گئے ہوں۔

افادہ: ہم نے تفصیل کے ساتھ آئمہ اہل بیتؑ سے انفال کے متعلق آمدہ احادیث کو بیان کر دیا ہے یہ سب اس غرض سے نقل کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ آئمہ اہل بیتؑ کے نزدیک انفال اور فیئ کا حکم جنگی غنائم کے علاوہ ہے۔

اسی طرح خمس کے جو باقی موارد ہیں ان میں بھی انفال شامل نہیں ہیں، البتہ تفصیلی دلائل کے لئے فقہ جعفری کے متعلق لکھی گئی استدلالی کتب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ نیز

احادیث کے شیعی منابع میں دیکھا جاسکتا ہے

کتب اربعہ (وسائل الشیعہ ج ۴، باب الانفال وما یختص بالامام)، منابع الفقھیہ، جواہر الکلام

قانون: تمام انفال امام کے لئے مخصوص ہیں، ان میں کسی بھی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں، مگر یہ کہ اس بارے میں امامؑ سے اجازت لی گئی ہو

ضمن: اموال فیئ کا حکم بھی انفال والا ہے۔ان میں بھی امام کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کیا جاسکتا۔

بیان آئمہ اہل بیتؑ :

ابو عبداللہ علیہ السلام، نحن قوم فرض اللہ طاعتنا لنا الانفال والانفال فھو خالص لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکبر الکبائرسبع، الشرك باللہ العظیم، قتل نفس التی حرم اللہ عزوجل الابالحق وأکل اموال الیتامی وحقوق الوالدین وقذف المحصنات والفرار من الزحف وانکار ما انزل اللہ عزوجل(الی ان قال) واما أکل مال الیتامی فقال ظلمونا فینا وسلبوابہ۔

حضرت ابو عبداللہؑ نے فرمایا، ہم ایسی قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت کو فرض کیا ہے اور انفال ہمارے لئے ہیں

ایک اور حدیث میں فرمایا، انفال کے بارے میں حکم تو رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص ہیں (کسی اور کے لئے نہیں)

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا اس سے بڑے گناہ (گناہان کبیرہ) سات ہیں؛

1۔ اللہ عظیم کا شرک کرنا

2۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے جس کو ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا ہے اسے قتل کرنا

3۔ یتامیٰ کے اموال کو کھا جانا۔

4۔ والدین کے حقوق نہ دینا

5۔ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا

6۔ جنگ سے فرار کرنا

7۔ جو اللہ تعالیٰ نے نازل (اتارا) فرمایا ہے اسکا انکار کرنا

بہر حال یتامی کا مال کھانے کی بات تو ان لوگوں نے ہمارے اوپر ظلم کیا ہے اور ہمارا حق نہ دیا اور اسے ہم سے چھین لیا۔اس میں بھی انفال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انفال کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے قرار دیا لیکن کچھ لوگوں نے انفال کو ہم سے چھین لیا۔

انفال کے بارے میں آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انفال ایسے اموال کے بارے میں مستقل عنوان ہے جو جنگ کے بغیر حاصل ہوں جیسا کہ آئمہ اہل بیتؑ سے آمدہ احادیث سے یہ بات واضح ہوئی ہے۔شیعہ فقہاء نے بھی بالاتفاق اس بات کو لیا ہے جس طرح شیعہ مفسرین نے بھی آیت انفال کے ذیل میں اسی نظریہ کو بیان کیا ہے۔

شیعہ مفسرین اور محدثین کے ہاں یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ آیت انفال میں بیان شدہ حکم آیت خمس سے منسوخ نہیں ہوا بلکہ دونوں موارد الگ الگ ہیں اور دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہے۔

انفال اہل سنت کے مفسرین اور محدثین کی رائے میں:

اہل سنت محدثین اور مفسرین نے آیت انفال کے ذیل میں انفال کو جنگی غنائم میں شامل کیا ہے اور ان کے بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آیت انفال کا حکم آیت خمس سے منسوخ ہو گیا ہے جبکہ اہل سنت کے بعض محدثین نے ایسی احادیث بھی نقل کی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انفال کا عنوان ان اموال کے لئے ہے جو جنگ کے بغیر ملیں۔

ہم ذیل میں اہل سنت کے بعض مفسرین کے بیان اور انکے حدیثی منابع سے بعض احادیث قارئین کے استفادہ کے لیے بغیر تبصرہ کے دے رہے ہیں۔

اہل سنت مفسرین کے بیانات:

انفال کے بارے میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ

تم سے اَنفال کے متعلق پُوچھتے ہیں؟ کہو "یہ انفال تو اللہ اور اُس کے رسُولؐ کے ہیں، پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اُس کے رسُولؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو

تفسیر:

ا- یہ اس تبصرہ جنگ کی عجیب تمہید ہے۔ بدر میں جو مال غنیمت لشکر قریش سے لوٹا گیا تھا اس کی تقسیم پر مسلمانوں کے درمیان نزاع برپا ہو گئی۔ چونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان لوگوں کو پہلی مرتبہ پرچم اسلام کے نیچے لڑنے کا اتفاق ہوا تھا اس لیے ان کو معلوم نہ تھا کہ اس مسلک میں جنگ اور اس سے پیدا شدہ مسائل کے متعلق کیا ضابطہ ہے۔ کچھ ابتدائی ہدایات سورہ بقرہ اور سورہ محمد میں دی جا چکی تھیں۔ لیکن "تہذیب جنگ" کی بنیاد ابھی رکھنی باقی تھی۔ بہت سے تمدنی معاملات کی طرح مسلمان ابھی تک جنگ کے معاملہ میں بھی اکثر پرانی جاہلیت ہی کے تصورات لیے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے بدر کی لڑائی میں کفار کی شکست کے بعد جن لوگوں نے جو جو کچھ مال غنیمت لوٹا تھا وہ عرب کے پرانے طریقہ کے مطابق اپنے آپ کو اس کا مالک سمجھ بیٹھے تھے۔ لیکن ایک دوسرا فریق جس نے غنیمت کی طرف رُخ کرنے کے بجائے کفار کا

تعاقب کیا تھا، اس بات کا مدعی ہوا کہ اس مال میں ہمارا برابر کا حصہ ہے کیونکہ اگر ہم دشمن کا پیچھا کر کے اسے دور تک بھگا نہ دیتے اور تمہاری طرح غنیمت پر ٹوٹ پڑتے تو ممکن تھا کہ دشمن پھر پلٹ کر حملہ کر دیتا اور فتح شکست سے بدل جاتی۔ ایک تیسرے فریق نے بھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی حفاظت کر رہا تھا، اپنے دعاوی پیش کیے۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ سب سے بڑھ کر قیمتی خدمت تو اس جنگ میں ہم نے انجام دی ہے۔ اگر ہم رسول اللہ کے گرد اپنی جانوں کا حصار بنائے ہوئے نہ رہتے اور آپ کو کوئی گزند پہنچ جاتا تو فتح ہی کب نصیب ہو سکتی تھی کہ کوئی مال غنیمت ہاتھ آتا اور اس کی تقسیم کا سوال اٹھتا۔ مگر مال عملاً جس فریق کے قبضہ میں تھا اس کی ملکیت گویا کسی ثبوت کی محتاج نہ تھی اور وہ دلیل کا یہ حق ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ ایک امرِ واقعی کے اس زور سے بدل جائے۔ آخر کار اس نزاع نے تلخی کی صورت اختیار کرنی شروع کر دی اور زبانوں سے دلوں تک بدمزگی پھیلنے لگی۔

یہ تھا وہ نفسیاتی موقع جسے اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال نازل کرنے کے لیے منتخب فرمایا اور جنگ پر اپنے تبصرے کی ابتدا اسی مسئلے سے کی۔ پھر پہلا ہی فقرہ جو ارشاد ہوا اُسی میں سوال کا جواب موجود تھا فرمایا "تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں"؟ یہ ان اموال کو "غنائم" کے بجائے "انفال" کے لفظ سے تعبیر کرنا بجائے خود مسئلے کا فیصلہ اپنے اندر رکھتا تھا۔ انفال جمع ہے نفل کی۔ عربی زبان میں نفل اس چیز کو کہتے ہیں جو واجب سے یا حق سے زائد ہو۔ جب یہ تابع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ رضا کارانہ خدمت ہوتی ہے جو ایک بندہ اپنے آقا کے لیے فرض سے بڑھ کر تَطَوّعًا بجالاتا ہے۔ اور جب یہ متبوع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ عطیہ وانعام ہوتا ہے جو آقا اپنے بندے کو اس کے حق سے زائد دیتا ہے۔ پس اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ساری ردّ و کد، یہ نزاع، یہ پوچھ گچھ کیا خدا کے بخشے ہوئے، انعامات کے بارے میں ہو رہی ہے؟ اگر یہ بات ہے تو تم لوگ ان کے مالک و مختار کہاں بنے جا رہے ہو کہ خود ان کی

تقسیم کا فیصلہ کرو۔ مال جس کا بخشا ہوا ہے۔ وہی فیصلہ کرے گا کہ کیسے دیا جائے اور کسے نہیں، اور جس کو بھی دیا جائے اسے کتنا دیا جائے۔

یہ جنگ کے سلسلہ میں ایک بہت بڑی اخلاقی اصلاح تھی۔ مسلمان کی جنگ دنیا کے مادی فائدے بٹورنے کیلیے نہیں ہے بلکہ دنیا کے اخلاقی و تمدنی بگاڑ کو اس اصول حق کے مطابق درست کرنے کے لیے ہے، جسے مجبوراً اُس وقت اختیار کیا جاتا ہے جبکہ مزاحم قوتیں دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے اصلاح کو ناممکن بنادیں۔ پس مصلحین کی نظر اپنے مقصد پر ہونی چاہیے نہ کہ اُن فوائد پر جو مقصد کے لیے سعی کرتے ہوئے بطور انعام خدا کی عنایت سے حاصل ہوں۔ ان فوائد سے اگر ابتدا ہی میں ان کی نظر نہ ہٹادی جائے تو بہت جلدی، اخلاقی انحطاط رونما ہو کر یہی فوائد مقصود قرار پا جائیں۔

پھر یہ جنگ کے سلسلہ میں ایک بہت بڑی انتظامی اصلاح بھی تھی۔ قدیم زمانہ میں طریقہ یہ تھا کہ جو مال جس کے ہاتھ لگتا وہی اس کا مالک قرار پاتا۔ یا پھر بادشاہ یا سپہ سالار تمام غنائم پر قابض ہو جاتا۔ پہلی صورت میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فتح یاب فوجوں کے درمیان اموال غنیمت پر سخت تنافُس برپا ہو جاتا اور بسا اوقات ان کی خانہ جنگی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیتی۔ دوسری صورت میں سپاہیوں کو چوری کا عارضہ لگ جاتا تھا اور وہ غنائم کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ قرآن مجید نے انفال کو اللہ اور رسول کا مال قرار دے کر پہلے تو یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ تمام مال غنیمت لا کر بے کم وکاست امام کے سامنے رکھ دیا جائے اور ایک سوئی تک چھپا کر نہ رکھی جائے۔ پھر آگے چل کر اس مال کی تقسیم کا قانون بنادیا کہ پانچواں حصہ خدا کے کام اور اس کے غریب بندوں کی مدد کے لیے بیت المال میں رکھ لیا جائے اور باقی چار حصے اُس پوری فوج میں تقسیم کر دیے جائیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو۔ اس طرح وہ دونوں خرابیاں دور ہو گئیں جو جاہلیت کے طریقہ میں تھیں۔

اس مقام پر ایک لطیف نکتہ اور بھی ذہن میں رہنا چاہیے، یہاں انفال کے قصے کو صرف اتنی بات کہہ کر ختم کر دیا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ہیں۔ تقسیم کے مسئلے کو یہاں نہیں چھیڑا گیا تاکہ پہلے تسلیم واطاعت مکمل ہو جائے۔ پھر چند رکوع کے بعد بتایا گیا کہ ان اموال کو تقسیم کس طرح کیا جائے۔ اسی لیے یہاں انہیں "انفال" کہا گیا ہے اور رکوع ۵ میں جب تقسیم کا حکم بیان کرنے کی نوبت آئی تو انہی اموال کو "غنائم" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔[1]

آیتِ انفال کی تفسیر صحیح بخاری سے:

اللہ تعالیٰ کا قول کہ اے رسول! آپ سے مال غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت (کی تقسیم) اللہ اور رسول کے ہاتھ ہے اور تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو ابن عباس کہتے ہیں کہ انفال سے لوٹ کا مال مراد ہے قتادہ کہتے ہیں ریحکم سے لڑائی مراد ہے نافلۃ کے معنی عطیہ ہے

راوی: محمد بن عبدالرحیم, سرید بن سلیمان, ہشیم, ابوبشر, سعید بن جبیر

حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سُورَةُ الْأَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ الشَّوْكَةُ الْحَدُّ مُرْدَفِينَ فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ رَدِفَنِي وَأَرْدَفَنِي جَاءَ بَعْدِي ذُوقُوا بَاشِرُوا وَجَرِّبُوا وَلَيْسَ هَذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ فَيَرْكُمَهُ يَجْمَعَهُ شَرِّدْ فَرِّقْ وَإِنْ جَنَحُوا طَلَبُوا السِّلْمُ وَالسَّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ يُثْخِنَ يَغْلِبَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُكَاءً إِدْخَالُ أَصَابِعِهِمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَتَصْدِيَةً الصَّفِيرُ لِيُثْبِتُوكَ لِيَحْبِسُوكَ[2]

---

1 تفہیم القرآن ابو الاعلیٰ مودودی، تفسیر آیت نمبر ۱، سورۃ انفال
2 صحیح بخاری ۔ جلد دوم ۔ تفاسیر کا بیان ۔ حدیث 1828

ترجمہ : محمد بن عبدالرحیم، سرید بن سلیمان، ہشیم، ابوبشر، حضرت سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ سورت انفال کا شان نزول کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا یہ سورت جنگ بدر میں نازل ہوئی تھی " الشَّوْكَةُ ' کے معنی تیز دھارا " مُرْدَفِينَ" غول کے غول فوج در فوج " رَدِفَنِي " اور "أَرْدَفَنِي" میرے بعد آیا۔ " ذُوقُوا " عذاب کو چکھو۔ " فَيَرْكُمَهُ" کے معنی ہیں جمع کرے اس کو " شَرِّدْ " کا مطلب جدا کردے۔ " جَنَحُوا " کے معنی ہیں طلب کریں۔ "يُثْخِنَ" کے معنی ہیں غالب ہوں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ " مكار" کے معنی ہیں انگلیاں منہ پر رکھنا اور " تَصْدِيَةً" کے معنی ہیں سیٹی بجانا اور " لِيُثْبِتُوكَ کے معنی ہیں کہ تجھے قید کرلیں محبوس کرلیں۔

آیت انفال کی تفسیر صحیح مسلم سے

راوی: قتیبہ بن سعید, ابو عوانہ, سماک, مصعب بن سعد

وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخَذَ أَبِي مِنْ الْخُمْسِ سَيْفًا فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَبْ لِي هَذَا فَأَبَى فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسْأَلُونَكَ عَنْ الْأَنْفَالِ قُلْ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ[1]

ترجمہ : قتیبہ بن سعید، ابو عوانہ، سماک، حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے خمس کے مال میں سے ایک تلوار لے لی اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور عرض کیا کہ یہ تلوار مجھے ہبہ فرمادیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی لوگ

---

1 صحیح مسلم ۔ جلد سوم ۔ جہاد کا بیان ۔ حدیث 59

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ انفال اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔

آیت انفال کی تفسیر سنن ابو داود سے

راوی: ہناد بن سری, ابوبکر عاصم, مصعب بن سعد, سعد بن ابی وقاص

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ بِسَيْفٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ قَدْ شَفَى صَدْرِي الْيَوْمَ مِنْ الْعَدُوِّ فَهَبْ لِي هَذَا السَّيْفَ قَالَ إِنَّ هَذَا السَّيْفَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ فَذَهَبْتُ وَأَنَا أَقُولُ يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبْلِ بَلَائِي فَبَيْنَمَا أَنَا إِذْ جَائَنِي الرَّسُولُ فَقَالَ أَجِبْ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ نَزَلَ فِيَّ شَيْئٌ بِكَلَامِي فَجِئْتُ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ سَأَلْتَنِي هَذَا السَّيْفَ وَلَيْسَ هُوَ لِي وَلَا لَكَ وَإِنَّ اللهَ قَدْ جَعَلَهُ لِي فَهُوَ لَكَ ثُمَّ قَرَأَ يَسْأَلُونَكَ عَنْ الْأَنْفَالِ قُلْ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ أَبُو دَاوُد قِرَائَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ يَسْأَلُونَكَ النَّفْلَ[1]

ہناد بن سری، ابوبکر عاصم، مصعب بن سعد، حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ بدر کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک تلوار لینے کے لئے آیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آج اللہ تعالیٰ نے دشمن سے میرے دل کو شفا بخشی ہے لہٰذا تلوار مجھے دید یجئے۔ آپ نے فرمایا یہ تلوار نہ میری ہے اور نہ تیری (بلکہ سب کا مشترک حصہ ہے) یہ سن کر میں وہاں سے چل دیا اور یہ کہتا جارہا تھا کہ آج یہ تلوار اس کو ملے گی جس کا امتحان مجھ جیسا نہیں ہوا۔ اتنے میں ایک شخص آپ کی طرف سے مجھے بلانے آیا اور بولا چل میں سمجھا شاید میرے اس کہنے پر میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے جب میں آپ کے پاس پہنچا

1 سنن ابوداؤد - جلد دوم - جہاد کا بیان - حدیث 974

تو آپؐ نے فرمایا تو نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی لیکن اس وقت تک یہ نہ میری تھی اور نہ تیری اب اللہ نے یہ تلوار مجھے دے دی ہے اب تو اس کو لے سکتا ہے۔ پھر آپ نے یہ پڑھا (ترجمہ) لوگ آپ سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دیجئے انفال اللہ اور رسولؐ کے لئے ہے۔آخر آیت تک پڑھا۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالی علیہ کا کہنا ہے کہ عبداللہ ابن مسعود کی قرأت میں (بجائے يَسْأَلُونَكَ عَنْ الْأَنْفَالِ قُلْ الْأَنْفَالُ کے) يَسْأَلُونَكَ النَّفْلَ ہے۔

عن مصعب ابن سعد رضی الله تعالیٰ عنه عن ابیه قال أخذ أبی من الخمس سیفاً فأتی به النبی ﷺ فقال هب لی هذا فأنزل الله یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول[1]

ترجمہ: مصعب بن سعدؓ سے روایت ہے انہوں نے سنا اپنے باپ سے کہا کہ میں نے خمس میں سے ایک تلوار لی پھر رسول اللہؐ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یہ تلوار مجھ کو بخش دیجیئے آپ نے انکار کیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنفَالِ قُلِ الْاَنفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُولِ یعنی پوچھتے ہیں آپ سے لوٹ کے مالوں کے بارے میں تو کہہ دیجئے لوٹ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہے۔

1 صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم ج۵۔٦، ص۱۹

تبصرہ:

حدیث کے شروع میں تلوار کے متعلق جو سوال ہوا اور اسکا جو جواب دیا گیا تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگی غنائم سے خمس نکالا جا چکا تھا اور وہ تلوار خمس سے ہی تھی اسی لئے اس سپاہی کو اس تلوار لینے کی اجازت نہ دی گئی کیونکہ وہ اپنا حصہ لے چکا تھا اور اس کے لئے آیت انفال سے استدلال کیا گیا)

جنگ کے بغیر حاصل شدہ اموال پر انفال کا اطلاق

ذیل میں احادیث ملاحظہ ہوں ان میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جو اموال بغیر جنگ کے حاصل ہوں وہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہیں

۱۔ عن عمر رضی اللہ عنہ قال كانت أموال بنی النضير مما أفاء الله علی رسوله ﷺ مما لم يوجف عليه المسلمون بخيل ولا ركاب فكانت للنبی ﷺ خاصة فكان ينفق علی أهله نفقه سنة وما بقی يجعله فی الكراع والسلاح عدة فی سبيل الله[1]

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی نضیر کے مال ان مالوں میں سے تھے جو اللہ نے اپنے رسولؐ کو دیئے اور مسلمانوں نے ان پر چڑھائی نہیں کی گھوڑوں اور اونٹوں سے، ایسے مال

1 صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم ج۵۔۶، ص۲۸

خاص اللہ اور اس کے رسولؐ کے تھے آپؐ اس میں سے ایک سال کا اپنے گھر کا خرچ نکال لیتے اور جو بچ جاتا وہ گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خرید میں صرف ہوتا۔

۲۔ عن همام بن منبه قال هذا ما حدثنا ابوهريره عن محمد رسول الله ﷺ فذكر احاديث منها وقال قال رسول الله ﷺ ايما قرية اتيتموها واقمتم فيها فسهمكم فيها و ايما قرية عصت الله و رسوله فان خمسها لله ولرسوله ﷺ ثم هي لكم[1]

ترجمہ: ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا؛ جس بستی میں تم آئے اور ٹھہرے تو تمہارا حصہ اس میں ہے اور جس بستی والوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی یعنی لڑائی کی تو پانچواں حصہ اسکا اللہ اور اسکے رسول کا ہے اور باقی چار حصے تمہارے ہیں۔

انفال کے استعمال کی اجازت

قانون:

زمانہ غیبت میں تمام اموال جن کا انفال سے تعلق ہے ان کا استعمال حضور پاک ﷺ اور آئمہ اہل بیتؑ کے پیروکاروں کے لئے جائز ہے۔

1 صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم ج۵۔۶، ص۲۸

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بیان:

ا۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال؛ الانفال مالم یوجف علیه بخیل ولا رکاب، قوم صالحو، اوقوم اعطو بایدیهم وکل ارض خربة وبطون الاودیة فهو لرسول الله ﷺ وهو للامام من بعدہ۔۔۔۔حیث یشاء

ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا؛ انفال وہ اموال ہیں جس پر گھوڑوں نے چڑھائی نہ کی ہو اور نہ ہی سواروں نے ایسی قوم جس نے صلح کر لی ہو یا ایسی قوم جنہوں نے اپنے اختیار سے اموال دے دیئے ہوں اور ہر وہ زمین جو ویران ہوں ، کھنڈرات ہوں ، وادیوں کے پیٹ، تو وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہیں اور وہ مال امامؑ کے لئے ہے رسولؐ کے بعد امامؑ جہاں چاہیں اس مال کو رکھیں۔

فیئ سے متعلق اہل سنت کے فقہاء کا نظریہ:

واما الفیء عند الجمهور فهو کل ما صار للمسلمین من الکفار من قبل الرعب والخوف من غیر ان یوجف علیه بخیل أو رجل[1]، واختلف الناس فی الجهة التی یصرف الیها فقال قوم؛ ان الفیء لجمیع المسلمین، الفقیر والغنی، وأن الامام یعطی منه للمقاتلة وللحکام وللولاة، فینفق منه فی النوائب التی تنقب المسلمین، کبناء القناطر واصلاح المساجد وغیر

1۔ الأم۱: ۱۴۸، مختصر اختلاف العلماء۳: ۵۱۲، الکافی فی فقه اهل المدینة۲۱۶، حلیة العلماء۷: ۶۹۰، الافصاح ۲: ۲۳۸، بدائع الصنائع۹: ۳۶۴ ۔۳۶۸

ذلك، ولا خمس فی شیء منه، وبه قال الجمهور[1]، وهو الثابت عن ابی بکر وعمر[2]، وقال الشافعی؛ بل فیه الخمس، والخمس مقسوم علی الاصناف الذین ذکر فی آیة الغنائم، وهم الاصناف الذین ذکروا فی الخمس بعینه من الغنیمة، وان الباقی هو مصروف الی اجتهاد الامام، ینفق منه علی نفسه وعلی عیاله ومن رأی[3]

ترجمہ: جمہور کے ہاں فیئ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو مسلمانوں کے دسترس میں آئے جنگ، خوف اور سواروں و پیادہ لشکر کے ذریعہ غلبہ حاصل کرنے سے پہلے

علماء کا فیئ کے مصرف کے متعلق اختلاف ہے، علماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ فیئ تمام مسلمانوں کے لئے ہے اس میں فقیر و غنی سب شامل ہیں اور امامؒ اس مال فیئ میں سے لشکر، حکام اور دیگر ذمہ داروں کو دے سکتے ہیں اور اسی میں سے مسلمانوں کے عمومی مصالح جیسے پُل بنانا، مساجد کی مرمّت کرنا وغیرہ جیسے دیگر امور پر خرچ کر سکتے ہیں، مال فیئ پر کوئی خمس نہیں ہے۔ یہ جمہور کا نظریہ ہے اور یہی حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا طریقہ رہا ہے۔[4]

1 مختصر اختلاف العلماء ۳: ۵۱۱، ۵۱۳، المقدمات الممهدات ۱: ۳۵۷م حلیة العلماء ۷: ۶۹۰، ۶۹۱، الافصاح ۲: ۲۳۸، بدائع الصنائع ۹: ۴۶۸

2 الامام ۴: ۱۴۸، ۱۴۹، سنن ابی داؤد ۳: ۱۴۱، بدائع الصنائع ۹: ۴۶۸

3 الامام ۴: ۱۴۸، ۱۴۹، المهذم للشیرازی ۵: ۳۱۰، حلیة العلماء ۷: ۶۹۰۔ ۶۹۱

4 بدایة المجتهد ونهایة المقتصد ج۳، ص۳۰۶ تا ۳۰۷

امام شافعیؒ کا قول:

امام شافعیؒ: فیئ پر بھی خمس ہے اور اس خمس کو انہی اصناف میں تقسیم کیا جائے گا جن میں مال غنیمت تقسیم ہوتا تھا اور جو خمس کے علاوہ باقی ماندہ مال ہے وہ امام کی صوابدید پر ہے اس میں سے اپنے اوپر خرچ کریں یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے یا جیسا بہتر سمجھیں۔

باب پندرہ

فریضۂ خمس سے متعلق بعض سوالات اور انکے جوابات

ملحق نمبر 1 (غیبت امام مہدیؑ کے زمانہ میں اباحت خمس کا نظریہ اور اسکا تفصیلی جواب)

بعض کا خیال ہے کہ غیبت امامؑ کے زمانے میں خمس ان کے شیعوں کے لئے مباح ہے اور کچھ کاخیال ہے کہ جو امامؑ کا حصہ ہے وہ ان کے لئے مباح ہے جبکہ سادات کا حصہ انہیں دیا جائے گا۔اس حوالے سے راقم نے صحیفہ خمس میں تفصیلی بحث کی ہے جبکہ اس سے پہلے اس موضوع پر سید العلماء علامہ سید گلاب علی شاہ صاحب قدس سرہ نے بہت جامع اور عمدہ بحث کی ہے جس بحث کو انہوں نے مولوی محمد اسمٰعیل دیوبندی کے زمانہ غیبت امام مہدیؑ میں خمس کی اباحت کے حوالے سے انکے جو بیانات ہفت روزہ اخبار صداقت میں شائع ہوتے رہے ان کے جواب میں لکھا ہے۔آپ کی تحقیق "تبیان الخمس " کے نام سے شائع ہوئی اس کتاب میں وجوب خمس اور خمس کی معافی اور اباحت کے نظریہ سے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے ہم بلا تبصرہ انکی بحث کو بعینہٖ عمومی استفادہ کے لئے اس جگہ نقل کر رہے ہیں

<u>عدم اباحت خمس در زمانہ غیبت کبریٰ:۔(خمس کا وجوب ثابت ہے اور اسکی ادائیگی موجودہ دور میں بھی واجب ہے)</u>

سابقاً جن سات قسم کی اشیاء میں خمس کے واجب ہونے کا تذکرہ ہو چکا ہے، ان میں خمس کا وجوب تااین زمانہ باقی ہے۔ہر شخص پر واجب ہے کہ ان میں جب خمس کا وجوب جس کے ذمہ عائد ہو تو وہ ادا کرے، کسی شخص کے لئے خمس کی عدم ادائیگی حلال نہیں ۔ متعدد احادیث معصومین صراحتہً اس مطلب پر دال ہیں جن میں سے بعض کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

1۔ "وبهذا الاسناد عن محمد ابن زيد قال قدم قوم من خراسان على ابن الحسن الرضا عليه السلام فسئلوه ان يجعلهم فى حل من الخمس قال ما امحل هذا تمحضونا بالمودة بالسنتكم وتزوون عنا حقا جعله الله لنا وجعلنا له وهو الخمس لا نجعل لاحد منكم فى حل "[1]

اور اسی اسناد کے ساتھ محمد ابن زید سے مروی ہے کہ ایک گروہ خراسان سے حضرت ابوالحسن امام علی رضاؑ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا کہ ان کے لئے خمس حلال کردیں " یعنی ان کا ادانہ کرنا مباح کردیں " تو آپ نے فرمایا یہ کس قدر مکاری ہے کہ تم لوگ اپنی زبانوں سے تو اپنی خالص محبت کا اظہار کرتے ہو حالانکہ ہمارے اس حق کو ہم سے چھیننا چاہتے ہو "اور اسے بند کرنا چاہتے ہو " جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مخصوص فرمایا ہے اور ہمیں اس کے لئے مخصوص کیا ہے اور وہ خمس ہے ہم تم میں سے کسی کے لئے حلال نہیں کرتے تین مرتبہ حضرتؑ نے یہی جملہ دہرایا۔

2۔ سهل ابن زياد عن احمد بن المثنى قال محمد ابن زيد البطرى قال كتب رجل من تجار فارس من بعض موالى ابى الحسن الرضا يسئله الاذن فى الخمس فكتب اليه ، بسم الله الرحمن الرحيم ۔ ان الله واسع كريم ضمن على العمل الثواب وعلى الضيق لهم لا تحل مال الا من وجه احله الله وان الخمس عوننا على ديننا وعلى عيا لنا وعلى موالينا ونبذله ونشترى من اعراضنا تخاف سطوته فلا تزووه عنا ولا تحرموا انفسكم دعائنا ماقدرتم

---

1 اصول الكافى مع مراة العقول : ج 1:ص449۔الاستبصار : ج 2۔تہذیب الاحکام:ج1: ص275

علیه فان اخراجه مفتاح رزقکم وتمحیص ذنوبکم وماتمهدون لانفسکم لیوم فاقتکم والمسلمین یفی لله بما عهد علیه ولیس المسلم من اجاب باللسان وخالف بالقلب والسلام۔[1]

سہل ابن زید نے احمد ابن مثنیٰ سے روایت کی ہے کہا کہ مجھ سے محمد ابن زید طبری نے بیان کیا اس نے کہا کہ ایران کے ایک تاجر نے کہ جو امام علی رضاؑ کے محبین میں سے تھا آپ کی طرف سے خمس کی اجازت کے متعلق لکھا "کہ خمس کی عدم ادائیگی میرے لئے حلال فرما دیجئے" توآپ نے اسکی طرف تحریر فرمایا ہے۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اللہ تعالیٰ کی ذات سخی اور وسعت سے رزق عطا کرنے والی ہے۔جو عمل کرنے پر ثواب کی ضامن ہے اور تنگی کی حالت میں بھی مال لوگوں کے لئے اسی صورت سے حلال ہوسکتا جس کو قدرت نے حلال کیا اور لاریب کہ خمس ہمارے دین کی مدد کا باعث ہے۔اور ہمارے عیال اور غلاموں کی ضرورت کے لئے مدد اور جس شخص کے ظلم وزیادتی کا ہمیں خوف ہو اس کے لئے مال خرچ کرکے اس سے اپنی عزتوں کو بچانے کے سلسلہ میں ہماری مدد کا سبب ہوتا ہے لہٰذا خمس کو تم ہم سے نہ ہٹاؤاورنہ روکو" اور جس قدر تمہاری قدرت میں ہو ہماری دعا سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھو کیونکہ خمس نکالنا تمہارے رزق کی کنجی ہے اور تمہارے گناہوں کی مغفرت اور خمس وہ چیز ہے جسے تم اس روز کے لئے سامان بنا کر آگے بھیجتے ہو تمہاری حاجت کا اور فاقہ کا ہوگا۔اور مسلم وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے اس وعدے کو پورا کرے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے۔ وہ شخص

1اصول الکافی مع مرآۃ العقول :ج1ص449۔ الاستبصار:ج2:ص20۔تہذیب الاحکام :ج1:ص257

مسلم نہیں جو زبان کے ساتھ تو اعتراف کرے لیکن دل سے اس کی مخالفت کرے۔" یعنی عمل کے ذریعہ قلبی ایمان کا ثبوت پیش نہ کرے۔

3۔ " علی ابن ابراهیم عن ابیه قال کنت عند ابی دخل علیه صالح ابن محمد ابن سهل وکان یتولی له الوقف بقم فقال یا سیدی اجعلنی من عشرة الاف فیحل فانی انفقتها فقال له انت فی حل فلما خرج صالح قال ابوجعفر احدهم یثب علی اموال محمد ایتامهم ومساکینهم وفقرائهم وابناء سبیلهم فیا خذه ثم یجیئی فیقول اجعلنی فی حل اتراه ظن انی اقول لاافعل والله لیسالنهم الله یوم القیمة عن ذلك سوالا حشیثا "۔[1]

علی ابن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں موجود تھا کہ اتنے میں صالح ابن محمد ابن سہل حضرتؑ کے پاس پہنچا اور وہ قم میں حضرت کے وقف کا متولی تھا اس نے آکر حضرتؑ سے کہا اے میرے سردار میں آپؑ کے مال کا دس ہزار دینار یا درہم خرچ کر دیا ہے لہٰذا وہ میرے لئے حلال فرما دیجئے تو آپؑ نے " مقام تقیہ " ہونے کے باعث فرمایا کہ آپؑ کے لئے حلال ہے لیکن صالح باہر نکل گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ ان کی حالت ہے کہ ان میں سے کئی ایک آل محمد ﷺ کے یتیموں، مسکینوں، فقیروں اور مسافروں کے مالوں پر چڑھ دوڑتے ہیں اور ان کو لے کر ہضم کر جاتے ہیں اور پھر آ کر کہتے ہیں کہ میرے

1اصول الکافی مع مرآة العقول :ج1:ص449۔الاستبصار:ج2:ص20تہذیب الاحکام :ج1:ص257

لئے اسے حلال کر دیجئے۔ کیا اس کا یہ خیال تھا کہ میں کہوں گا کہ نہیں! ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کہ وہ بروز قیامت ان سے اس کے متعلق نہایت سختی سے سوال کرے گا۔

4۔ " محمد ابن علی ابن محبوب عن احمد ابن محمد عن الحسین عن القاسم عن ابان عن ابی جعفر علیہ السلام قال سمعتہ یقول من اشتری شیئا من الخمس لم یعذرہ اللہ اشتری مالایحلہ "[1]

محمد ابن علی محبوب سے روایت ہے اس نے احمد ابن محمد سے اس نے حسین سے اس نے قاسم سے اس نے ابان سے اس نے ابو بصیر سے اس نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے، کہا کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مال خمس سے کوئی چیز خریدے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر گز معذور قرار نہیں دے گا۔ وہ ایسی چیز خرید کرے گا جو اس کے لئے حلال نہ ہو گی۔

5۔ الحسین بن سعید عن بعض اصحابنا عن سیف ابن عمیرہ عن ابی حمزۃ الثمالی عن ابی جعفر علیہ السلام قال سمعتہ یقول من احللنالہ شیئاً اصابہ من اعمال الظالمین فھولہ حلال وما حرمناہ فھو حرام "۔[2]

1تہذیب الاحکام :ج1ص256
2تہذیب الاحکام :ج 1: س257

حسین ابن سعید نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے کہ اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرتؑ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص جس کے لئے ہم کوئی ایسی چیز حلال کر دیں جو اس کو ظالمین کی کمائی سے دستیاب ہوئی ہو تو وہ اس کے لئے حلال ہے اور جو ہم حرام قرار دیں وہ اس کے لئے حرام ہے۔

تبصرہ:

معلوم ہوا کہ مطلّقاً سارا خمس حلال نہیں بلکہ آئمہ نے جن بعض چیزوں کو معاف کیا ہے صرف وہی معاف ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب آئے گی اور سابقہ مذکورہ سات چیزوں کا خمس ہر شخص کے لئے واجب الادا ہے۔

6۔ " خبرالحسین ابن حمدان المروی عن الخرائج والجرائح فی حدیث عن صاحب الزمان علیه السلام انه راه وتحته بغلة شهباء وهو معتم بعمامة خضراء یری منها سواد عینیه وفی رجلیه خفان خضراوان فقال یا حسین کم تزرعلی الناحیة ولم تمنع اصحابی من خمس ذلك اذا مضیت الی الموضع الذی تریدان تدخله وکسبت ما کسبت تحمل خمسه الی مستحقه قال قلت السمع والطاعة ثم ذکر فی آخره ان العمری اتاه واخذ خمس ماله بعد ما اخبره بما کان "۔[1]

1جواہر الکلام :ج،3ص154

حسین ابن حمدان کی وہ خبر جو کتاب الخرائج والجرائح سے اس واقعہ میں منقول صاحب الزمان علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ حسین ابن حمدان نے آپ کی چشم ہائے مبارکہ کی سیاہی نظر آرہی تھی۔ پاؤں میں آپ کے دو سبز موزے تھے آپ نے فرمایا، اے حسین! تم کس حدتک ہماری جانب سے بوجھ اٹھاتے رہو گے اور کیوں میرے اصحاب کو اس جناب کے خمس سے منع کرتے ہو۔ پھر فرمایا کہ جب تم اس مقام پر پہنچو جہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو اور جو کچھ کما سکتے ہو کما لو تو پھر اس کا خمس اٹھا کر مستحقین تک پہنچا دو۔ میں نے عرض کیا۔ بسر چشم تعمیل حکم بجالاؤں گا۔ پھر اس حدیث کے آخر میں لکھا کہ حضرت کا وکیل عمری اس کے پاس گیا اور واقعہ جو کچھ تھا اس کو سنا کر اس سے اس کے مال کا اس نے خمس وصول کیا۔

7۔ " وخبرابی الحسن الاسدی عن ابیه المروی عن الاکمال قال ورد توقیع من محمد ابن عثمان العمری ابتداء ولم یتقدمه سوال بسم الله الرحمن الرحیم لعنة الله والملائکة والناس اجمعین علی من استحل من مالنا درهما الی ان قال فصلت فی نفسی ان ذلك فی کل من استحل محرما فای فضیلة فی ذلك الحجة فوالله لقد نظرت بعد ذلك التوقیع فوجدته قد انقلب الی مافی نفسی بسم الله الرحمن الرحیم لعنة الله والملائکة والناس اجمعین علی کل من اکل من ما لنا درهما حراما قال الخزانی علی وخرج الینا ابو علی الاسدی هذا التوقیع حتی نظرنافیه وقراناه" ۔[1]

1جواہر الکلام شرح شرائع الاسلام : ج 1:ص154

اور ابو الحسن اسدی کی حدیث ہے جو اس نے اپنے والد سے نقل کی ہے اور کتاب اکمال سے ہم نے نقل کی ہے کہا کہ میرے پاس حضرت محمد ابن عثمان عمری کی جانب سے جناب صاحب العصر علیہ السلام کی ابتداء ہی توقیع حضرت کا تحریری ارشاد تصدیق شدہ بغیر سوال کے سابق میں ہونے کے وارد ہوئی۔" جس کا مضمون یہ تھا"۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، اللہ تعالیٰ تمام ملائکہ اور سب لوگوں کی اس پر لعنت نازل ہوتی ہے جو ہمارے مال میں سے ایک درہم کو بھی حلال سمجھے تاآنکہ راوی نے کہا میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ حکم تو ہر اس شخص کا ہے جو کسی حرام کو حلال سمجھے تو پھر اس میں حضرت حجت صاحب الزمان علیہ السلام کے لئے کیا فضیلت ہے تم قسم بخدا کہ میں نے اس کے بعد جو ایک مرتبہ اسی توقیع کو دیکھا تو اس میں وہ سابقہ الفاظ اس مضمون سے بدلے ہوئے پائے جو میرے خیال میں تھا، کیونکہ " وہ الفاظ یوں بدل چکے تھے" علی من اکل من مالنا درھما حراما " کہ اللہ تعالیٰ تمام ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت اس شخص پر ہوتی ہے جو ہمارے مال میں سے ایسا ایک درہم کھالے جو اس کے لئے حرام ہو۔ خزاعی کا بیان ہے کہ ابو علی اسدی یہ توقیع ہمارے لئے باہر لے آئے اور ہم نے اس میں اپنی آنکھوں سے اس چیز کو دیکھا اور اس کو پڑھا۔

8۔ " وخبر محمد ابن جعفر الاسدی قال کان فیما ورد علی الشیخ ابی جعفر محمد ابن عثمان العمری قدس الله روحه فی جواب مسائله الی صاحب الدار اما ماسئلت عنه من امر ما یستحل ما فی یده من امرنا یتصرف فیه تصرفه فی ماله من غیر امرنا فمن فعل ذالك فهو ملعون ونحن خصمائه فقد قال النبی ﷺ المستحل من عترتی ما حرم الله ملعون

علی لسانی ولسان کل نبی مجاب فمن ظلمنا کان من جملة الظالمین لنا لعنة اللہ علیه یقول اللہ عزوجل الالعنة اللہ علی الظالمین الی ان قال اماماسئلت عنه من امر الضیاع التی لنا حیتنا هل یجوز القیام بعمارتها واداء الخراج منها وصرف مایفضل عن دخلها الی الناحیة احتسابا با لاجر وتقربا الیکم فلا یحل لاحدان یتصرف فی مال غیرنا بغیر اذنه فکیف یحل ذلك فی مالنا انه من فعل شیئا من ذلك بغیرامرنا فقد استحل منا ما حرم علیه ومن اکل من مالنا شیئا فانما یاکل فی بطنه نار او سیصلی سعیرا "۔[1]

اور محمد ابن جعفر اسدی کی حدیث ہے۔ کہاکہ شیخ محمد ابن عمریؒ نے جو مسائل حضرت صاحب الامر " صاحب الدار " کی طرف لکھے تھے اس میں یہ بھی وارد ہوا تھا کہ آپ نے جو اس شخص کے بارے میں سوال کیا ہے کہ جو ہمارے حکم کے بغیر ان میں اسی طرح تصرف کرتا ہے جس طرح کہ اپنے اموال میں کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو ایسا کرے وہ ملعون ہے اور ہم اس کیخلاف " دربار رب العزت میں دعویٰ دائر کرنے والے اس کے خصیم ہوں گے ۔ لاریب کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ ہماری عترت کی جس چیز کو خدا نے مخلوق پر حرام کیا ہے اس کو حلال سمجھنے والا میری زبان پر بھی ملعون ہے اور ہر نبی مجاب کی زبان پر بھی ملعون۔ جو شخص جس رنگ میں ہم پر ظلم کرے وہ ہمارے اوپر ظلم کرنے والوں سے منجملہ شمار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : " الالعنة اللہ علی الظالمین " کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کہا آپ نے جو ان زمینوں کے متعلق سوال کیا ہے جو ہماری "

---

1 جواہر الکلام :ج1:ص154

بوجہ امامت کے " ملکیت ہیں کہ کیاان کاآباد کرناان سے سرکاری خراج کو ادا کرنااور خراج سے جو کچھ بچ رہے اس کو ثوابِ آخرت کرنے کے خیال سے ہماری جانب روانہ کرنا کیا جائز ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھئے ہمارے غیر کے مال میں بھی کسی کو یہ جائز نہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی تصرف کرے تو ہمارے مال میں ہماری اجازت کے بغیر ایسا کرے گااس نے ہماری اس چیز کو حلال سمجھ لیا جس کو خدا نے اس پر حرام کیا تھااور جو شخص ہمارے مال میں سے کچھ بھی کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب وہ آتش جہنم میں جلے گا۔

9۔ " ای غیر ذلك من الاخبار الكثيرة التی مرفی اثناء الابحاث السابقة شطر منها من خبر الريان ابن الصلت وصحيح ابن مهزيار عن علی ابن راشد وخبر محمد ابن علی ابن شجاع النيشاپوری وغيرهما مما لايمكن الاحاطة بها ولقد اجاد بعض مشائخنا فی دعوی تواترها ومع ذلك فهی معتضدة بالاعتبار المستفاد من جملة الاخبار المشتملة علی بيان حكمة مشروعية الخمس للذرية وانه عوض عن الزكوٰة صيانة لهم من الاوساخ وكفالماء وجوههم بل ومعتضدة الاخماس خصوصافی الغيبة الصغری التی هی نيف وسبعون سنة فان الاربعة كانو ايقبضون فيها الاخماس ويعملون بها بامره كمااعترف به المجلسی وغيره بل قيل وبظاهر الكتاب وماكان مثله من السنة ايضا كاخبار كيفية القسمة وغيرها الخ " ۔[1]

1جواہر الکلام :ج 1:ص154

صاحب جواہر محمد ابن جعفر اسدی کی مذکورہ حدیث اور دیگر سابقہ احادیث نقل کرنے کے بعد غیبت کبریٰ میں خمس کے واجب ہونے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ احادیث گذشتہ بھی اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں اور دیگر وہ بکثرت احادیث بھی جن کا ایک حصّہ گذشتہ بحثوں کی اثناء میں گزر چکا ہے۔ یعنی ریان ابن ابی صلت کی حدیث علی ابن مھزیار کی صحیحہ حدیث جو اس نے علی ابن راشد سے روایت کی ہے۔ اور محمد ابن علی ابن شجاع نیشا پوری کی حدیث اور ان کے علاوہ دیگر حدیثیں جن کا احاطہ ناممکن ہے۔ اور بے شک ہمارے بعض مشائخ نے ان احادیث کے تواتر کا دعویٰ کرنے میں خوب اچھا مسلک اختیار کیا ہے۔ اور مع اس کے یہ احادیث اس مضمون کے اعتبار سے تائید یافتہ ہیں کہ جو ان دیگر احادیث سے مستفاد ہوتا ہے۔ جو احادیث ذریت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے خمس کے مشروع ہونے کی حکمت کے بیان پر مشتمل ہیں اور اس مطلب کے بیان پر شامل ہیں کہ خمس ذریت کو زکوۃ کے عوض لوگوں کی چرک اور میل سے بچانے کی خاطر اور ان کی آبرو کو محفوظ رکھنے کی خاطر عطا ہوا ہے۔ بلکہ یہ احادیث سے بھی تائید یافتہ ہیں کہ آئمہ ہُدیٰ علیھم السلام کے خمس پر قبضہ کرنے اور وصولی کرنے کے لئے اطراف دنیا میں وکیل مقرر ہوئے تھے۔ بالخصوص غیبت صغریٰ کے زمانہ میں جو کہ ستر برس سے کچھ زیادہ مدت رہا۔ کہ اس زمانے میں نواب اربعہ " حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے چار نائب " خمس وصول کیا کرتے تھے۔ اور حضرت حکیم شریف کے مطابق ان کے متعلق عمل بجالاتے تھے جیسا کہ اس کا مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اعتراف کیا اور دیگر علماء نے بھی۔ بلکہ اس زمانہ میں خمس کے واجب ہونے پر خود قرآن کریم کے ظاہر سے بھی استدلال کیا گیا ہے اور ان احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ جو مثل

قرآن حتمی اور یقینی دلالت رکھتی ہیں جیسے کہ خمس کی تقسیم پر دلالت کرنے والی احادیث ہیں،اور دیگر مضامین کی احادیث۔

سابقہ بحث کا نتیجہ:

ان تمام احادیث سے مثل روزِ روشن ثابت ہے کہ زمانہ غیبت کبریٰ میں بھی خمس کا وجوب برقرار ہے اور اس کا ادانہ کرنیوالا اور اپنے لئے حلال سمجھنے والا آئمہ کے نزدیک مستحق لعنت ہے اور مراد اس سے ان سات چیزوں کا خمس ہے جن کا تذکرہ سابقا گذر چکا ہے۔ ہاں ان سات چیزوں کے علاوہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا خمس آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے حکمت اور مصلحت کے باعث شیعہ کے لئے بھی معاف فرمایا ہے۔ جن کا بیان حسب ذیل ہے۔

ازروئے حکمت جن چیزوں کا خمس معاف ہو گیا ان کا بیان:

شیعہ کے لئے مصلحت و حکمت کے تحت آئمہ ہدی علیہم السلام نے جن چیزوں سے خمس کو معاف فرمایا ان کی پہلے دو قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ ایک وہ چیزیں جن کی معافی وقتی طور پر ہوئی اور زمانہ حاضر میں ان کا خمس معاف نہیں بلکہ برقرار ہے،

۲۔ دوسرے وہ چیزیں ہیں جن کا خمس آج اس زمانہ میں بھی معاف ہے۔

قسم اوّل کا بیان:۔

بعض آئمہ علیہم السلام نے اپنے اہل زمانہ کے مومنین کے لئے ان کے حالات کی تنگی اور شدت وغیرہ کے تحت حسب مصلحت بعض یا سب چیزوں کا خمس معاف فرمادیا تھا جو کسی ایک شخص یا اسی زمانہ والے لوگوں کے لئے مخصوص معافی تھی۔ بعد کو آنے والے زمانہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ بہرحال یہ معافی اشخاص یا زمانہ کے اعتبار سے مقید معافی تھی۔ اس پر دیگر اشخاص اور دیگر زمانوں جو قیاس نہیں ہوسکتا اور اس معافی پر دلالت کرنے والی حدیث ملاحظہ ہو:

" عن ابی جعفر علی ابن مھزیارقال قرات فی کتاب لابی جعفر علیہ السلام من رجل یسئالہ ان یجعلہ فی حل من ماکلہ ومشربہ من الخمس فکتب بخطہ من اعوزشیء من حقی فھوفی حل "۔[1]

ابو جعفر علی ابن مہزیار سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کا ایک خط پڑھا۔ جو ان کی طرف کسی شخص نے لکھا تھا اور اس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ حضرت ! مجھے کھانے پینے کی چیزوں کا خمس معاف فرما دیجئے۔ تو آپ نے اپنے خط شریف سے تحریر فرمایا کہ جو شخص میرے خمس کی ادائیگی کے باعث تنگ دستی اور بدحالی میں واقع ہو جائے تو اس کے لئے خمس معاف ہے۔

1تہذیب الاحکام :ج6:ص202- جو اہر الکلام :ج3:ص149

اس حدیث کو علماء کرام نے تنگ دستی کی حالت میں خمس کی معافی پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو مستمسک العروۃالوثقیٰ :ج6: ص606پر لکھتے ہیں :

" وبین مایختص بحال الضیق والاعواز کصحیح ابن مهزیار قرات فی کتاب لابی جعفر علیه السلام من رجل الی آخر مامر"۔

کہ معافی کی بعض صورتیں وہ ہیں جو تنگدستی اور بدحالی کی حالت سے خاص ہیں۔ جیسا کہ علی ابن مہزیار کی حدیث ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ایک خط پڑھا جو آپؑ کی طرف کسی شخص نے لکھا تھا۔ اور بعد کو گذشتہ پوری حدیث کا مضمون منقول ہے۔

نیز ملاحظہ ہو کتاب جواہر الکلام :ج3: ص132:

"وفی مکاتبة ابن مهزیار فی الصحیحة الطویلة المشتملة علی اباحة نوع من الخمس للشیعة فی بعض السنین قال فیها وانما اوجبت علیهم الخمس فی سنتی هذه من الذهب والفضة التی قدحال علیها الحول ولم اوجب ذلك علیهم فی متاع ولا آنیة والادواب ولا خدم ولا ربح ربحه فی تجارته ولاضیعة الا ضیعة ماضرلك امرها تخفیفا ومنّاً منی علیهم بما یغتال السلطان من اموالهم ولما ینوبهم فی ذاتهم واما الغنائم والفوائدفهی واجبة علیهم فی کل عام قال الله تعالیٰ واعلموا انما غنتم من شئی الخ آخر مافی الحدیث "۔ [1]

1تہذیب الاحکام :ج1:ص258۔مستمسک العروۃ الوثقیٰ :ج6: 608

علی ابن مہزیار کے خط میں کہ جو ایک صحیح اور طویل حدیث کے متعلق ہے کہ جو حدیث بعض سالوں میں خمس کی بعض قسموں کے شیعہ کے لئے مباح ہونے پر مشتمل ہے۔ اس میں امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے اس سال رواں میں شیعہ پر صرف اس سونے اور چاندی کا خمس واجب کیا ہے۔ جس پر ایک سال کا عرصہ ان کے ہاں گذر چکا ہے۔ اور علاوہ اس کے نہ میں نے اس کے سامان پر واجب کیا ہے، نہ برتنوں پر، نہ چوپاؤں پر، نہ غلاموں پر، نہ تجارت پر اور نہ صنعت کی کمائی پر سوائے اس صنعت کے جس کو عنقریب میں تیرے لئے واضح کروں گا اور ایسا میں نے مؤمنین کی تخفیف کی خاطر کیا ہے اور بادشاہ جو کچھ ان کے اموال سے حاصل کرلیتا ہے۔ اس کے بدلے میں ان پر احسان کرنے کی خاطر اور ان کی ضرورتوں کی جو دوران سال میں ان کو لاحق ہوتی ہیں ان کی خاطر میں نے ایسا کیا ہے کہ ان چیزوں کا خمس واجب نہیں کیا۔ اور رہے دارالحرب سے بذریعہ قہر وغلبہ لوٹے ہوئے اموال اور دیگر فوائد۔ سوان کا خمس ان پر ہر سال واجب ہے۔ کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا: واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ الخ "۔ کہ یقین جانو کہ تم جو فائدہ بھی حاصل کرتے ہو۔ خواہ دارالحرب سے بذریعہ قہر وغلبہ لوٹے ہوئے اموال ہوں یا دیگر فوائد۔ سب کا خمس واجب ہے۔ الیٰ آخر مافی الحدیث۔

یہ حدیث سابقاً معنی غنیمت کے بیان میں تہذیب الاحکام اور مستمسک العروۃ سے گذر چکی ہے۔

اس حدیث سے معافی کا زمانہ اور انواع خمس ہر دو کے لحاظ سے مقید ہونا ثابت ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس کی مصلحت بھی بتا دی گئی ہے۔ کہ یہ معافی بادشاہ کی زیادتی اور دیگر وقتی ضرورتوں کے پیش نظر مؤمنین کے لئے آسانی اور تخفیف کی خاطر عمل میں لائی گئی تھی۔ نیز ان ہر دو احادیث سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ نبیؐ اور امامؑ کو قدرت کی طرف سے یہ اختیار ہوتا ہے کہ وقتی مصالح کے تحت حقوق واجبہ میں بعض حقوق کو مخلوق خدا کے لئے معاف کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب فرمائے ہوں۔ اور اسی مطلب پر قول باری تعالیٰ: (اَلنَّبِیُّ اَولیٰ بِالمُؤ مِنِینَ مِن اَنفسِهُم)

کی دلالت ہے کہ نبیؐ کو مؤمنین کے نفوس پر خود ان سے بھی زیادہ حق تصرف حاصل ہے کیونکہ جب ان کے نفوس پر حق تصرف حاصل ہے تو اموال پر تو بطریق اولیٰ ہونا چاہئے۔

بہر حال یہ وہ قسم ہے معافی کی جس کا تعلق ہر زمانہ اور ہر شیئے اور ہر شخص سے ہونا ضروری نہیں۔

3۔ " عن العسکری علیه السلام عن آبائه علیهم السلام عن امیرالمؤمنین علیه السلام انه قال لرسول الله قد علمت یا رسول الله انه سیکون بعدك ملك عضوض وجبر فیستولی علی خمسی من السبی والغنائم ویبیعونه ولا یحل لمشتریه لان نصیبی فیه وقد وهبت نصیبی منه لکل من ملك شیئا من ذلك شیعتی لتحل لهم منافعهم من ماکل ومشرب لتطیب موالیدهم ولاتکون اولادهم اولاد حرام فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ماتصدق احد افضل صدقتك

وقد تبعك رسول اللہ فی فعلك احل للشیعة کلما کان فیه من غنیمة او بیع من نصیبه علی واحد من شیعتی ولا احلها انا وانت لغیرهم "۔[1]

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے آباؤاجداد علیہم السلام سے انہوں نے حضرت جناب امیر المؤمنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے جناب رسالت مآب ﷺ سے فرمایا کہ یا رسولؐ مجھے علم ہو چکا ہے کہ عنقریب آپ کے بعد ظالم سلطنت ہو گی اور جبر و تشدد ہو گا۔ دارالحرب سے قہر و غلبہ کے ذریعہ حاصل شدہ قیدیوں اور دیگر اموال میں میرے خمس پر ظالمانہ قبضہ کر لیا جائے گا۔ اور ان اموال کو وہ فروخت کریں گے حالانکہ وہ خریدنے والے کے لئے حلال نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ ان میں میرا حصّہ ہو گا ور میں نے اپنا حصّہ اپنے شیعہ میں سے ہر اس شخص کو دیا جو ان اموال میں سے کسی چیز کا مالک ہو گا۔ تاکہ شیعہ کے لئے ان سے کھانے پینے کے منافع حلال ہو جائیں اور ان کی نسلیں پاکیزہ ہو جائیں، ان کی اولاد حرام کی نہ ہو۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ: یا علیؑ آپ کے اس صدقہ سے افضل کوئی صدقہ کسی نے اللہ کے دربار میں پیش نہیں کیا اور تیرے اس احسن فعل کی رسول خدا ﷺ نے بھی اتباع کی کہ رسول خداؐ نے بھی اپنے شیعہ کے لئے یہ حلال کر دیا۔ کہ اس زمانہ میں اگر کسی شیعہ کو کوئی غنیمت حاصل ہو گی۔ یا رسول خدا ﷺ کا حصّہ کسی شیعہ کے ہاتھ بیچا جائے گا تو وہ اس کے لئے حلال ہو گا اور پھر میں اور تو دونوں شیعہ کے لئے ہی اس چیز کو حلال کرتے ہیں غیر شیعہ کے لئے نہ میں حلال کرتا ہوں اور نہ تو۔

1جواہر الکلام ج3:ص149و147

4- " عن ابی حمزہ عن الباقر فی حدیث قال ان اللہ تعالیٰ جعل لنا اھل البیت سھا ماثلاثۃ فی الفئی الی ان قال فنحن اصحاب الخمس والفئی وقد حرمناہ علی جمیع الناس ماخلا شیعتنا "۔[1]

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں بیان کیاہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم اہلبیتؑ کے لئے غنیمت میں تین حصّے مقرر فرمائے ہیں۔ لہٰذا ہم خمس اور فئی کے مالک ہیں اور ہم نے یہ خمس اور فئی اپنے شیعہ کے علاوہ دیگر تمام لوگوں پر حرام کیاہے۔

بحث کا نتیجہ:

غرضیکہ یہ اخبار جو حضرت صاحب الامر السلام کے علاوہ دیگر آئمہ علیہم السلام سے مروی ہیں اور خمس کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں یہ خمس کی عمومی حیثیت کے اعتبار سے ہمارے زمانہ غیبت کبریٰ سے تعلق پذیر نہیں بلکہ یہ آئمہؑ کے زمانہ سے مقید ہیں جن آئمہ سے مروی ہیں جیساکہ آقائے محسن الحکیم طباطبائی اعلی اللہ مقامہ نے اس کی تصریح کی ہے اور مزید ملاحظہ ہو کتاب جواہر الکلام: ج1: ص57۔ لکھتے ہیں:

" ولا اخبار التحلیلہ الواردۃ من غیر صاحب الامر علیہ السلام لانھا منزلۃ علی التحلیل منھم فی زمانھم لمن اراد تحلیلہ فلا یفیدنا بالنسبۃ الی زماننا "۔

[1] جواہر الکلام: ج1ص149، 153

اور نہ ہی خمس کے حلال ہونے پر دال ہو سکتی ہیں جو حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے علاوہ دیگر آئمہ سے منقول ہیں۔ کیونکہ وہ احادیث ان آئمہ علیہم السلام کے زمانہ میں ہی صرف ان لوگوں کے لئے حلال ہونے پر محمول کی گئی ہیں جن کے لئے آئمہؑ نے خمس کو حلال کیا تھا۔ لہٰذا وہ احادیث ہمارے اس زمانہ کے لئے خمس کے حلال ہونے کا فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔

نیز اگر ان احادیث کے ذریعے ہر زمانے خمس کی معافی مراد لی جائے تو یہ احادیث گذشتہ ان احادیث کے معارض ہو جائیں گی۔ جن میں حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے توقیعات منقول ہو چکے ہیں کہ زمانہ غیبت میں خمس کا وجوب باقی ہے۔ نیز ان کے علاوہ غنائم سبعہ کے خمس پر دلالت کرنے والی احادیث کا اطلاق بھی ان معافی والی احادیث کے معارض ہو جائے گا۔ نیز قرآن کریم کا اطلاق بھی ان معافی والی احادیث کے معارض ہو گا۔

لیکن اگر معافی والی احادیث کو خاص زمانہ اور مخصوص حالات سے متعلق قرار دیا جائے تو پھر کوئی تعارض پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان احادیث کے ذریعہ مقید زمانے اور مقید اشخاص کی معافی مراد ہے۔

" والمسئلة فی غاية الاشكال اذاباحة بعض الائمه فی بعض الازمنة لبعض المصالح لايدل على السقوط فی جميع الازمان مع انه قددلت الاخبار على انه لم يبيحو اذلك و فی بعض

اخبار الاباحۃ اشعار بتخصیصہا بالمناکح ومادل علی الاباحۃ فی خصوص زمان الغنیمۃ اخبار شاذۃ لاتعارض الاخبار الکثیرۃ"۔[1]

کہ معافی والا مسئلہ نہایت مشکل ہے کیونکہ آئمہ علیہم السلام کا بعض زمانوں میں بعض مصالح کے باعث خمس کا معاف کرنا تمام زمانوں میں خمس کے ساقط ہو جانے پر دلالت نہیں کرتا، مع اس کے گذشتہ احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آئمہؑ نے خمس معاف نہیں فرمایا۔ اور بعض احادیث میں اس امر کا اشارہ موجود ہے کہ معافی کنیزوں کیساتھ خاص ہے۔ اور زمانہ غیبت امامؑ میں خمس کے معاف ہونے پر جو احادیث دلالت کرتی ہیں وہ شاذ ہیں جو کہ عدم معافی پر دلالت کرنے والی بکثرت احادیث کے معارض نہیں ہو سکتیں۔

معافی کی قسم ثانی :

جن چیزوں کا خمس آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے تمام شیعہ کے لئے ہر زمانہ میں مباح فرمایا ہے۔ ایک اعتبار سے ان کی بھی دو قسمیں ہیں جن کا بیان درج ذیل ہے۔

۱۔ ایک وہ کنیزیں جو کفارِ دار الحرب سے جنگ کے ذریعے حاصل ہوں۔

۲۔ دوسرے وہ اموال جو ایسے اشخاص سے شیعہ کے ہاتھ لگیں جو ان اموال کے متعلق وجوب خمس کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں لیکن در حقیقت ان اموال کا خمس ان غیر شیعہ اشخاص پر واجب ہو چکا ہو۔

1مرآۃ العقول : ج1:ص442

ان ہر دو چیزوں میں آئمہ نے خمس شیعہ کے لئے مباح قرار دیا ہے۔

کنیزوں کے خمس کی معافی کا بیان :

آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے شیعہ اور شیعہ کے آباء کے لئے دارالحرب سے لوٹ میں آنے والی کنیزوں کا خمس معاف اور ان سے وطی (مباشرت) شیعہ اور آباء شیعہ کے لئے حلال کردی تھی اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر آئمہؑ کی طرف سے ان کا خمس معاف نہ ہوتا تو ان سے وطی حلال نہ ہوتی بلکہ ان سے وطی زنا قرار پاتی اور ان سے ہونیوالی اولاد پھر حلال زادہ اور نجیب نہ ہوتی۔ لہٰذا آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے شیعہ پر کمال شفقت اور مہربانی کے تحت ان کنیزوں کا خمس معاف فرما کر ان سے وطی شیعہ اور شیعہ کے آباء کے لئے حلال کردی تاکہ شیعہ کی نسل نجیب اور آلائش زنا سے پاکیزہ رہے۔ ذیل میں اس مطلب پر دلالت کرنے والی احادیث اور علماء کے اقوال کو درج کیا جاتا ہے:۔

1۔" خبرالفضیل قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام قال امیرالمؤمنین لفاطمۃ علیہا السلام احلی نصیبک من الفیئ لآباء شیعتنا لیطیبوا ثم قال ابوعبداللہ علیہ السلام انا قد احللنا امھات شیعتنا لآبائھم لیطیبوا"۔[1]

فضیل کی حدیث ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امیرالمؤمنینؑ نے جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا سے ارشاد فرمایا کہ اپنا فئی کا حصہ ہمارے شیعہ کو

1جواہر الکلام :ج3:ص149

بخش دیجئیے۔ تاکہ ان کی نسلیں پاکیزہ ہو جائیں۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک ہم نے اپنے شیعہ کی ماؤں کو ان کے آباء کے لیے حلال کر دیا ہے تاکہ وہ طیب وطاہر ہو جائیں۔

2۔"عنه ابی جعفر عن الحسین ابن سید عن فضالة ابن ایوب عن عمرابن ابان الکلبی عن ضریس الکناسی قال قال ابوعبداللہ علیه السلام اتدری من این دخل علی الناس الزنافقلت لاادری فقال من قبل خمسنا اهل البیت الا لشیعتنا الاطیبین فانه محلل لهم ولمیلادهم"۔[1]

اسی سعد ابن عبداللہ سے روایت ہے اس نے ابو جعفر سے اس نے حسین ابن سعید سے اس نے فضالہ ابن ایوب سے اس نے عمر ابن ابان کلبی سے اس نے ضریس الکناسی سے روایت کی ہے۔ کہاکہ فرمایا: مجھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے کہ لوگوں پر زنا کہاں سے داخل ہوگیا؟ میں نے عرض کیا نہیں جانتا ہوں توفرمایا کہ ہم اہل بیت رسولؐ کے خمس کی جہت سے زنا ان پر داخل ہوگیا ہے مگر ہمارے پاکیزہ شیعہ اس سے محفوظ ہیں کیونکہ یہ خمس ان کی وجہ سے اوران کی ولادت "کو پاکیزہ کرنے" کی وجہ سے ان پر حلال کر دیا گیا ہے۔

1تہذیب الاحکام :ج 1:ص256-اصول الکافی مع مرآة العقول :ج1:ص447-الاستبصار :ج2:ص57)

اس حدیث کے متعلق آقا سید محسن حکیم صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مستمسک العروۃالوثقیٰ: ج6ص606۔

"اوتحلیل المناکح کخبر ضریس الکناسی قال ابو عبداللہ علیہ السلام اتدری من این دخل علی الناس الزنا فقلت لاادری فقال من قبل خمسنا اھل بیت الالشیعتنا الاطیبین فانہ محلل لھم ولمیلادھم ونحوہ خبرابی خدیجہ قال رجل حلل لی الفروج ففزع ابوعبداللہ علیہ السلام فقال لہ رجل لیس یسئالك ان یعترض الطریق انما یسئلونك خادمة یشتریھا اوامراۃ یتزوجھا اومیراثا یصیبہ اورتجارۃ اوشیئا اعطیہ فقال علیہ السلام ھذالشیعتناحلال الشاھد منھم والغائب والمیت والحیٔ "۔ (الحدیث)

کہ یہ خمس کا حلال ہونا عورتوں سے وطی کرنے والے معاملہ سے تعلق رکھتا ہے جیسے کہ ضریس کناسی کی حدیث ہے۔۔۔اس کے بعد مذکورہ بالا پوری حدیث لکھی ہے اور پھر فرمایا کہ اسی کی مثل ابوخدیجہ کی حدیث ہے۔ کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے کہا کہ میرے لئے عورتوں کی شرمگاہ حلال کردیجئے تو آپؑ گھبرا گئے تو ایک دوسرے شخص نے عرض کیا کہ حضرت یہ آپ سے کسی ناجائز طریقہ کا سوال نہیں کرتا۔ یہ توآپؑ سے اس کا سوال کرتا ہے کہ کوئی کنیز خریدے یا کسی عورت سے شادی کرے توآپؑ اپنے خمس کے حصہ کے اعتبار سے اس کے لئے حلال کیجئے۔ یا کوئی میراث یا تجارت غیر شیعہ سے حاصل کرے یا

کوئی چیز عطیہ میں ان سے حاصل کرے تو وہ خمس کے لحاظ سے حلال فرمائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے سب شیعہ غائب، حاضر، زندہ، مردہ سب کے لئے حلال ہے۔

3۔" ونحوہ خبرابی خدیجہ قال رجل حلل لی الفروج ففزع ابوعبداللہ علیہ السلام فقال لہ رجل لیس یسئالك ان یعترض الطریق انما یسئالك خادمة یشتریھا اوامراۃ یتزوجھا اومیراثا یصیبہ اوتجارۃ او شیئا اعطیہ فقال علیہ السلام ھذا لشیعتنا حلال الشاھد منھم والغائب والمیت والحی ومایولد منھم الی یوم القیمة "۔[1]

اوراسی کی مثل ابو خدیجہ کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے امام جعفرصادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! میرے لئے عورتوں کی فرج حلال کردیجئے تو آپؑ بے چین ہو گئے۔ اس پر ایک دوسرے نے عرض کیا کہ حضرتؑ! یہ آپ سے ناروا طریق کے درپے ہونے کا سوال نہیں کرتا بلکہ یہ آپؑ سے یہ سوال کرتا ہے کہ کوئی خادمہ لوٹ میں آئی ہو یا دیگر طریق سے واجب الخمس کسی " غیر شیعہ " سے خریدے یا کسی ایسی کنیز سے شادی کرے یا کسی غیر شیعہ کی واجب الخمس میراث پائے یا غیر شیعہ سے تجارت کے سلسلہ میں خریدے اور ان کی طرف سے کوئی چیز عطا کی جائے تو آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے شیعہ کے لئے حلال ہے اور وہ یہاں حاضر ہوں یا غائب اور خواہ وفات پاچکے ہوں یا زندہ سب کے لئے حلال اور ان سب کی ولادت کو ہم نے پاکیزہ کردیا جو تاروز قیامت پیدا ہوں گے۔

1مستمسک العرۃ الوثقیٰ :ج2:ص606- تہذیب الاحکام :ج 1:ص257- جواہر الکلام :ج3:ص149- الاستبصار :ج2ص57

"پس یہ ان کے لئے حلال ہے۔ اور قسم بخدا کہ یہ اسی کے لئے حلال ہوتا ہے جس کے لئے ہم حلال کریں۔ ورنہ ویسے ہم سے کسی نے اس کے متعلق کوئی عہد یا میثاق نہیں لے رکھا ہے۔ یہ حدیث زیادہ شرح اور مکمل ترجمہ تحریر کرنے کے لئے دوبارہ لکھ دی گئی۔

4۔" عن حسین ابن سعید عن محمد ابن ابی عمیر عن الحکم ابن علیا الاسدی قال ولیت البحرین فاصبت بہا ما لا کثیرا فانفقت واشتریت ضیا عا کثیرا واشتریت رقیقا وامہات اولا د فولدلی ثم خرجت الی مکۃ فحملت عیالی وامہات اولادی ونساءی وحملت خمس ذلک المال فدخلت علی ابی جعفر علیہ السلام فقلت انی ولیت البحرین فاصبت بہا مالا کثیرا واشتریت متاعا واشتریت رقیقا واشتریت امہات اولادوولدی وانفقت وھذا خمس ذلک وھولاء امہات اولادی ونساءی قداتیتک بہ فقال اما انہ کلہ لنا وقد قبلت ما جئت بہ وقد حللتک من امہات اولادک ونسائک وما انفقت وضمنت لک علی وعلی ابی الجنۃ "۔[1]

حسین بن سعید نے محمد بن ابی عمیر سے اس نے حکم بن علیا اسدی سے روایت کی ہے۔ کہا کہ میں بحرین کا والی بنایا گیا تھا تو میں نے وہاں بہت کچھ مال حاصل کیا۔ اور اسے خرچ کیا، بہت سی جائیدادیں خریدیں، غلام خریدے، کنیزیں خریدیں جن سے میری اولاد ہوئی۔ پھر میں نے سفرِ مکہ اختیار کیا۔ اور اپنے عیال، اولاد والی کنیزوں اور اپنی عورتوں کو ہمراہ لیا اور اس مال کا

1 تہذیب الاحکام :ج 1: ص257- الاستبصار :ج2:ص58

خمس بھی لیا۔ حتیٰ کہ میں ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مجھے بحرین کا والی بنایا گیا تھا تو میں نے وہاں بہت کچھ مال حاصل کیا۔ سامان خریدا، غلام خریدے، کنیزیں خریدیں جن سے میری اولاد ہوئی اور دیگر اخراجات کئے اور یہ اس مال کا خمس ہے۔ یہ میری اولاد والی کنیزیں ہیں اور یہ میری عورتیں ہیں جو میں سب آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ ہمارا مال اور ہماری ملکیت ہے اور جو کچھ تو لایا ہے وہ میں نے قبول کیا اور تیری یہ کنیزیں اور عورتیں تیرے لئے حلال کردیں۔ اور جو کچھ تو خرچ کرچکا ہے یا جس کا ضامن ہوا ہے سب تیرے لئے حلال کیا اور مجھ پر اور میرے والد ماجد پر تیرے لئے جنت " قدرت کے دربار سے لے دینا " واجب ہے۔

5۔ " سعد ابن عبداللہ عن ابی جعفر عن محمد ابن سنان عن صباح الازرق عن محمد ابن مسلم عن احدھما علیھم السلام قال ان اشد مافیہ الناس یوم القیمۃ ان یقوم صاحب الخمس فیقول یا رب خمسی وقد طیبنا ذلك لشیعتنا لتطیب ولادتھم ولتزکوا اولادھم " ۔[1]

سعد ابن عبداللہ نے ابو جعفر سے اس نے محمد ابن سنان سے اس نے صباح ارزق سے اس نے محمد ابن مسلم سے اس نے امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہم السلام میں سے کسی ایک امامؑ سے روایت کی کہ بروز قیامت لوگوں پر سب سے سخت مصیبت اس وقت ہوگی جبکہ صاحب خمس کھڑے ہو کر فریاد کرے گا کہ پروردگار! میرا خمس کیوں ادا نہ کیا گیا اور یہ خمس " جہاں

1 تہذیب الاحکام :ج1:ص256۔ اصول الکافی :ج1:ص447۔ برحاشہ مرآۃ العقول ۔ الاستبصار :ج2:ص57۔ من لایحضرہ الفقیہ ۔ تفسیر البرہان :ج1:ص398۔ مثلہ تغیر یسیر ج:ج1:ص400

تک نسل کی پاکیزگی کا تعلق ہے "ہم نے اپنے شیعہ کے لئے حلال کردیا ہے تاکہ ان کی نسل پاکیزہ ہو جائے۔

6۔ " عن محمد ابن الحسن عن عبداللہ ابن القاسم الحضرمی عن عبداللہ ابن سنان قال قال ابوعبداللہ علیہ السلام علی کل امرء غنم او اکتسب الخمس مما اصاب لفاطمة علیھا السلام ولمن یلی الصدقة حتی الخیاط لیخیط قمیصا بخمسة دوانیق فلنا منھا دانق الامن احللنا من شیعتنا لیطیب لھم بہ الولادة انہ لیس من شیء عنداللہ یوم القیمة اعظم من الزنا انہ لیقوم صاحب الخمس فیقول یارب سل ھؤلاء بما نکحوا"۔[1]

اسی محمد ابن علی سے روایت ہے اس نے محمد ابن حسن سے اس نے عبداللہ ابن قاسم الحضرمی سے اس نے عبداللہ ابن سنان سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ جناب ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ ہر شخص جو فائدہ حاصل کرے یا کوئی چیز کمائے اس پر جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا کے لئے اور آپ کی اولاد میں سے ان کے لئے جو آپ کے امر کے والی اور تمام لوگوں پر حجت خدا ہیں خمس واجب ہے۔ اور یہ ان کے لئے خاص ہے جہاں چاہیں اسے صرف کرسکتے ہیں۔ اور صدقہ "زکوۃ مال اور زکوۃ فطرہ" ان پر حرام کیا ہے۔ اور خمس سب پر واجب ہے۔ حتیٰ کہ کوئی درزی پانچ دانق پر ایک قمیض سیتا ہے تو اس پر ایک دانق "خمس واجب" اور ہمارا مال ہے۔ "ہاں" مگر شیعہ کی نسل پاکیزہ کرنے کے سلسلہ میں جس چیز کا خمس ہم اپنے شیعہ کے لئے حلال کردیں وہ معاف ہے تاکہ وہ زنا سے بچ جائیں۔ کیونکہ روزِ قیامت اللہ

1 تہذیب الاحکام :ج1:ص252-جواہر الکلام :ج3:ص131- تفسیر البرہان :ج1:ص398

تعالیٰ کے دربار میں زنا سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ بے شک مالک خمس بروزِ قیامت کھڑے ہو کر دربار رب العزت میں احتجاج کرے گا۔ کہ پروردگار! ان لوگوں سے سوال فرماکہ انہوں نے کس طریقے سے اپنی کنیزوں کی وطی کو حلال سمجھا تھاجب کہ اس میں ہمارا خمس کا حق بھی تھا۔

نوٹ:۔ خمس کے آئمہؑ کیساتھ خاص ہونے کے یہ معنی ہیں کہ سارے خمس کے تصرف کی ان کو ولایت حاصل ہے اور تقسیم کا ان کو حق اور اصناف ثلاثہ یعنی ایتام، مساکین اور مسافرین بنی ہاشم، ان کے عیال ہیں بلکہ آئمہؑ کو تمام اُمت کے اموال پر بھی اورابدان پر بھی حق تصرف حاصل ہے۔

7۔ " سعد ابن عبداللہ عن ابی جعفر عن العباس ابن معروف عن حماد ابن عیسیٰ عن حریز ابن عبداللہ ابی بصیروزرارۃ ومحمد ابن مسلم عن ابی جعفر قال قال امیرالمؤمنین ھلك الناس فی بطونھم وفروجھم لانھم لم یروو الینا حقنا الا وان شیعتنامن ذلك و آبائھم فی حل "۔[1]

سعد ابن عبداللہ نے ابو جعفر سے، اس نے عباس ابن معروف سے، اس نے حماد ابن عیسیٰ سے، اس نے حریز ابن عبداللہ سے، اس نے ابو بصیر، زرارہ اور محمد ابن مسلم سے، انہوں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے، کہاکہ جناب امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا یہ لوگ "اہل

1الاستبصار: ج2ص59جواہر الکلام: ج1ص149

خلاف " اپنے شکموں اور فروج ہر دو کے لحاظ سے ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے ہماری طرف ہمارا حق خمس ادا نہیں کیا۔ آگاہ رہو کہ ہمارے شیعہ اور ان کے آباء اس معاملہ میں " ہماری طرف سے " حلیت میں ہیں، یعنی ان کے لئے یہ کنیزیں اور واجب التخمیس مال جو ان کے پاس اہل خلاف کے ہاں سے پہنچتا ہے۔ اس کا خمس شیعہ پر واجب نہیں بلکہ یہ مال بلا تخمیس ان کے لئے یہ حلال ہے۔

دوسری چیز :

دوسری چیز جس میں خمس معاف کیا گیا ہے وہ غیر شیعہ سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہونے والے اموال ہیں یعنی وہ اموال کہ جن پر غیر شیعہ کے ہاں خمس واجب ہو چکا ہو لیکن انہوں نے عدم اعتقاد خمس کے باعث ان اموال کا خمس ادا نہ کیا ہو۔ اور پھر وہ کسی طرح خرید وغیرہ سے وہ اموال شیعہ کے ہاتھ آ جائیں تو شیعہ پر ان کا خمس ادا کرنا واجب نہیں کیونکہ آئمہ علیہم السلام نے اس کو معاف فرما دیا ہے۔ حکمت اس میں ظاہراً شیعہ کو سخت حکم سے نجات دینا ہے کیونکہ عموماً غیر شیعہ سے تجارت اور خرید وفروخت کے ذریعہ اموال شیعہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ بناءً علیہ اگر شیعہ پر ان اموال کا خمس بھی واجب قرار دیا جاتا کہ جن کا خمس غیر شیعہ پر واجب تھا اور انہوں نے ادا نہ کیا تھا تو یہ شیعہ کے لئے نہایت دشوار تھا۔ کیونکہ پوری قیمت ادا کرنے کے بعد مال حاصل کرکے پھر اس مال کا خمس غیر شیعہ والا بھی ادا کرنا بڑا دشوار امر ہے۔ اس لئے آئمہ علیہم السلام نے کمال مہربانی سے شیعہ کے لئے اس کو بھی معاف فرما دیا۔ اور اس معافی میں ہر چیز کا حکم برابر ہے خواہ وہ " مناکح " یعنی کنیزیں ہوں یا مکانات

ہوں یا تجارت میں حاصل ہونے والے دیگر اموال ہوں۔ ذیل میں اس مطلب پر دلالت کرنے والی احادیث اور علماء کے ارشادات درج کئے جاتے ہیں۔

کتاب العروۃالوثقیٰ آخر بحث خمس۔ مسئلہ نمبر19 : " اذاانتقل الی الشخص مال فیه الخمس ممن لایعتقد وجوبه کالکافرونحوه لم یجب علیه اخراجه فانهم علیهم السلام اباحوالشیعتهم ذلك سواء کان من ربح تجارة اوغیرها وسواء کان من المناکح والمساکن والتاجراوغیرها"۔

جب کہ کسی شیعہ شخص کی طرف کوئی مال کسی ایسے شخص سے منتقل ہو کر آئے جو اس مال میں خمس کے واجب ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا جیسے کافر یا اسکی مثل اور لوگ کہ اس مال کا خمس ان پر واجب ہو چکا ہو تو شیعہ کے لئے مذکورہ مال پر اس کا خمس ادا کرنا واجب نہیں کیونکہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے اپنے شیعوں کے لئے اس کا خمس مباح فرمادیا ہے خواہ "اس غیر شیعہ پر " تجارت کے منافع ہونے کی حیثیت سے خمس "واجب ہو" یا اس کے غیر کی جہت سے اور خواہ وہ تجارتوں کے اموال ہوں یا مکانات اور کنیزوں "کی قسم سے "ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

جناب آقاسید محمد کاظم طباطبائی اعلیٰ اللہ مقامہ نے نہایت جامع الفاظ میں ایسی خوبی سے مسئلہ کو بیان فرمایا ہے کہ معافی کی ساری چیزیں ایک کلیہ کے تحت رکھ دی ہیں یعنی یہ کہ کسی ایسے شخص سے مال کسی شیعہ کو حاصل ہو کہ جو شخص اس مال میں خمس کے واجب ہونے کا معتقد نہ تھا۔ لیکن در حقیقت اس پر اس کا خمس واجب ہو چکا تھا۔ تو اس شیعہ پر واجب نہیں کہ اس غیر

شیعہ کا خمس ادا کرے خواہ وہ کوئی چیز ہو، کنیزیں ہوں یا دیگر کوئی چیز۔ لیکن اکثر سابقہ احادیث میں خمس مباح کرنے کی علت غائی چونکہ نسل کا پاکیزہ ہونا بیان کی گئی تھی اور اس کا رابطہ کنیزوں سے تھا اس لئے ہم نے کنیزوں کو الگ طور پر بیان کر دیا ہے۔ اب فرمان امام ملاحظہ ہو:

"سعد عن ابی جعفر محمد ابن سالم او سنان عن یونس ابن یعقوب قال کنت عند ابی عبداللہ علیہ السلام فدخل رجل من القماطین فقال جعلت فداك تقع فی الدنیا الارباح والاموال وتجارات ونعرف ان حقك فیها ثابت وانا عن ذلك مقصرون فقال ماانصفناکم ان کلفناکم ذلك الیوم "[1]

سعد نے ابو جعفر سے اس نے محمد ابن سالم یا سنان سے اس نے یونس ابن یعقوب سے روایت کی ہے۔ کہا میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک مرتبہ موجود تھا کہ اتنے میں قماط سازوں میں سے ایک شخص داخل ہوا اور عرض گزار ہوا کہ میری جان حضور پر قربان ہمارے ہاتھوں میں کچھ منافع اموال اور تجارت کی چیزیں واقع ہوتی ہیں جن کے متعلق ہمیں یقین ہوتا ہے کہ آپ کا حق "خمس" ان میں ثابت ہے لیکن ہم اس کی ادائیگی سے قاصر ہیں تو فرمایا کہ آج اس زمانہ میں اگر ہم آپؑ کو اس کی تکلیف دیویں تو پھر ہم نے آپ سے کوئی انصاف نہیں کیا۔

---

1 تہذیب الاحکام :ج1:ص257- من لا یحضرہ الفقیہ :ج2:ص14-الاستبصار:ج2:ص20- مستمسک العروۃ الوثقیٰ : ج2:ص657،606-جواہر الکلام :ج3:ص153،130

نوٹ :۔ قماط، اس شخص کو کہا جاتا ہے جو قماط بنانے والا ہو اور قماط ایک کپڑا ہے جس میں عورت اپنے بچے کو بچپنے میں باندھ کر رکھ دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو المنجد، القماط : " من یصنع القمط للصبیان " یعنی قماط اس شخص کو کہتے ہیں جو بچوں کے لئے قماط بنایا کرتا ہو۔

اس حدیث میں اس قماط نے جن ارباح، اموال اور تجارت کے متعلق حضرت صادق علیہ السلام سے استفسار کیا تھا ان سے مراد وہ اموال تھے جو ایسے غیر شیعہ حضرات سے اس کے ہاتھ لگا کرتے تھے جو ان میں خمس کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ لیکن حقیقت میں ان پر ان کا خمس واجب ہوتا تھا۔ تو شخص مذکورہ نے حضرت سے دریافت کیا کہ ہمیں علم ہوتا ہے کہ اس مال کا پانچواں حصہ مال مذکورہ ہمیں دینے والے کی ملکیت نہیں بلکہ وہ آپ کا حق ہے لیکن اس کا ادا کرنا ہمارے لئے آپ کی خدمت میں نہایت دشواری کا باعث ہے کیونکہ اگرچہ وہ پانچواں حصہ حق آپ کا ہے لیکن ہم اس کی قیمت اور معاوضہ اس غیر شیعہ کے سامنے ادا کرکے اس سے حاصل کرتے ہیں تو پھر آپ کی خدمت میں اس کا ادا کرنا ہمارے لئے دشواری کا باعث ہے تو آپ نے فرمادیا کہ ہم اس کی تکلیف آپ کو نہیں دیتے کیونکہ یہ انصاف ہی سے بعید ہے۔

اس کے ثبوت کے لئے کہ یہ غیر شیعہ سے آنے والے اموال کے متعلق استفسار تھا کلام علماء ملاحظہ ہو :

" اوالتحلیل لما یشتری ممن لا یعتقد وجوب الخمس لما فیه من المشقة العظیمة کخبر یونس ابن یعقوب کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فدخل علیه رجل من القماطین الی ان قال فان قوله علیه السلام ما انصفنا کم ظاهر فی ذلك "۔[1]

آقا سید محسن الحکیم طباطبائی اعلیٰ اللہ مقامہ ان اشیاء کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہ جن میں خمس مباح ہے فرماتے ہیں کہ " یا خمس کا حلال ہونا اس مال سے متعلق ہوتا ہے جو ایسے شخص سے خرید لیا جائے جو اس مال میں وجوب خمس کا قائل نہ ہو کیونکہ " ایک مرتبہ قیمت ادا کرکے پھر اس مال کا خمس ادا کرنا " اس میں بڑی مشقت اور دشواری ہوتی ہے۔ اس تحلیل کا ثبوت جیسے کہ یونس بن یعقوب کی حدیث ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا کہ اتنے میں آپ کے حضور میں قماط سازوں میں سے ایک شخص حاضر ہو ااور " آقائے موصوف نے تمام حدیث کو بیان فرمایا " تاآنکہ فرمایا کہ حضرت کا یہ فرمان کہ " ما انصفنا کم " اس مطلب پر ظاہراً دلالت کرتا ہے کہ اس سے وہ مال مراد ہے جو اعتقادِ خمس نہ رکھنے والے لوگوں سے حاصل کیا گیا ہو۔ کہ ان لوگوں پر واجب شدہ خمس ادا کرنے کی اگر ہم آپ کو مال مذکورہ کے متعلق تکلیف دیں تو یہ مشقت عظیم کا تمہارے لئے باعث ہے اس لئے یہ بات انصاف سے دور ہے۔

1مستمسک العروۃ الوثقیٰ : ج6:ص606

نیز " ثم ان ظاهر الاخبار اومنصرفها الشراء لمن لا یعتقد وجوب الخمس کالکافر والمخالف "۔[1]

پھر ان احادیث کاظاہر ان لوگوں سے مال وغیرہ کو خریدنا ہے جو وجوب خمس کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں جیسے کہ کافر اور مخالف۔

نیز: " وبالجملة لاینبغی التامل فی دعوی اختصاص النصوص بالشراء ممن لایعتقد الخمس وبذلك یرتفع التعارض بینها وبین مادل علی عدم جوازشراء مافیه الخمس فیحمل علی الشراء ممن یعتقد "۔[2]

مختصر یہ کہ نصوص مذکورہ کے ان لوگوں سے مال خریدنے کے ساتھ خاص ہونے کے دعویٰ میں تامل نہیں کرنا چاہئے جو اعتقادِ خمس نہیں رکھتے۔ اور اسی صورت کو اختیار کرنے کے ذریعہ وہ تعارض اُٹھ جاتا ہے کہ جو ان معافی والی نصوص کے درمیان اور ان احادیث کے درمیاں ہے کہ جو ایسی چیزوں کے خریدنے کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں جن میں خمس واجب ہوچکا ہو۔ کیونکہ عدم جواز والی احادیث کو ان لوگوں سے خریدنے کے عدم جواز پر محمول کیا جائے گا۔ جو خمس کا اعتقاد رکھتے ہوں اور " معافی والی ان لوگوں سے خریدنے پر محمول ہوں گی جو اعتقادِ خمس نہیں رکھتے "۔

---

1 مستمسک العروۃ الوثقیٰ :ج6:ص658
2مستمسک العروۃ الوثقیٰ :ج6:ص658

نیز : "و مما ذکرنا یظهران المستفاد من النصوص المتقدمة هو تحلیل الشیعة من الخمس الثابت فیما یکون فی ید غیرهم مطلقا سواء کان المناکح ام المساکن ام المتاجرام غیرها کما ذکر فی المتن بل یظهر من کلماتهم انه من المسلمات بل عن ظاهر البیان انه مما اطبق علیه الامامیة وان حکی عن الاسکافی والحلبی انکار هذا التحلیل من اصله ولعله لان الشبهة موضوعیة والاعتماد فیها علی خبرالواحد غیر ظاهر ولاسیما مع ضعف السند فکثیر منها لکن ذلك لایتم تحلیل المناکح لتواتر النصوص اجمالا بتحلیلها کذا فی الشراء ممن لایعتقد الخمس لقیام السیرة علیه فی الجملة کما عرفت آنفا"۔[1]

ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ سابقہ نصوص کا ماحصل شیعہ کے لئے اس خمس کا حلال ہونا ہے جو ایسے مال میں ثابت ہوا ہو۔ جو غیر شیعہ کے ہاتھ میں تھا۔ عام اس سے کہ وہ مال کنیزیں ہوں جن سے وطی کی جاتی ہے یا مکانات ہوں یا تجارت کی چیزیں ہوں یا کوئی دیگر اشیاء جس طرح کا متن "عروۃالوثقیٰ" میں مذکور ہے بلکہ علماء کے کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امر مسلمات میں سے ہے بلکہ البیان کے ظاہری الفاظ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس مطلب پر تمام امامیہ کا اتفاق ہے اگرچہ اسکافی اور حلبی سے تحلیل کا سرے سے انکار منقول ہے اور شاید یہ انکار انہوں نے اس وجہ سے کیا ہو کہ یہ شبہہ موضوعیہ ہے اور اس میں خبر واحد پر اعتماد کرنا ظاہر کے خلاف ہے۔ خاص کر جب کہ ان نصوص میں سے اکثر کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ انکار مذکورہ کنیزوں کے حلال ہونے کے بارے میں تام نہیں

1مستمسک العروۃ الوثقیٰ : ج6:ص658

ہو سکتا کیونکہ ان کی اجمالی تحلیل کی احادیث متواتر ہیں۔ نیز ان لوگوں سے غیر مخمس مال کے خریدنے اور اس کے حلال ہونے کا بھی انکار نہیں ہو سکتا۔

جو لوگ اعتقاد خمس نہ رکھتے ہوں کیونکہ فی الجملہ اسی پر آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی سیرت قائم رہی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

"وعند ابن ادریس یشتری متعلق الخمس ممن لایخمس فلا یجب علیہ اخراج الخمس لاان یتجرویربح ای اسقاط الخمس من ربح ذلك المتجر"۔[1]

ابن ادریس کا عندیہ ہے کہ مال خمس ایسے شخص سے خریدا جائے جو عدم اعتقاد کے باعث خمس ادا نہیں کرتا تو اس کے مشتری پر اس کا خمس نکالنا واجب نہیں ہے یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرکے اگر نفع اٹھائے تو بھی خمس واجب نہیں ہو گا۔ یعنی اس تجارت کے نفع سے خمس کا ساقط ہو جانا مراد نہیں ہے۔

سابقہ تحریروں سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ خمس کی معافی صرف ان چیزوں کے متعلق ہے کہ جو ایسے لوگوں کے ہاتھ سے شیعہ کو دستیاب ہوں جو ان چیزوں میں وجوب خمس کا اعتقاد نہیں رکھتے خواہ وہ کفار ہوں یا اہل اسلام اور ان چیزوں کی موٹی موٹی دو قسمیں ہیں؛

ا۔ ایک کنیزیں

1جواہر الکلام : ج1:ص151- مرآۃ العقول :ج1:ص 446

۲۔ دوسرے وہ اموال جو ایسے افراد سے ملے ہوں جو خمس کے وجوب کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

اس کے علاوہ اور کسی چیز میں خمس معاف نہیں ہے۔

ملحق نمبر۲(وجوب خمس ضروریات دین سے)

بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ خمس ضروریات دین سے نہیں اور نہ ہی ضروریات مذہب سے ہے تو اس شبہہ کا بہت ہی مدلل جواب تبیان الخمس (تالیف استاد العلماء سید گلاب علی شاہ مرحوم) میں دیا گیا ہے،اس کتاب میں اسی بیان کو نقل کیا جاتا ہے جبکہ ہم نے اسکا جواب اپنی کتاب صحیفۂ خمس میں دیا ہے اس جگہ ہم تبیان الخمس کی بحث کو بعینہٖ بلا تبصرہ استفادۂ عام کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

وجوب خمس کے فی الجملہ ضروری ہونے کی تحقیق:

رسالہ مقام الخمس میں ہم نے بحوالہ کتاب جواہر الکلام نقل کیا تھا کہ وجوبِ خمس فی الجملہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور اس وقت چونکہ ہمارا مقصود صرف وجوبِ خمس کو ضروریا ت دین میں سے ثابت کرنا تھا اور یہ مقصد صرف اتنے حوالہ کیساتھ ثابت ہو جاتا تھا کہ خمس فی الجملہ ضروریاتِ دین سے ہے جس طرح کہ نماز، زکواۃ وغیرہ بھی اسی طرح فی الجملہ ہی ضروری ہونے کے باعث ضروریات دین میں شمار ہوتی ہیں تو ہم نے صرف مذکورہ کتا ب کے حوالہ پر اکتفاء کیا اور ضرورت فی الجملہ کی تحقیق اس مقام پر چونکہ بے محل اور خارج از

بحث تھی اس لئے یہ بحث ترک کردی تھی اور اسی وجہ سے مولوی محمد اسماعیل کا یہ اعتراض لغو تھا کہ رسالہ مذکورہ میں فی الجملہ کا معنی کیوں نہیں سمجھا یا گیا۔

اب ہماری مذکورہ سابقہ تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ وجوب خمس کی ہدایت کا تعلق کفار یعنی ان سے لوٹے ہوئے مال کی بعض جزئیات سے ہے جس کی کافی حد تک تفصیل سابقاً گزر چکی ہے اور یہ بھی واضح ہو چکا کہ مولوی محمد اسماعیل کا تمام مالِ مذکورہ کے متعلق وجوبِ خمس کو ضروری قرار دینا آپ کی جہالت کا ثمرہ ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ وجوبِ خمس کی ہدایت کا تعلق غنیمت کفار کی جن جزئیات سے ہوتا ہے وہ اس لحاظ سے نہیں کہ قرآن کریم سے صرف ان کے ہی خمس کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور دیگر کسی چیز کا ثابت نہیں ہو سکتا اور بوجہ اس کے لفظ غنیمت کا معنی کفار سے لوٹے ہوئے مال کے صرف وہی جزئیات ہیں، جن پر خمس واجب ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اس وجہ سے ہے کہ ان جزئیات میں خمس کا وجوب اس قدر واضح ہے کہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے اور کسی کو اس میں شبہ لاحق نہیں ہو سکتا اور دیگر چھ سابقہ مذکورہ چیزوں کا وجوب بھی قرآن کے ذریعہ ہی ثابت ہے اور قطعی ہے لیکن نظری ہے اس قدر واضح نہیں کہ کسی بھی اہل نظر کو اس کے متعلق شبہ لاحق نہ ہو، اہل بیت رسولؐ کے پیروکار وہ اہل علم کہ جن کو اپنے علم میں ضرس قاطع حاصل ہے اور وہ صائب النظر اور نقطہ حق تک بخوبی پہنچ سکتے ہیں ان کو یقین ہے کہ ساتوں سابقہ مذکورہ اشیاء کے خمس کا وجوب قرآن کریم سے ہی ثابت ہے اور ان کو کوئی شبہ اس میں لاحق نہیں ہو سکتا لیکن جو لوگ اہل بیت رسولؐ کی امامت سے انحراف رکھنے والے یا نیم ملاں ہیں ان کو غنیمت کفار کے علاوہ دیگر

چھ چیزوں یا بعض کے خمس کے اصل وجوب یا وجوب مذکورہ کے متعلق قرآن کریم سے مستفاد ہونے میں شبہ لاحق ہو سکتا ہے۔اس لئے ان چھ چیزوں کے متعلق اصل وجوب خمس یااس وجوب کے قرآن کریم سے مستنبط ہونے کاانکار جب کہ اس کا باعث شبہ ہو تو یہ موجب کفر نہیں۔ ہاں صراط حق سے انحراف اور ضلالت کا باعث ضرور ہے۔ نیز غنیمت کفار سے بعض جزئیات کے متعلق وجوبِ خمس کاانکار بھی صرف یہی نہیں کہ موجب کفر نہیں بلکہ عین حق ہے۔ لہٰذا مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو کچھ تحریر کیا وہ ضلالت تھی، البتہ اگر کسی شخص کو غنیمت کفار کے علاوہ دیگر قسم کے غنائم کے دلائل پر اطلاع ہو جائے اور ان دلائل کے ذریعہ اس کو مذکورہ چھ غنائم وجوب خمس کا یقین ہوجائے۔ کوئی کسی قسم کا شبہ اسے اس بارے میں نہ رہ جائے۔اس وجوب کے حکم شریعت ہونے کا قطع یقینی حاصل ہو جائے اور پھر بھی وہ عمداًاس وجوب خمس کاانکار کرے۔ تو یہ شخص کافر ہو جائے گاخواہ اس کا یہ یقین نظری ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ انکار اس کا تکذیب رسالت کو مستلزم ہےاور یہی وجہ ہے کہ علماء انکار کرنے پر حکم کفر صادر فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ آ قا سید محسن صاحب قبلہ حکیم طباطبائی مدظلہ العالی اپنے ایک فتویٰ میں فرماتے ہی۔(جب یہ کتاب لکھی گئی تو اس وقت مرجع عالی قدر آقائ محسن الحکیم زندہ تھے آپ نے ان کے لئے دعائیہ کلمہ مدظلہ العالی لکھاہے جبکہ آپ ۱۹۶۹میں وفات پا چکے ہیں اللہ ان پر ڈھیروں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے)

"وکذلك الحکم فی انکار الخمس فی بعض الامور المذکورة دون بعض فانه اذا کان عن شبهة لم یوجب الکفر وان کان عن عمد اوجبه"۔

کہ مذکورہ سات امور میں سے بعض کے خمس سے انکار کرنا اور بعض دیگر کا اقرار کرنا اس کا حکم اسی طرح ہے کہ اگر یہ انکار کسی شبہ کے باعث ہے تو موجب کفر نہیں ہوگا اور اگر عمداً انکار کیا ہے تو کفر کو واجب کر دیگا۔

اور انکار عن العمد کی تشریح میں فرماتے ہیں: "انما یکون الانکار عن عمد اذا علم انه مما جاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانکره اما اذا ناقش فی الادلة الدالة علی الوجب ولم یحصل له منها علم بانه مما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانکره لم یکن انکاره موجبا للکفر وان کانت المناقشة ناشئة عن سؤ السلیقة وقلة الفهم"۔

کہ عمداً انکار اس وقت متحقق ہوتا ہے جب اسے یقین ہو جائے کہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درگاہ رب العزت سے لائے ہیں اور پھر اس کا انکار کر دے لیکن جب کہ وجوب پر دلالت کرنے والی ادلہ میں مناقشہ کرے اور اسے یقین نہ ہو سکے کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہنچایا ہوا حکم ہے اور پھر اس کا انکار کرے تو یہ انکار موجبِ کفر نہ ہوگا اگرچہ کہ اس کا یہ مناقشہ بد سلیقہ اور کم فہم ہونے کے باعث پیدا ہوا ہو۔

آقا صاحب قبلہؒ کے بیان مذکور سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بعض صورتوں میں غنیمت کفار کے علاوہ دیگر چھ قسم کے غنائم کے خمس کا انکار بھی موجبِ کفر ہو سکتا ہے لیکن اس صورت کی تشخیص

نہایت مشکل ہوتی ہے اور اس لئے کہ عموماً انکار کرنے والے تحقق شبہ کے مدعی ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس امر کا طے کرنا کہ فی الواقع اس شخص کو شبہ لاحق ہے یا نہیں بہت دشوار ہے، کیونکہ دل کے بھیدوں سے خدا کی ذات ہی واقف ہوتی ہے اور شبہ کے دعویدار کے متعلق خارجی قرائن وغیرہ کے ذریعہ یہ طے کرنا کہ فی الواقع اسے شبہ ہے یا نہیں مشکل امر ہے۔

بس اب کافی حدتک وضاحت ہو گئی کہ انکارِ خمس کس کس صورت میں موجبِ کفر ہوتا ہے، وجوب خمس کی کس صورت کے ساتھ ضرورت کا تعلق ہو سکتا ہے اور کس کے ساتھ نہیں۔ لہٰذا اب میرے خیال میں مولوی محمد اسماعیل صاحب کی سمجھ میں فی الجملہ کا معنیٰ آجائے گا۔

مناکح سے مراد خمس نہیں

سابقاً جن کنیزوں کے خمس کے مباح ہونے کا تذکرہ گزر چکا کہ تحلیل مناکح سے مراد ان کنیزوں کا مہر لینا درست نہیں کیونکہ وہ مہر دو حال سے خالی نہیں یا مونۃ سال یعنی سال کے جائز خانگی اخراجات میں شامل ہوں گے یا نہیں اگر وہ شمار ہوں تو وہ اس نوعیت میں مباح ہو جائیں گے اور بالخصوص ان کی اباحت کا علیحدہ تذکرہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی اور اگر مونہ سال میں شمار نہ ہوں تو پھر ان کا خمس معاف نہیں اس لئے مناکح سے مراد مہر لینا درست نہیں۔

"وامانصوص التحليل العامة فقد عرفت الاشكال فی التمسك بها لمعا رضتها بمادل على عدم حل الخمس الموجب لحملها على ما ورد فيه التحليل بالخصوص ومن ذلك يظهر

الاشكال فی التفسیر الثالث فیما لم یکن من المؤن مضافا الی ان حرمة المھر لا ترتبط بحرمة الزوجة لعدم کونه من ارکان العقد کما ھو واضح فی محله فلا یلزم من تحریمه"[1]

اور لیکن تحلیل خمس کی عامہ نصوص کے ساتھ تمسک کرنے کے بارے میں جو اشکال قائم ہوتا ہے وہ آپ جان چکے ہیں کیونکہ یہ نصوص ان نصوص کے معارض ہیں جو خمس کے حلال نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ چیز اس کی موجب ہے کہ تحلیل کی نصوص کو عموم پر نہیں بلکہ ان خاص چیزوں کی تحلیل پر محمول کیا جائے کہ جن کے متعلق بالخصوص تحلیل وارد ہوئی ہے اور اسی سے مناکح کی تفسیر جو مہر کے ساتھ کی گئی ہے اس میں بھی اشکال نمایاں ہو جاتا ہے جبکہ مہر مؤنہ سال یعنی سال بھر کے جائز خانگی اخراجات میں سے شمار نہ ہو مع اس کے یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ مہر کا حرام ہونا زوجہ کے حرام ہونے کے مستلزم نہیں کیونکہ مہر عقد نکاح کے ارکان میں سے نہیں ہے، اس لئے کہ عقد نکاح اگر بلا مہر واقع ہو جائے تو بھی صحیح متصور ہوتا ہے۔ جیسا کہ اپنے مقام پر اسکی وضاحت ہو چکی ہے لہٰذا تحریم مہر سے تحریم زوجہ لازم نہیں آتی ہے۔

ملخص المسئلہ

مسئلہ تحلیل خمس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ پر اس چیز کا خمس واجب نہیں جو شیعہ کے ہاں ان لوگوں کے ہاں سے دستیاب ہوئی ہو جو وجوب خمس کا اعتقاد نہیں رکھتے خواہ کنیزیں ہوں یا

1مستمسک العروۃ الوثقیٰ:ج٦:ص٦٥٦

مساکن یا تجارت کی چیزیں یا دیگر اشیاء اور سابقاً یہی مفہوم العروۃ الوثقیٰ کی عبارت سے پیش کیا جا چکا ہے اور مزید ملاحظہ ہو،

"مما ذکرنا یظهران المستفاد من النصوص المتقدمة هو تحلیل الشیعة من الخمس الثابت فیما یکون فی ید غیرهم مطلقا سواء کان من المناکح ام المتاجر ام غیرها ذکر فی المتن بل یظهر من کلماتهم انه من المسلمات بل عن ظاهر البیان ان مما اطبق علیه الامامیه"[1]

اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ گزشتہ نصوص سے جو کچھ مستفاد ہوتا ہے وہ شیعہ کے لئے اس خمس کا حلال ہونا ہے جو اسی چیز میں ثابت ہو چکا ہو کہ جو ان کے غیر کے ہاتھ میں تھی اور ان سے ان کو حاصل ہوئی اور حکم علی الاطلاق ہے خواہ وہ چیزیں کنیزیں ہوں یا مکانات یا تجارت کے اموال یا اس کے علاوہ کوئی دیگر شئے جیسا کہ متن میں مذکور ہے بلکہ علماء کے کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم مسلمات میں سے ہے۔ بلکہ بیان کے ظاہر الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم ان احکام میں سے ہے جن پر تمام امامیہ کا اتفاق ہے۔

بس اب واضح ہو گیا کہ جو چیزیں ان اغیار کے ہاتھوں سے دستیاب ہوں جو خمس کے قائل نہیں اور در حقیقت ان پر خمس واجب ہو چکا ہو تو ان اشیاء کا خمس شیعہ پر واجب نہیں

1مستمسک العروۃ الوثقیٰ:ج٦:ص٦٥٨

ملحق نمبر ۳ (خمس نہ دینے والا آئمہ اطہار علیہم السلام کی نظر میں)

ایک اور بحث تبیان الخمس میں کی گئی ہے اور وہ بحث اس بارے میں ہے کہ جو شخص خمس کے وجوب کا قائل ہے لیکن وہ خمس ادا نہیں کرتا جبکہ اس میں خمس ادا کرنے کی تمام شرائط موجود ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ ذیل میں تبیان الخمس کی بحث بعینہٖ پیش خدمت ہے

خمس ادا نہ کرنے والا بہ ارشادات آئمہ ہدیٰؑ ملعون ہے اور آل رسولؐ پر ظلم کرنے والا ہے :

سابقاً جہاں اس امر کی وضاحت ہو چکی کہ منکر خمس کافر ہے وہاں احادیث آئمہ ہدیٰؑ کے ضمن میں اس امر میں تذکرہ بھی گزر چکا ہے کہ خمس ادا نہ کرنے والا، کھاجانے والا ملعون ہے کیونکہ خمس کا نصف حصہ بہر صورت امام علیہ السلام کا مال ہوتا ہےاو رابو الحسن کی حدیث میں سابقاً گزر چکا ہے کہ حضرت صاحب العصر والزمان علیہ السلام کی توقیع میں یہ الفاظ موجود تھے۔

"لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین علی من استحل من مالنا درھما"۔

کہ جو شخص ہمارے مال کا ایک درہم بھی حرام طریقہ پر کھائے اس پر اللہ کی بھی اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی بھی لعنت نازل ہوتی ہے۔

نیز محمد بن جعفر اسدی کی حدیث میں یہ الفاظ گزر چکے ہیں :۔

" اماما سئلت عن امر من يستحل مافی یدہ من اموالنا ویتصرف فیه تصرفه فی ماله من غیر امرنا فعل ذلك فهو ملعون ونحن خصمائه فقد قال النبیﷺ المستحل من عترتی ماحرم الله ملعون علی لسانی ولسان کل نبی مجاب فمن ظلمنا کان من جملة الظالمین لنا لعنة الله علیه یقول الله عزوجل الالعنة الله علی الظالمین "۔

جو شخص ہمارے اس مال کو اپنے لئے حلال سمجھے جو اس کے پاس موجود ہے اور ہماری اجازت کے بغیر اس میں ایسا تصرف کرے جو وہ اپنے مال میں کیا کرتا ہے ۔اس کے متعلق جو تو نے سوال کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ جو ایسا کرے وہ ملعون اور ہم اس کے دشمن ہیں ۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری عترت کی کسی ایسی چیز کو اپنے لئے حلال سمجھے جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے وہ شخص میری زبان پر بھی ملعون ہے اور ہر اس نبیؑ کی زبان پر بھی ملعون ہے جو مستجاب الدعوات ہے کیونکہ جو شخص ہم پر ظلم کرے گا۔ وہ ہم پر ظلم کرنے والوں کے زمرہ میں شمار ہو جائے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گی " کیونکہ " اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہے۔ " الالعنة الله علی الظلمین "

کہ ظالمین پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

نیز امام رضا علیہ السلام کا فرمان بھی گذر چکا ہے جس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

" المسلم من یفی الله بما عهد الیه ولیس المسلم من اجاب باللسان وخالف بالقلب "۔

کہ مسلم کامل وہ ہے جو اس وعدہ کی وفا کرے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے وہ شخص مسلم کا مل نہیں جو زبان سے اعتراف کرے، مگر دل سے مخالفت کرے یعنی مرتبہ عمل میں دل اس کا مخالفت اختیار کرے) اور اس لئے عمل نہ کرے" حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کمالِ اسلام کی خمس ادانہ کرنے والے سے نفی کردی۔

نیز دوسرا فرمان بھی امام رضا علیہ السلام کا گزرچکا جس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

"ما امحل هذاتمحضوننا بالمودة بالسنتكم وتزدرون عنا حقنا جعله الله لنا وجعلنا له وهو الخمس لانجعل احدا منكم فى حل"۔

کہ یہ کس قدر مکاری ہے کہ تم لوگ اپنی زبانوں کے ذریعہ ہماری خالص محبت کا اظہار کرتے ہو اور پھر ہمارے اس حق کو ہم سے ہٹاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مخصوص مقرر فرمایا ہے اور اس کے لئے مخصوص کیا ہے اور وہ خمس ہے ہم کسی کے لئے خمس کو حلال نہیں کرتے۔

امام رضا علیہ السلام نے خمس کوادانہ کرنے کی صورت میں محبتِ اہلبیت علیہم السلام کے دم بھرنے کا نام مکاری رکھا ہے۔

نیز حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی حدیث میں یہ الفاظ گذر چکے ہیں:

"واللہ لیسالنهم الله يوم القيمة عن ذلك سوالا حثيثا"۔

کہ قسم بخدا اللہ تعالیٰ بروز قیامت ان خمس ادا نہ کرنے والے اور خمس کھا جانے والوں سے نہایت سختی سے بازپرس کرے گا۔

یہ ہیں چند ارشادات آئمہ معصومینؑ خمس ادا نہ کرنے والے اور خمس کھا جانے کو حلال سمجھنے والے کے بارے میں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص خمس ادا نہ کرے وہ آئمہ معصومینؑ کے نزدیک ملعون ہے وہ آئمہ معصومینؑ پر ظلم کرنے والا ہے۔ آئمہ معصومینؑ اس کے خصیم اور دشمن ہوں گے، اس کا دعوی محبتِ اہل بیتؑ مکاری ہے۔ وہ کمال اسلام سے خالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بروزِ قیامت نہایت سختی سے بازپرس کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ، تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت نازل ہوتی ہے۔

سابقاً یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ منکرِ خمس کافر ہو جاتا ہے اور اکثر صورتوں میں خمس کی عدم ادائیگی اقرارِ خمس کی صورت میں بھی عدم قبولیتِ اعمال کا باعث ہوتی ہے۔

محبانِ آل رسولؐ سے التماس :

جو لوگ کہ خمس کی ادائیگی کے پابند نہیں اور بایں ہمہ وہ محبت آل رسولؐ کا دم بھرتے ہیں اور آئمہ علیہم السلام کی امامت کے بھی قائل ہیں۔ اگر خمس کے پابند نہ ہونے کی وجہ ان کی لاعلمی ہے تو ہم نے مدلل طور پر حق ان کے سامنے پیش کردیا ہے۔ آیت قرآنی اور احادیثِ آئمہ معصومین و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سات قسم کی چیزوں میں خمس کا واجب ہونا ثابت کردیا گیا ہے۔ علماء اعلام، مجتہدین کرام کے فتاویٰ موجود ہیں۔ جو ہمارے اس بیان کی توثیق کے لئے

شاہد صدق ہیں۔ لہٰذا محبان آل رسولؐ کو چاہیے کہ وہ جن کی محبت کا دم بھرتے ہیں، ناجائز طور پر ان کا حقِ خمس نہ کھائیں۔ کیونکہ ایسی محبت کو آئمہ علیہم السلام نے محبت نہیں بلکہ مکاری سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور خمس کے ادانہ کرنے والوں اور خمس کی عدم ادائیگی کو حلال سمجھنے والوں کے حق میں آئمہ علیہم السلام نے مذکورہ تمام فتاویٰ صادر فرمائے ہیں جو ہم نے نقل کر دیئے ہیں۔

لہٰذا تمام اہل ولاء کو اپنے مولیٰ کے حقوق اور سادات اولادِ رسولؐ کے حقوق کو ادا کرکے اپنے خلوصِ محبت کا ثبوت پیش کرنا چاہیئے۔ نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ وجوب خمس کا تعلق صرف غیر سادات سے ہی نہیں بلکہ جس طرح کہ نماز، روزہ وغیرہ احکام شرعیہ سادات وغیر سادات سب پر واجب ہوتے ہیں اسی طرح خمس سادات پر بھی غیر سادات کی مثل واجب ہوتا ہے نیز زمانہ حاضر کے بعض اہل ایمان خمس سے اسطرح لاپرواہی کر دیتے ہیں کہ کسی مخصوص یوم پر یا ویسے جناب امیر المومنینؑ یا جناب امام حسینؑ یا جناب حضرت عباسؑ یا دیگر کسی معصوم یا امام زادہ کی نیاز حلوہ وغیرہ پکا لیتے ہیں۔ جو عامۃالمؤمنین میں تقسیم کر دیتے ہیں اور ان کو کھلا دیتے ہیں اور پھر اپنے خیال میں یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے حق آئمہ و حق سادات ادا کر دیا۔ حتیٰ کہ خمس بھی اسی نیاز میں ادا ہو گیا۔ حالانکہ اس طریقہ پر خمس ادا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر خمس مثلاً پانچ روپیہ ایک شخص پر واجب ہوتا ہے اور اس نے نیاز کے طور پر مبلغ ایک سو روپے بھی خرچ کر دیا ہے۔ تاہم اس کا خمس اس وقت تک ادا نہیں ہو گا۔ جب تک

کہ وہ خمس کی نیت سے مستحقین سادات کو حصہٴ سادات اور مجتہد جامع الشرائط یا اس کے اجازت یافتہ شخص کو حصہ امام ادا نہیں کرے گا۔

علی ہذا القیاس کئی اہل ایمان مجالسِ امام حسین علیہ السلام، تعزیہ داری اور مخصوص مجالس وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں اور پھر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ بس ہم نے امامؑ کو راضی کر لیا۔ نیز بعض صاحبِ ایمان پانچ دس سادات کی دعوت کرکے ان کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور اس طور سے اپنے آپ کو خمس سے بری الذمہ سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ نہ مجالس وغیرہ کے اخراجات کے ذریعہ خمس ادا ہو سکتا ہے۔ نہ عمومی طور پر دعوتِ سادات کے ذریعہ تا وقتیکہ مذکورہ بالا طریق سے باقاعدگی کے ساتھ سادات اور امام علیہ السلام ہر دو قسم کے حصوں کو ادا نہ کیا جائے۔

لہٰذا اگر کوئی صاحب ایمان یہ چاہتا ہے، کہ اللہ، تمام ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت سے محفوظ رہے اور آلِ محمد علیہم السلام سے اس کی محبت امامؑ کے نزدیک مکاری قرار نہ پائے، بلکہ خاص محبت شمار ہو اور آل رسولؐ پر ظلم کرنے والوں میں اس کا شمار نہ ہو۔ تو فریضہٴ خمس ادا کرنے کی پابندی اختیار کرے۔

ملحق نمبر ۴

(شیعہ امامیہ کے عظیم فقیہ جناب آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم الموسوی الخوئی قدس کا وجوب خمس کے بارے میں تفصیلی بیان)

خمس کے حوالے سے درپیش اشکالات اور ان کے جواب کے حوالے سے عظیم شیعہ فقیہ مرجع عالی قدر حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم الخوئی نور اللہ مرقدہ نے ایک عمدہ بحث کی ہے جو عمومی فائدے کے لئے پیش خدمت ہے

قال السيد الخوئى: يدلنا على الحكم، بوجوب الخمس فى أرباح المكاسب وكل ما يفضل عن موؤنة السنة، بعد الاجماع والسيرة العملية القطعية، المتصلة بزمن أئمة آل بيت عليهم السلام

أولاً؛ الكتاب العزيز، قال تعالى؛ "فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ" فان الغنيمة، بهذه الهيئة، وان امكن ان يقال؛ بل قيل باختصاصها بغنائم دار الحرب اما لغة او اصطلاحاً، وان لم يظهر له أى وجه- الا ان كلمة، غنم- بالصيغة الواردة فى الآية المباركة ترادف ربح واستفادة وما شاكل ذلك فتعم مطلق الفائدة، ولم يتوهم أحد اختصاصها بدار الحرب، ولعل فى التعبير بالشيء- الذى فيه من السعة والشمول ما ترى- اشعاراً الى هذا التعميم، وان الخمس ثابت فى المطلق ما صدق عليه الشيء الربح وان كان يسيراً جداً كالدرهم غير المناسب لغنائم دار الحرب كما لا يخفى ويعضده اطلاق الخطاب فى بعض الآيات السابقة، على تلك الآية وهى قوله تعالى "وَاعْلَمُوا

أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ " وقوله تعالى"*يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا* "فانه عام لجميع المؤمنين لالخصوص المقاتلين

ولا ينافيه ذكر القتال فى الآيات السابقة عليها واللاحقة لها، لما هو المعلوم من عدم كون المورد مخصصاً للحكم الوارد عليه ومن ثمّ اعترف القرطبى فى تفسيره، وكذا غيره بشمول لفظ الآية، لعموم الفائدة والأرباح غير انّه خصصها بغنائم دار الحرب من أجل الاجماع الذى ادعى قيامه على ذلك فاذا كانت هيئة، غنم، عامة فلا جرم كانت هيئة-غنيمة، أيضاً كذلك، اذا لا دلالة فى هيئة فعلية على الاختصاص، وكيفما كام فلا ينبغى التأمّل فى اطلاق الآية المباركة فى حد ذاتها، وشمولها لعامة الأرباح والغنائم-

وتشهد لذلك أخبار كثيرة دلت على انها، أى الغنيمة ، هى الافادة، يوماً فيوماً- والاخبار بهذا الشأن بلغت حد التواتر، فالحكم مما لا ينبغى الاشكال فيه نعم، هاهنا اشكال معروف قد تداول على الالسن ولا سيا فى الأونة الاخيرة وحاصله أن الآية لو كانت مطلقة وكان هذا النوع من الخمس ثابتاً فى الشريعة المقدسة فلما ذا لم يعهد أخذه من صاحب الشرع حيث لم ينقل لا فى كتب الحديث ولا التاريخ ان النبى الاعظم أو أحداً من المتصدين بعده حتى وصية المعظم فى زمن خلافته الظاهرية تصدى لأخذ الأخماس من الأرباح والتجارات كما كانوا يبعثون العمال لجباية الزكاة بل قد جعل سهم خاص للعاملين عليها

فانه لو كان ذلك متداولاً كالزكاة لنقل الينا بطبيعة الحال وان تعجب فعجب انه لم يوجد لهذا القسم من الخمس عين ولا أثر فی صدر الاسلام الی عهد الصادقين حيث ان الروايات القليلة الواردة فی المقام كلها برزت وصدرت منذ هذا العصر، اما قبله فلم يكن منه اسم ولا رسم بتاتاً حسبما عرفت۔

الجواب:

اما بناء علی ما سلكناه من تدريجية الاحكام وجواز تاخير التبليغ عن عصر التشريع بايداع بيانه من النبی صلی الله علیه وآله وسلم الی الامام علیه السلام ليظهره فی ظرفه المناسب له حسب المصالح الوقتية الباعثة علی ذلك، بل قد يظهر من بعض النصوص أنّ جملة من الأحكام لم تنشر لحدّ الآن وأنّها مودعة عند ولی العصر عجل الله تعالیٰ فرجه وهو المامور بتبليغها متی ما ظهر وملا الأرض قسطاً وعدلاً فالأمر علی هذا المبنی، الحاسم لمادة الاشكال۔ ظاهر لا سترة عليه۔

واما مع الغض عن ذلك ، فيرد الاشكال، بابدا الفرق بين الزكاة والخمس نظراً الی ان الاول ملك للفقراء وحق يصرف فی مصالح المسلمين وهو صلی الله علیه وآله وسلم مأمور بالأخذ قال تعالیٰ "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" فقدمة للأخذ الواجب عليه لا محيص له صلی الله علیه وآله وسلم من بعث العمال

لجباية الزکاة، وبالجملة فعلی تقدیر تسلیم عدم بعث العمال لأخذ الأخماس فهذا، أی عدم الأخذ۔ لایکشف عن عدم الوجوب بوجه۔

کیف؟ ووجوب الخمس فی الرکاز مما أطبقت علیه ابناء السنة وعوا فیه روایات کثیرة ومع ذلك لم ینقل ولوفی مورد واحد النبی ﷺ او من بعده بعث احداً لجبایته فعدم البعث والحث للأخذ لازم أعمّ لعدم الوجوب فلا یکشف عنه أبداً علی ان العامة، ابناء السنة قد رووا هذا الخمس عن النبی ﷺ فقد ورد فی صحیح البخاری والترمذی ان رجلاً من بنی عبد قیس جاء الی النبی علیه السلام فلما اراد الانصراف أمره ﷺ بالصلاة والصیام والزکاة واعطاء الخمس مما غنم، فان من الواضح عدم ارادة الخمس من غنائم دار الحرب، لعدم فرض قتال أو غزو، بل المراد خمس الأرباح والمتاجر کما لا یخفی(ویؤیده ما مربنا ان عمر بن عبد العزیز اخذ من العنبر الخمس) والانصاف انه لم یتضح لدینا بعدُ ماذا کانت الحالة علیه فی عصرة ﷺ بالاضافة الی اخذ هذا النوع من الخمس وعدمه؟ فلم یثبت عدم الأخذ، کیف والعهد بعید والفصل طویل وقد تخلل بیننا عصر الامویین الذین بدلو الحکومة الاسلامیة حکومة جاهلیة، ومحقوا أحکام الدین حتی ان کثیراً من الناس لم یعرفو وجوب الزکاة الثابت بنص القرآن کما یحکیه لنا التاریخ والحدیث بل فی صحیح ابی داود وسنن النسائی ان اکثر اهل الشام لم یکونوا یعرفون اعداد الفرائض، وعن ابن سعد فی الطبقات ان کثیراً من الناس لم یعرفو من مناسك حجهم۔

وروی ابن حزم عن ابن عباس انه خطب فی خطب فی البصرة وذکر زکاة الفطرة وصدقة الصیام فلم یعرفوها حتی امر من معه أن یعلم الناس فاذا کان الحال هذه بالاضافة، الی مثل هذا لاحکام التی من ضروریات الاسلام ومتعلقة بجمیع الانام فیما ظنك بمثل الخمس الذی هوحق خاص له ولقرابته ولم یکن من المخلوق العامة کما فی الزکاة بل لخصوص بنی هاشم زادهم الله عزاً وشرفاً فلا غرابة اذاً، فی جهلنا بما کابن علیه امر الخمس فی عصره ﷺ اخذاً وصرفاً۔

الا ان هذا کله لا یکشف عن عدم الوجوب، وان، عدم الوصول لا یلازم عدم التشریع بعد ان نطق به الکتاب العزیز والسنة المتواترہ، ومما یؤکد ذلك انه لا خلاف بیننا وبین الوامة، ابناء السنة، فی عدم جواز دفع الزکاة لبنی هاشم، وان الصدقة علیهم حرام حتی انه لایجوز استعمالهم، استخدامهم، علیها الزکاة، والدافع من سهم العاملین۔

قال ابن قدامة؛ لا نعلم خلافاً فی ان بنی هاشم لا تحل لهم الصدقة المفروضة، وقد قال النبی ﷺ ان الصدقة لاتبتغی لآل محمد ﷺ انما هی اوساخ الناس اخرجه مسلم، وقد رووا، أبناء السنة، فی ذلك روایات متواترة کما وردت من طرقنا ایضاً حسبما تقدم فی کتاب الزکاة، وفی بعضها ان الله تعالیٰ قد عوض عنها الخمس اکراماً لهم وتنزیهاً عن اوساخ مافی ایدی الناس، وفی صحیح المسلم وغیره ان الفضل بن العباس وشخصاً اخر من

بنی ھاشم کانا محتاجین الی الزواج ولم یکن لدیھما مھر فاشتکیا ذلك الی رسول الله ﷺ وطلبا منه اب یستعملھا، أی یستخدمھما، علی الزکاۃ لیحصلا علی المھر من سھم العاملین فلم یرتض ﷺ بذلك بل أمر شخصین أن یزوِ جاھما ابنتیھما منھما وجعل مھرھما من الخمس بدلاً عن الزکاۃ، والروایات بذلك متظافرۃ بل متواترۃ من الطرفین کما عرفت۔

ومنالواضح الضروری أن الحرب لیست قائمة بین المسلمین والکفار مدی الدھر، لیتحق بذلك موضوع الخمس من غنائم دارالحرب فتدفع الیھم وعلیه فلو کان الخمس مقصوراً علی غنائم دارلحرب ولم یکن متعلقاً بما له دوام واستمرار من الأرباح والتجارات فکیف یعیش الفقراء، من بنی ھاشم فی عصر الھدنة الذی ھو عصر طویل الأمد، بعید الأجل، والمفروض تسالم الفریقین علی منعھم عن الزکاۃ أیضاً کما مرّ، اذاً فما ھو الخمس المجعول عوضاً عنھا فی ھذہ الظروف؟ فلا مناص من الالتزام بتعلقه کالزکاۃ بما له دوام واستمرار فی جمیع الأعصار، لتستقیم البدلیة الأبدیة، ولایکون الھاشمی اقل نصیباً من غیرہ ولیس ما ھو کذلك الاعامة الارباح المکاسب حسبما عرفت۔ فتحصل أن الاستشکال فی وجوب الخمس فی وجوب الخمس فی ھذا القسم ساقط بتاتاً۔

ویدلنا علی الحکم ثانیاً جملة وافرۃ من النصوص الّتی عرفت انھا بالغة حد التواتر۔

فمنها موثقة سماعة قال سألت أبا الحسن ﷺ عن الخمس فقال؛ فی کل ما أفاد الناس من قلیل او کثیر۔ ومنها؛ صحیحة علی بن مهزیار سأل عن الخمس فیما أو جب علی اصحاب الضیاع فکتب وقرأه علی بن مهزیار «علیه الخمس بعد مؤونته ومؤنة عیاله» فانها صریحة فی المطلوب، وفی ضؤ هذا البیان الشامل نصل الی هذه النتجة وهی ؛ ان الخمس لا یختص بغنائم دار الحرب بل له نطاق واسع بحسب ما ینطق الکتاب به والسنة۔

ترجمہ:

پہلی بات: اللہ کی باوقار کتاب (قرآن) میں آیا ہے ، فان للہ خمسه وللرسول و لذی القربی والیتامی والمساکین" بلا شک لفظ غنیمت اس خاص شکل و صیغہ میں کہ فرمایا گیا" غنمتم" اگرچہ یہ بات کہی جا سکتی ہے بلکہ ایسا کہا گیا ہے کہ " غنمتم "کا لفظ جنگی غنائم سے مختص ہے ایسا یا تو لغت کے اعتبار سے ہے یا پھر (فقہ کی) اصطلاح میں ایسا ہے، اگرچہ اسکی کوئی وجہ اور دلیل معلوم نہیں لیکن (جو بات واضح ہے وہ یہ ہے) جبکہ غنم کا صیغہ (شکل) جو آیت مبارکہ میں آیا ہے یہ ربح کے لفظ کا ہم معنی ہے، اسکا معنی منفعت اور استفادہ ہے اور جو بھی اس کے مفہوم کو بیان کرے اس کے ہم معنی ہے پس یہ ہر قسم کے فائدہ کے لئے ہے کسی ایک نے بھی ایسا خیال نہیں کیا کہ اسکا معنی جنگی علاقہ سے حاصل شدہ مال سے مختص ہو سکتا ہے کہ جو عبارت میں " بالشئ" (کچھ چیز، کچھ مال) کی ہے اس میں جیسا کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ معنی و وسعت و

عمومیت و شمولیت کا افادہ ہے (جو کچھ فائدہ ہو، جتنا فائدہ ہو، جس قدر فائدہ ہو) اس پر خمس ہے اگرچہ وہ بہت تھوڑا ہی کیوں نہ ہو جیسے ایک درہم، جو جنگی علاقے سے ملنے والے مال کے لئے بولا جانا مناسب نہیں لگتا یہ بات بڑی واضح ہے اس میں کچھ بھی مخفی نہیں۔

اس بات کو بعض سابقہ آیات میں خطاب کا اطلاق اور عمومیت و تقویت دیتی ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے؛ واعلموا انما اموالکم والاولادکم فتنة" اور اللہ کا قول کہ "یا ایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً"

اس میں خطاب عام ہے جو سب مومنین کو شامل ہے فقط ان مومنین کو خطاب نہیں کیا گیا جو جنگجو ہیں، اس خمس والی آیت میں بھی خطاب عام ہے، جنگ لڑنے والوں اور دوسرے مومنین سب کو شامل ہے

اس آیت (آیت خمس) سے پہلی آیات میں اور بعد کی آیات میں جنگ کا تذکرہ اس سے مفاقات نہیں رکھتا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ مورد (جس جگہ پر کوئی واقعہ ہوا ہے اور اس کا ذکر آیا ہے) اس پر بیان ہونے والے حکم کی تخصیص نہیں کرتا اسی بنا پر القرطبیؒ (اہل سنت کے مفسر ہیں) نے اپنی تفسیر میں اس بات کا اعتراف کیا ہے اس طرح قرطبیؒ کے علاوہ دوسروں نے بھی بیان کیا ہے آیت کا لفظ (اس لفظ کا معنی) عمومی فائدہ اور منافع کو شامل ہے لیکن انہوں نے اس آیت میں "غنم" کے لفظ کو جنگی غنائم سے اجماع (فقہاء کا اجماع) کی وجہ سے

خاص کیا ہے جس کا انہوں نے (قرطبیؒ اور دوسرے اہل سنت مفسرین) نے دعویٰ کیا ہے کہ اس بات پر اجماع موجود ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب "غنم" کا لفظ (غ۔ن۔م) اسکی ہیئت (صیغہ، بناوٹ، ساخت) کا معنی عمومی فائدہ ہے تو حتمی طور پر لفظ غنیمت بھی اسی معنی میں ہوگا کیونکہ فعل کی شکل میں لفظ کا ایک معنی اور مصدر کی شکل میں لفظ کا دوسرا معنی ہو (غَنِم فِعْل ہے، غَنِیْمَۃٌ مصدر ہے) ایسا نہیں ہوتا۔ جو بات بھی کہی جائے لیکن اس بات میں کسی قسم کے تأمل اور تردد کی ضرورت نہیں کہ آیت کا معنی اپنی جگہ پر مطلق ہے اور یہ آیت تمام منافع اور فوائد کو شامل ہے اس پر بہت ساری روایات دلیل ہیں روایات میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ غنیمت سے مراد ہر طرح کا فائدہ ہے جو انسان کسب وکار سے حاصل کرتا ہے اس بارے میں روایات تواتر (ایسا بیان جس میں شک کی گنجائش نہ ہو) کی حد پر ہیں، پس خمس کے وجوب میں کسی قسم کے شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک اشکال اور اعتراض: جی ہاں! اس بارے میں ایک مشہور اعتراض ہے جو زبان زد عام ہے خاص طور پر آخری سالوں میں یہ اعتراض عام ہوا ہے جس کا ماحصل یہ ہے اگر اس آیت میں حکم مطلق ہے اور اس قسم کا خمس، شریعت مقدسہ میں ثابت ہے تو پھر صاحب شریعت (رسول اکرم ﷺ) کی جانب سے خمس کی وصولی کا اقدام کیوں نہ کیا گیا کیونکہ احادیث کی کتابوں، اس طرح تاریخی حوالوں میں کوئی ایسی بات موجود نہیں کہ نبی اعظم ﷺ اور نہ ہی آپ کے بعد جو اس منصب پر براجمان ہوئے (حاکم بنے) اس طرح آپ کے وصی معظم جب ظاہری

خلافت پر آئے تو ارباح تجارت، عمومی منافع اور فوائد سے خمس کی وصولی کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا جس طرح زکوۃ کی وصولی کے لئے عاملین کو بھیجتے تھے بلکہ زکوۃ کے فریضہ میں زکوۃ وصولی کرنے والوں کے لئے باقاعدہ ایک حصہ (عاملین کے لئے) قرار دیا گیا ہے اگر خمس کے فریضہ کے بارے میں بھی ایسا ہوتا تو وہ بات ہم تک بیان ہوئی ہوتی۔ بلکہ بہت تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ خمس کی اس قسم کا (کہ منافع اور ارباح سے خمس وصول کرنا) کہیں پر بھی کوئی نام ونشان موجود نہیں ہے، صدر اسلام اس سے خالی ہے، صادقین (امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ) کے زمانہ سے پہلے کچھ نہیں خمس کے حوالہ سے جو تھوڑی بہت روایات آئی ہیں وہ سب کی سب اسی دور کی ہیں اور اس کے بعد والے زمانوں سے متعلق ہیں لیکن اس سے پہلے انکا کہیں بھی نام ونشان نہیں ہے بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے۔

اعتراض کا جواب: ہم نے احکام (اللہ کے قوانین کا بیان) کے تدریجی ہونے کا نظریہ اپنایا ہے اور یہ کہ تشریع (قانون سازی) کے زمانہ سے اسکی تبلیغ (قانون اور حکم کا اعلان اور اظہار) موٴخر ہو سکتی ہے وہ اس طرح نہیں کہ نبی ﷺ نے اس حکم (قانون) کو (اپنے نائب اپنے وصی) امام کے سپرد کر دیا کہ وہ مناسب موقع پر جب زمانی مصالح اس بات کا سبب بن جائیں تو وہ اس حکم کا اعلان کریں بلکہ بعض نصوص اور روایات سے یہ بات عیاں ہے کہ کچھ قوانین واحکام ایسے بھی ہیں (جنکی تشریح ہو چکی) جنکا ابھی تک اعلان نہیں ہوا وہ احکام (قوانین) حضرت ولی العصر (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے سپرد ہوئے ہیں انکی ذمہ داری ہے کہ وہ ان احکام کو جب ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے تو اس وقت وہ ان احکام کا

اعلان فرمائیں گے (جب کہ اصل قانون سازی اور تشریع نبی اکرم ﷺ صاحب شریعت خود ہی فرما گئے ہیں لیکن اس کا اعلان نہ فرمایا) اس مبنی اور ضابطہ کے تحت اوپر بیان شدہ اعتراض کا جواب بڑا واضح ہے اس میں کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہتا لیکن اس ضابطہ زمینی کو نہ مانیں تو بھی یہ اعتراض وارد نہیں کیونکہ زکوۃ اور خمس میں فرق ہے زکوۃ فقرا کی ملکیت ہے اور ایسا حق ہے جسے مسلمانوں کے مفادات، مصالح میں خرچ کیا جاتا ہے اسکی وصولی نبی اکرم ﷺ پر لازم قرار دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؛ "خذ من اموالهم صدقه" انکے اموال سے صدقہ وصول کرو، بس جن حقوق کی وصولی کو آپ پر واجب قرار دیا گیا تو آپ نے اس کے لئے اقدام فرمایا، اور عاملین مقرر فرمائے اسکے بغیر چارہ ہی نہ تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ آپ ﷺ نے خمس کی وصولی کے لئے نمائندگان مقرر نہیں فرمائے تو خمس کی وصولی کا اقدام نہ کرنا کسی بھی حوالے سے اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ خمس واجب نہیں ہے۔

یہ بات کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے جبکہ رکاز میں خمس پر اہلسنت کے فقہاء کا اتفاق ہے اور اس بارے بہت ساری روایات نقل کی ہیں تاہم یہ بات کسی ایک مورد کے حوالے سے بھی نقل نہیں ہوئی کہ رسول اکرم ﷺ نے رکاز سے خمس وصول کرنے کے لئے کسی کو بھیجا ہو، پس کسی مالی حق کے لئے کسی نمائندے کو نہ بھیجنا اس بات پر دلیل نہیں کہ مالی حق واجب نہ ہو جبکہ فقہائے اہل سنت نے خمس کے حکم کو نبی اکرمؐ سے روایت کیا ہے صحیح بخاری، صحیح ترمذی میں آیا ہے کہ ایک آدمی بنی عبد قیس سے آتا ہے جب وہ آپؐ کے ہاں سے جانے لگا تو آپؐ سے

اسے حکم دیا کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوۃ دو اور جو تم غنیمت پاؤ (لفظ غنم استعمال ہوا ہے جسکا معنی ہے جو کچھ فائدہ پاؤ) تو اس سے خمس دو یہ حکم بڑا واضح ہے کہ اس جگہ جنگی علاقوں سے ملنے والے مال غنیمت کا خمس مراد نہیں بلکہ اس جگہ متاجر، ارباح اور منافع کا خمس مراد ہے جیسا کہ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں (یعنی روایت میں یہ بات واضح ہے اور جس کو کہا جا رہا ہے اس کا تعلق جنگی علاقہ سے نہیں تھا اور نہ وہاں جنگ کا عنوان تھا) اور اس بات کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے جو پہلے گزر چکی کہ ہے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عنبر سے خمس وصول کیا۔

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے لئے ابھی تک یہ بات واضح نہیں ہو سکی کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اس قسم سے خمس (منافع، تجارت، ارباح) لینے یا نہ لینے کے بارے میں صورتحال کیا تھی؟ یہ کس طرح واضح ہو سکتا ہے زمانہ کافی گزر چکا ہے اور اس دور کا فاصلہ طویل ہے ہمارے اور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے دوران بنی امیہ کے حکمرانوں کا دور آجاتا ہے جنہوں نے اسلامی حکومت کو دور جاہلیت کی حکومت میں بدل دیا انہوں نے دینی احکام کو مٹا کر رکھ دیا، اس حد تک ہو گیا کہ بہت سے لوگ زکوۃ کے وجوب کے بارے میں ناواقف تھے، جس کا حکم واضح طور پر قرآن کریم میں موجود ہے، جیسا کہ ہماری تاریخ اور حدیث میں بیان ہوا ہے صحیح ابی داؤد اور سنن نسائی میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ شام کے مسلمانوں کی اکثریت فرائض اور واجبات سے ناواقف تھی، ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ بہت سے لوگ (اس دور میں) حج کے مناسک کے بارے میں آگاہ نہ تھے۔

ابن حزام نے ابن عباسؓ سے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے بصرہ میں لوگوں کو خطاب کیا جب انہوں نے زکوۃ فطرہ کو بیان کیا کہ ماہ صیام کے بعد زکوۃ کا حکم بتایا تو وہ لوگ اس سے آگاہ نہ تھے کہ آپ کے ہمراہ جو لوگ موجود تھے آپ نے ان سے کہا کہ وہ انہیں اسکی تعلیم دیں اگر حال یہ ہوا ایسے احکام کے بارے میں جو ضروریات دین سے ہیں، جن احکام کا تعلق سب لوگوں سے ہے پھر آپ خود سوچیں کہ خمس کا حکم جو کہ ایک خاص حق ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے اپنے لئے اور آپؐ کے قرابت داروں کے لئے ہے اور وہ حق سب لوگوں کے لئے نہیں جیسا کہ زکوۃ کا حکم ہے بلکہ خمس تو فقط بنی ہاشم کے لئے ہے، انکے لئے عزت و شرف قرار دیا گیا اور اسکے مصرف کے بارے میں معلومات نہ ہونا تو جس طرح حالات نبی اکرمؐ کے زمانہ کے بعد گزرے تو اس پر ہمیں کوئی تعجب اور حیرانگی نہیں ہونی چاہیے۔

(جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے) اس سے واضح ہو گیا کہ اس قسم کا اعتراض کہ خمس کے واجب ہونے کو ثابت نہیں کرتا، کسی حکم کا (ہمارے پاس) نہ پہنچنا اس بات کی دلیل نہیں کہ حکم موجود نہیں (قانون موجود نہیں) جبکہ اس جگہ صورتحال ایسی ہے کہ اس کا حکم قرآن مجید میں وجود ہے، سنت متواترہ (ایسی احادیث جو تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں) میں اس فریضہ کا بیان آیا ہے

اس بات کی تائید مزید اس سے ہوتی ہے کہ ہمارے (شیعہ فقہاء) اور فقہاء اہل سنت کا اس بات پر کسی قسم کا اختلاف موجود نہیں ہے کہ زکوۃ سے بنی ہاشم کی امداد نہیں کر سکتے، صدقہ (واجب زکوۃ، غیر سادات کی) بنی ہاشم پر حرام ہے، اس حد تک حرام ہے کہ بنی

ہاشم کو زکوۃ کی وصولی پر بھی نہیں لگایا جاسکتا کہ عاملین والے سہم سے بنی ہاشم کو نہیں دے سکتے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ صدقہ (واجب زکوۃ) آل محمدؐ کے لئے نہیں ہونا چاہیے کیونکہ زکوۃ تو لوگوں کے اوساخ و میل کچیل ہے اس بات کو مسلم (صحیح مسلم میں) بیان کیا ہے، فرزندان اہل سنت (اہل سنت مفسرین) کی احادیث متواترہ کو لیں جیسا کہ ہمارے حدیثی منابع میں بھی موجود ہے اور کتاب زکوۃ میں یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے بعض احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کے بدلے اعزاز واکرام کے لئے خمس قرار دیا ہے کہ زکوۃ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے۔

صحیح مسلم اور دوسری احادیث کتب میں بیان ہوا ہے کہ فضل بن عباس اور ایک دوسرا شخص بنی ہاشم سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے ہیں دونوں کو شادی کی ضرورت تھی، ان کے پاس مہر کے لئے مال نہ تھا دونوں نے رسولؐ سے عرض کیا کہ ہمیں زکوۃ کی وصولی کا کام لگا دیں تاکہ عاملین کے حصہ میں جو رقم ملے اسے مہر پر خرچ کریں لیکن رسول اللہ ﷺ اس پر راضی نہ ہوئے بلکہ دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی بیٹیاں ان دو کے لئے بیاہ دیں اور دونوں کے لئے خمس کے مال سے مہر ادا کیا، زکات سے مہر نہ دیا (اور نہ ہی انہیں زکوۃ وصولی پر لگایا کہ بنی ہاشم پر کسی حوالے سے زکوۃ لینا حرام ہے) اس بارے میں دونوں اطراف سے احادیث کثیر تعداد میں روایت ہوئی ہیں۔ بلکہ دونوں کے ہاں اس مضمون کی احادیث حد تواتر پر ہیں۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ جنگ تو ہر زمانہ میں موجود نہیں ہوتی کہ ہر وقت مسلمان اور کافر آپس میں لڑتے رہیں آخر زمانہ تک اور مال غنیمت سے خمس آتا رہے اور بنی ہاشم کی ضروریات پوری ہوتی رہیں اگر خمس کا فریضہ فقط جنگی غنائم پر منحصر ہوتا اور ایسے اموال پر نہ ہوتا جنہیں دوام و بقاء ہے جیسے تجارتی اموال،ارباح منافع، فوائد تو پھر بنی ہاشم کے فقراء (مساکین، یتامی) کی ضروریات کو کہاں سے پورا کیا جاتا۔ صلح کے زمانہ میں بنی ہاشم اپنی ضروریات کو کس مال سے پورا کرتے ؟ جبکہ صلح کا دورانیہ لمبا اور طولانی ہوتا ہے اس نے ختم بھی نہیں ہونا صلح کو دوام و استمرار ہے (جنگ وقتی اور عارضی ہے) جب طے شدہ بات شیعہ فقہاء اور اہل سنت فقہاء میں احادیث کی روشنی میں یہ ہے کہ بنی ہاشم زکات سے نہیں لے سکتے جیسے بیان ہو چکا ہے تو کیا خمس ہی کا حکم ایسے حالات کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔ اس بارے میں چارہ ہی نہیں کہ ہم اس بات کو قبول کر لیں کہ جس طرح زکوٰۃ ایسے اموال سے متعلق ہے جنہیں بقاء و دوام و تسلسل ہے اور تمام ادوار و زمانوں کے لئے ہے اسی طرح خمس کا فریضہ ہے تاکہ یہ حکم زکات کے حکم کا بدل قرار پائے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور ہاشمی جو اپنے مصارف کے لئے غیر ہاشمی سے کم تر حالت میں نہ ہوں اور یہ سب اس صورت میں ہو سکتا ہے جب خمس کا قانون تمام ارباح، کمائی کے ذرائع کو شامل ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ خمس کے وجوب کے بارے میں اعتراض بے جا ہے خمس فقط جنگی غنائم پر نہیں بلکہ تمام تجارت وارباح، منافع و فوائد وغیرہ پر ہے۔

اس قانون و حکم کے بارے میں بہت زیادہ احادیث موجود ہیں جیسا کہ آپ جان چکے ہیں ان روایات میں سے چند یہ ہیں

۱۔ سماعۃ کی موثقہ ہے راوی نے میں ابو الحسن علیہ السلام سے خمس کے متعلق سوال کیا تو امامؑ نے جواب میں فرمایا؛ ہر اس مال سے ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے چاہے وہ فائدہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔

۲۔ علی بن مہزیار کی روایت صحیحہ میں ہے؛

راوی: میں نے سوال کیا کہ زمینوں کے مالک پر خمس ہے تو آپ نے جواب تحریر فرمایا اور اسے راوی کے لئے پڑھا؛ اس پر خمس واجب ہے، اپنا اور اپنے عیال کا خرچہ نکالنے کے بعد۔

یہ روایت ہمارے مقصد پر بڑی واضح دلیل ہے

بحث کا نتیجہ:

اس تفصیلی بیان کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خمس کا فریضہ جنگی غنائم سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ کار وسیع ہے جیسا کہ اس بات کو قرآن و سنت سے بیان کر دیا ہے۔

تبصرہ از مولف کتاب:

شیعہ امامیہ کے معروف فقیہ اور محقق آیت اللہ السید ابو القاسم الخوئیؒ کا تحقیقی بیان خمس کے فریضہ کی عمومیت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔البتہ ہم نے اس کتاب کے شروع میں ایسے حوالہ جات بھی اپنے قارئین کے لئے پیش کردیئے ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں آپؐ نے زکوۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ خمس کی ادائیگی کا بھی حکم دیا اور جس طرح زکوۃ کی وصولی کے لئے عاملین مقرر کئے اسی طرح خمس کی وصولی کے لئے بھی عاملین مقرر کئے اور خمس دینے والوں کے لئے خمس کی وصولی کی رسیدیں بھی بھجوائیں، لہٰذا خمس کا مالی فریضہ اپنی عمومیت کے ساتھ تمام قارئین پر واضح اور روشن ہے اور اسکی اہمیت پر ناقابل تردید دلائل پیش کردیئے گئے ہیں

ان تمام بیانات کا نتیجہ یہ ہے کہ خمس کا فریضہ صرف جنگی غنائم سے نہیں بلکہ اسکا دائرہ کار تمام فوائد اور منافع کو شامل ہے جو انسان ہر روز حاصل کرتا ہے۔

باب سولہ

کتاب کے متعلق معلومات

کتاب میں استعمال شدہ بعض الفاظ کے معانی

ابن السبیل	ایسا مسافر جو دوران سفر اپنے لئے ضروری اخراجات کا محتاج ہو جائے اور ان اخراجات کا اس کے پاس کوئی ذریعہ موجود نہ ہو جن سے وہ اپنے سفری اخراجات کو پورا کر سکے۔
ارباح مکاسب	سال بھر کی آمدنی میں سے اخراجات منہا کر کے جو کچھ بچ جائے
انفال	نفل کی جمع ہے، ایسے اموال جو رسولؐ یا امامؑ کے لیے خاص ہوتے ہیں
جنگی غنائم	وہ اموال جو مسلمان لشکر رسولؐ یا امامؑ کی اجازت کے ساتھ کافروں پر حملہ کر کے حاصل کرتا ہے
خمس	کسب وکار سے حاصل شدہ مال سے ضروری اخراجات کے بعد جو کچھ بچ جائے اسکا پانچواں حصہ یا بیس فیصد
سیّد	ایسا شخص جس کا شجرہ باپ کی طرف سے بنی ہاشم سے ملتا ہو اور اولاد حضرت فاطمہ زہراء ہو (امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد سے ہو)
غنیمت	ہر ایسا فائدہ اور منفعت جو انسان کو کسب وکار و محنت وکاوش سے حاصل ہو
غوص	دریا یا سمندر سے غوطہ خوری کے ذریعے قیمتی جواہرات نکالنا

فیئ — وہ مال جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کو مل جائے

کافر ذمی — ایسا کافر جو مملکت اسلامی میں رہتا ہو اور مخصوص معاہدہ کے تحت اسلامی مملکت اس کے تحفظ کی ضامن ہو

کنز — ایسا خزانہ جو زمین کے اندر سے دفن شدہ مل جائے

سہم امامؑ — خمس کا وہ حصہ جو امامؑ کے لیے ہوتا ہے اور موجودہ زمانے میں فقیہ جامع الشرائط کو دینا ہوتا ہے

سہم سادات — خمس کا وہ حصہ جو سادات کے فقراء اور مساکین و یتامی و ابناء السبیل کا حق ہوتا ہے

مسکین — وہ مفلس یا نادار شخص جس کے پاس سال کے اخراجات نہ ہوں

فقیر — ایسا نادار شخص جسکے پاس روزمرہ اخراجات کے لئے کچھ بھی نہ ہو

معادن/معدنیات — وہ قیمتی پتھر یا دھاتیں جو قدرتی ردعمل کے تحت زمین میں بنتی ہیں

یتیم — وہ نابالغ بچہ یا بچی جس کا باپ فوت ہو چکا ہو

حرف تشکر:

اسی طرح جناب ڈاکٹر ثاقب اکبر صاحب کی سربراہی میں قائم تحقیقی مرکز "البصیرہ" میں علمی کام کرنے والی ٹیم نے میری درخواست پر اس کتاب کا اوّل سے آخر تک دقیق مطالعہ کیا اور بعض معمولی نوعیت کی تبدیلیوں اور اصلاحات کی نشاندہی کی اور بعض مطالب کے اضافہ کی تجویز بھی دی، چنانچہ ہم نے انکی تجاویز کو عملی جامہ پہنا دیا۔

ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ہماری درخواست کو پذیرائی بخشی اور جناب ڈاکٹر ثاقب اکبر صاحب نے اس کتاب سے متعلق مفید مطالب پر مشتمل اپنی خصوصی تحریر بھی عنایت فرمائی جس کو اس کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔

خداوند انہیں اس کا اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔

کتاب کے بارے تعارفی کلمات

از: ڈاکٹر سید ثاقب اکبر صاحب

صدر نشین البصیرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علامہ سید افتخار حسین نقوی رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان ایک عرصے سے اسلام کے اجتماعی، معاشرتی اور عائلی قوانین ومسائل کے متعلق علمی و تحقیقی خدمات انجام دینے میں مصروف اور مگن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنے دین کی پیش رفت کے لیے ایسے آگاہ اور سوز دل رکھنے والے افراد پیدا کرتا رہتا ہے جو زمان و مکان کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اپنا نقش آفریں فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ جب سے علامہ سید افتخار حسین نقوی، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے رکن بنے ہیں، انھوں نے احساس ذمہ داری اور شناخت وظیفہ کے ساتھ اسی راستے پر سنجیدہ اور اَن تھک کاوشوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ پیش نظر قوانین خمس اس کا ایک نمونہ ہے۔

اسلام کے تمام مکاتب فکر، اصولی طور پر خمس کو اسلامی مالیات کا اہم فریضہ سمجھتے ہیں البتہ اس کی تفصیلات میں فہم کے اختلاف سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ "خمس" قرآن و احادیث میں مذکور ہے۔ سورہ انفال (۴۱) میں ارشاد ربانی ہے:

وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَ لِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ وَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔

اور جان لو کہ جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے، اُس کا پانچواں حصہ اللہ، اُس کے رسول اور قریب ترین رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے روز جس دن دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے تھے، اپنے بندے پر نازل کی تھی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت کے ذیل میں مفسرین نے لفظ "غَنِمۡتُمۡ" پر بڑی بحثیں کی ہیں کہ یہ جنگی غنیمتوں کے ساتھ خاص ہے یا ہر قسم کے منافع کو شامل ہے۔ معاصر مفسر قرآن علامہ شیخ محسن علی نجفی اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

مادہ "غ۔ن۔م" اہل لغت کے نزدیک الفوز بالشیئ بلا مشقۃ کسی چیز کا بغیر مشقت کے حاصل ہونا ہے۔ اسلامی جنگوں کے بعد یہ لفظ جنگی غنیمت میں زیادہ استعمال ہونے لگا۔ لہٰذا جب یہ لفظ قرآن و سنت میں استعمال ہو تو ہم اسے قدیم لغوی معنی میں لیں گے اور اگر اسلامی جنگوں کے بعد اہل اسلام نے اس لفظ کو استعمال کیا تو ہم جنگی غنیمت مراد لیں گے۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

خمس کے سلسلہ میں ان تحریروں کا مطالعہ ضروری ہے جن میں رسول اسلامؐ نے مختلف علاقوں سے آنے والے وفود کو اور مختلف قبائل کو دیے گئے امان ناموں میں جہاں اطاعت رسولؐ، برائت از مشرکین، نماز اور زکات کی پابندی کا حکم دیا ہے وہاں ادائے خمس کا بھی حکم صادر فرمایا ہے۔

شیعہ و سنی ذخیرۂ احادیث میں بھی خمس مذکور ہے۔ ہماری دانست میں صحیح بخاری میں 6 بار خمس کا ذکر آیا ہے نمونہ کے طور پر ایک حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

آمرکم بأربع۔۔ الایمان باللہ۔۔۔ و اقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ و صیام رمضان و أن تُؤ دّوا خمس ماغنمتم۔۔۔ (صحیح بخاری، ح۳۰۹۵)

کہ میں تمھیں چار کاموں کا حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ پھر نماز قائم کرو، زکات دو، ماہ رمضان کے روزے رکھو اور جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے اس کا خمس ادا کرو۔ (مزید احادیث ملاحظہ ہوں ۵۲۳، ۱۳۹۸، ۳۵۱۰، ۴۳۶۹، ۶۱۷۶)

مشہور فلسفی فقیہ ابن رشد اس حوالے سے مسئلہ کی مختلف جہات کا احاطہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جنگ میں رومیوں کے ہاتھوں سے زمین کے علاوہ جو کچھ مال غنیمت قوت کے ذریعہ حاصل کیا جاتا تھا اس کا پانچواں حصہ امامؑ کے لیے ہوتا تھا اور چار حصے مال غنیمت حاصل کرنے والوں کو ملتے تھے کیونکہ اللہ کا حکم ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔۔۔ (الانفال:۴۱)

(اور تمھیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

خمس (پانچواں حصہ) کے سلسلہ میں چار مشہور مسالک کے مطابق علماء کا اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے جیسا کہ آیت میں صراحت ہے۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خمس کے چار حصے کیے جائیں۔ آیت میں فان للہ خمسہ محض افتتاحی الفاظ ہیں۔ یہ کوئی مخصوص قسم نہیں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آج خمس کے تین حصے ہوں گے اور وصال نبویؐ کے بعد رسولؐ اور رشتہ داوں کے دو حصے ساقط ہو گئے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ خمس فئی کی طرح ہے اس میں سے مالدار اور غریب دونوں کو دیا جا سکتا ہے۔ یہ امام مالکؒ اور عام فقہاء کا مسلک ہے۔

چار یا پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کے قائل فقہاء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کے اور رشتہ داروں کے حصوں میں اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ ان حصوں کو ان تمام اصناف میں پھیلا دیا جائے جن کے لیے خمس مخصوص ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسے باقی فوج میں تقسیم کر دیا جائے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ نبیؐ کا حصہ اب امامؑ کو ملے گا اور رشتہ داروں کا حصہ امامؑ کے قرابت داروں کے لیے مخصوص ہوگا۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ یہ دونوں حصے ہتھیاروں اور جنگ کی تیاری پر صرف ہوں گے۔

قرابت سے کون مراد ہیں؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ صرف بنو ہاشم مراد ہیں۔ دوسرے گروہ نے کہا کہ بنو عبد المطلب اور بنو ہاشم دونوں مراد ہیں۔

خمس کے سلسلہ میں اس اختلاف کا سبب کہ آیا خمس مذکور اصناف ہی میں تقسیم ہوگا یا دوسری اصناف کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے؟ یہ ہے کہ آیا ان اصناف کے ذکر سے مقصود ان کے لیے خمس کو متعین کرنا ہے یا ان کے ذریعہ دوسروں کی جانب متوجہ کرنا ہے اور اس کا تعلق خاص کے باب سے ہے جس سے عام مراد لیا جاتا ہے؟ جن فقہا نے کہا کہ اس آیت کا تعلق خاص سے ہے اور اس سے خاص ہی مراد ہے، ان کی رائے ہے کہ منصوص اصناف میں اسے محدود رکھا جائے اور یہی جمہور کی رائے ہے۔ جن فقہاء نے کہا کہ اس آیت کا شمار اس خاص کے باب میں ہے جس سے عام مراد لیا جاتا ہے انھوں نے کہا کہ امام جہاں مسلمانوں کا مفاد دیکھے اسے صرف کر سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کا

حصہ امامؑ کے لیے خاص کرنے والوں کی دلیل وہ روایت ہے جس میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے:

اذا أطعم الله نبيا طعمة فهو للخليفة بعده۔

(جب اللہ کسی نبی کو کچھ کھلاتا ہے تو وہ اس کی موت کے بعد خلیفہ کا ہو جاتا ہے۔)

جن فقہاء نے حصہ نبوی کو بقیہ اصناف میں شامل کرنے یا فوجیوں میں تقسیم کرنے کی رائے قائم کی ہے انھوں نے اس کو اس صنف سے مشابہ قرار دیا ہے جس کے لیے وقف کیا جاتا ہے۔ جن فقہاء نے قرابت سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب مراد لیے ہیں انھوں نے حدیث جبیر بن مطعمؓ سے استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس سے ذوی القربیٰ کا حصہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب میں تقسیم کیا تھا۔" وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو ایک ہی صنف قرار دیتے ہیں۔ جو فقہاء صرف بنو ہاشم کو صنف قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہی وہی لوگ ہیں جن کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔

خمس سے حصہ نبویؐ کتنا ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ پانچواں حصہ مانتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ پانچواں حصہ واجب ہے خواہ وہ تقسیم کے وقت موجود رہا ہو یا غائب رہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ خمس (پانچواں حصہ) بھی نبیؐ کا حصہ ہے اور مال صفی (منتخب) بھی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور حصہ تھا۔ یہ وہ چیز تھی جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت سے منتخب کر لیتے تھے جیسے کوئی گھوڑا، لونڈی یا

غلام۔ روایت ہے کہ حضرت صفیہؓ مال صفی ہی سے پسند کی گئی تھیں۔ علماء کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مال صفی پر کسی کا حق نہیں رہا۔ البتہ ابو ثور کی رائے ہے کہ مال صفی کا حکم وہی ہے جو حصہ نبویؐ کا حکم ہے۔

ابن رشد: بدایة المجتهد و نهایة المقتصد، ترجمہ: ڈاکٹر عبداللہ فہد فلاحی، (لاہور، دارالتذکیر ۲۰۰۹ء) ص ۵۰۴

یہیں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "خمس" کے وجوب پر اتفاق لیکن اس کی تفصیلات میں اسلامی مسالک میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

پیش نظر گراں قدر کتاب "قوانین خمس" میں، مختلف فقہی مکاتب کے نظریے کو ان کے مستند مصادر و مآخذ سے بیان کرنے کے لیے بہت وسیع مطالعہ کرکے مطالب اخذ کیے گئے ہیں۔ پاکستان میں اس سلسلے میں اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد اور لائق تحسین علمی کاوش ہے جسے یقینی طور پر مسلکی تقسیم سے بالاتر پذیرائی حاصل ہوگی۔ اس لائق تشکر خدمت کے بعد دیگر اہل علم و تحقیق اس ضمن میں جب اپنی مخلصانہ علمی کاوشوں کو شامل کریں گے اور اپنی آراء کو دلائل و شواہد سے شامل کریں گے تو یقینی طور پر تکمیل و تتمیم میں اپنا گراں قدر حصہ ڈال رہے ہوں گے۔

پیش نظر کتاب میں خمس کے متعلق قرآن مجید، احادیث نبی کریمؐ اور فرامین آئمہ اہل بیت سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس مسئلے میں شیعہ و سنی مفسرین، محدثین اور فقہاء (جیسے

امام ابو حنیفہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ) کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔ یوں یہ کتاب فقہی آراء کے تقابلی مطالعے کے لیے بھی راہنمائی کرتی ہے۔

کتاب کے آخر میں منابع وماخذ بھی درج ہیں جن سے استفادہ کیا گیا ہے۔

ملحوظ رہے کہ خمس کے وجوب کی حکمت، عہد رسالتؐ میں اس کی ادائیگی اور طریقہ کار نیز مصارف پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔اس طرح یہ کتاب مفید تر ہو گئی ہے۔

علامہ سید افتخار حسین نقوی لائق تحسین ہیں کہ انہوں نے ایسے علمی کاموں کی طرح ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مسلمانوں کے لیے نافع بنائے۔ اس کتاب کے تجزیاتی مطالعے میں البصیرہ کے شعبہ تحقیق کے ریسرچ فیلو مفتی امجد عباس صاحب کے تعاون پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔

اختتامیہ

اللہ کا بے حد و حساب شکر ہے اور وہی لائق حمد ہے کہ اس نے مجھ جیسے کمزور اور کم مایہ کو توفیق دی کہ میں اسلامی مالیات میں خمس جیسے اہم فریضہ کے متعلق ابحاث، مسائل اور قوانین کو صفحہ قرطاس پر مرتب کرکے تشنگان علم و تحقیق کے لئے پیش کروں۔ اس کتاب کی ابحاث میں کوشش کی گئی ہے کہ انہیں سلیس اور آسان زبان میں پیش کیا جائے، پیچیدہ اور گنجلک بحثوں، مشکل محاورات سے گریز کیا جائے، اس کتاب میں جہاں پر ہم نے شیعہ بارہ امامی (فقہ جعفری کے مطابق) کی فقہی آراء کو بیان کیا ہے اور پیش کردہ بنیادی مسائل کو قرآن و حدیث سے مستند قرار دیا ہے تاکہ پڑھنے والے کی خمس کے فریضہ کے بارے میں تشفی و تسلی ہو جائے اور جن کے ذہن میں اس فریضہ کے بارے میں کچھ اشکالات و سوالات ہیں تو ان کا ازالہ بھی ہو جائے اور یہ کوشش بھی کی ہے کہ خمس کے متعلق جو مسائل درپیش ہیں اور اکثر افراد کا ان مسائل سے سامنا ہوتا ہے تو انہیں قوانین کی صورت میں بیان کر دیا جائے۔

ہمیں قوی امید ہے کہ ہماری اس کوشش کو عوام میں بالعموم اور علماء میں بالخصوص پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

میری تمام احباب سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں کمزوری محسوس کریں یا اصلاح اور بہتری کی گنجائش دیکھیں تو وہ مجھے اس سے ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ کی اشاعتوں میں اصلاح کی جاسکے۔

دعا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بحق محمدؐ وآل محمد علیہم الصلوٰۃ و السلام میری اس معمولی سی سعی و کوشش کو قبول فرمائے اور اسکا ثواب میرے والدین اور ہر اس کو پہنچائے جس کا میرے اوپر کسی بھی حوالے سے کوئی احسان اور حق بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ اپنے کرم کے صدقہ میں مجھے **"موسوعہٴ قوانین اسلام"** کو مکمل کرنے کی توفیق دے کہ یہ کتاب موسوعہٴ قوانین اسلام کی چوتھی جلد ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے عدل کے پوری زمین پر نفاذ کے لئے اپنے ولی، خلیفہ، بقیۃ اللہ، صاحب الزمان حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور و قیام کے اسباب جلد مکمل کر دے اور ہمیں ان کے ناصرین و معاونین سے قرار دے، انکے وسیلہ سے ہماری تمام مشکلات کا خاتمہ کر دے اور پورے عالم میں امن قائم ہو، فساد کا خاتمہ ہو، حق کا غلبہ ہو، باطل نابود ہو، ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو اور لاالہ الااللہ کا پرچم لہرائے۔

(آمین)

منابع وماخذ:

☆الاحتجاج ☆احیاء الاحیاء

☆الاسبتصار

☆الاستذکار ☆الاستیعاب ہامش الاصابۃ فی
ترجمۃ النمر بن تولب ☆اسدالغابۃ
☆اشپرنکر
☆الاصابۃ
☆اصول الکافی ☆اصول الکافی مع مراۃ العقول
☆اعلام السائلین
☆الافصاح ☆الاقناع لابن القطان
☆الامامامتاع الاسماع للمقریزی
☆الاموال
☆البحار
☆بحار الانوار ☆بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد
☆البدایۃ والنہایۃ
☆بدائع الصنائع ☆البدیۃ والنہایۃ
☆البرہان
☆البیان للعمرانی ☆تاویلات القرآن، الماتریدی السمرقندی
☆التحقیق فی کلمات قرآن کریم ☆تفسیر ابن کثیر
☆تفسیر الصافی
☆تفسیر آیات الاحکام، شیخ محمد علی السایس
☆تفسیر درّ منثور
☆تفسیر راہنما ☆تفسیر فخر الدین رازی
☆تفسیر قرطبی
☆تفسیر کنز الدقائق و بحر الغرائب
☆تفسیر مجمع البیان
☆تفسیر نور الثقلین ☆تفسیر نور تالیف آقائ محسن قرآئتی

☆تفصیل الشریعۃ فی شرح تحریر الوسیلہ ☆تفہیم القرآن ابو الاعلیٰ مودودی
☆تفیسر البرہان ☆التہذیب
☆تہذیب الاحکام
☆الجمہرۃ ☆جواہر الکلام شرح شرائع الاسلامحوالہ سابق
☆حلیۃ العلماء ☆الخصال
☆دعائم الاسلام
☆رسالات نبویۃ لعبد المنعم خان ☆رسالۃ المحکم والمتشابہ ☆الروض الانف
☆سنن ابن ماجہ مترجم، علامہ وحید الزمان
☆سنن ابوداؤد
☆سنن الکبریٰ للبہیقی ☆السہیلی
☆سورۃ الانفال
☆سیرۃ ابن ہشام ☆السیرۃ الحلبیہ ☆سیرۃ زینی دحلان ہامش الحلبیہ
☆شرائع الاسلام ☆صبح الاعشی ☆صحیح بخاری
☆صحیح حفص بن البکتری ☆صحیح مسلم
☆صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم
☆الطبری ☆الطبقات الکبریٰ
☆العروۃ الوثقیٰ مع المستمسک
☆العقد الفرید ☆فتوح البلدان للبلاذدی
☆فروع الکافی بر حاشیہ مرأۃ العقول
☆الفقہ المقارن(العبادات والاحوال الشخصیہ) سید کاظم المصطفوی
☆الفقیہ ☆قلائد الدرر فی بیان آیات الاحکام بالاثر، محقق علامہ شیخ احمد الجزائری

☆الکافی ☆الکافی فی فقہ اھل المدینۃ

☆الکافی لابن قدامۃ

☆الکامل ☆کنز الاعمال

☆لسان المیزان لابن حجر

☆مثلہ تغیریسیر ☆مجمع البحرین

☆المجمہرۃ

☆المحاسن ☆مختصر اختلاف العلماء

☆المدونۃ الکبریٰ

☆مرأۃ العقول ☆مراتب الاجماع

☆مسالک الافہام الی آیات الاحکام، علامہ شیخ فاضل الجواد الکاظم

☆مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ☆مستدرک الوسائل للعلامۃ النوری

☆مستمسک العرۃ الوثقیٰ ☆مسند احمد

☆معجم البلدان عن کتاب الفتوح لاحمد بن جابر

☆المقدمات الممہدات ☆من لایحضرہ الفقیہ

☆المناقب لابن شہر آشوب

☆منہاج الصالحین للسید محسن طبا طبائی ☆المواھب شرح الزرقانی

☆المہذب للشیرازی ☆نصب الرایہ للزیلعی

☆نہایۃ الاربص

☆نہج الفصاحت ☆الھدایۃ للمرغینانی

☆الوسائل

☆وسائل الشیعہ ☆وسیلۃ النجاۃ۔ آقا سید ابو الحسن اصفہانی اعلی اللہ مقامہ

فہرست مطالب

ابتدائیہ 6

کتاب قوانین خمس 11

اسلام میں فریضہ خمس، قرآن و سنت کی روشنی میں شرعی قوانین اخذ کرنے کی بنیاد........ 12

شیعہ امامیہ کا تعارف: 13

شیعہ بارہ امامی: 14

ایران میں اسلامی حکومت کا قیام: 15

بارھویں امامؑ کی غیبت کا زمانہ، فقہ جعفری سے مراد، موجودہ کتاب کا محرک اور تالیف کی وجہ: . 16

اسلام کا مالیاتی نظام: 18

کتاب کا تعارف 21

اختصاریہ 23

باب اول(فریضہ خمس کی حکمت و فلسفہ اور افادیت کا بیان) 27

فریضہ خمس بارے آئمہ اہل بیتؑ کا بیان: 29

موجودہ دور میں سادات کی کفالت اور امداد: 30

فریضہ خمس سادات کے لیے زکات کا متبادل، بنی ہاشم و سادات کی ضروریات کو پورا کرنا: 31

حضرت امام رضا علیہ السلام کا مامون کے دربار میں فریضہ خمس کے بارے اہم بیان: 32

قانون خمس کا بیان 35

عترت رسول ﷺ اور زکات کے استعمال کا حکم 36

عترت رسول ﷺ کے لئے زکات کے استعمال بارے آئمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کا بیان: 38

عترت رسول ﷺ اور زکات کے استعمال بارے حکم اہل سنت کے حدیثی منابع سے: 40

بنی ہاشم کے لئے زکات کے عوض خمس: 42

صدقہ کے کھجور سے اجتناب: 45

صدقہ (زکات) اور ھدیہ کا فرق: 46

اہل سنت کے حدیثی منابع میں بیان شدہ مطالب پر تبصرہ اور بحث کا نتیجہ: 48

باب دوم 51

خمس کی مختلف تعریفات و معانی 52

قانون خمس اور وجوب خمس کے ثبوت 55

قرآن میں استعمال شدہ لفظ غنم کا معنی و مفہوم 56

ھدیہ، ھبہ، تحفہ، قرض، ارث، وقف اور غنیمت میں فرق: 57

لفظ غنم کے متعلق لغوی بحث 59

اور اس ہمراہ کوئی ایک بھی اس کا بوجھ نہیں اٹھاتا یہ معنی ہے اس قول کا کہ، "الغرم مجبور بالغنم" آیت خمس کے بارے شیعہ مفسرین کی رائے 61

خمس کے بارے اہل سنت کے مفسرین اور ان کے فقہائی آراء 67

ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی کا نظریہ: 68

جلال الدین سیوطی کی رائے:.. 69

ابن کثیر کی رائے:.. 70

اہل سنت کے نزدیک ذوی القربٰی کا حصہ:.. 71

بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے بارے وضاحت، قرطبی کی رائے:.. 72

فخر الدین رازی کی رائے، اہل سنت کے نزدیک خمس کی تقسیم:.. 73

اہل سنت کے ہاں احادیث میں خمس کی تقسیم.. 75

جناب عبد مناف علیہ السلام کی اولاد بارے:.. 76

باب سوم(حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے فریضہ خمس کے متعلق بیانات) 78

سنۃالوفود میں پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے بھیجے گئے خطوط.. 79

۱۔ بنو البکاء کے نام خط اور وجہ استدلال:.. 80

۲۔ بنی زہیر قبیلے کے نام:.. 81

۳۔ مالک بن احمر کے نام خط:.. 83

۴۔ صیفی بن عامر کے نام خط:.. 84

۵۔ قبیلہ بنی لحم کے نام خط:.. 85

۶۔ حمیری قبیلہ کے نام خط:.. 86

۷۔ جھینہ قبیلہ کے نام خط:.. 88

۸۔ بنی جوین الطائیین کے نام خط:.. 90

۹۔ عمر بن معبد الجہنی کے نام خط:... 91

۱۰۔ عبد یغوث بن وعلہ الحارثی کے نام خط 92

۱۱۔ بنی معاویہ بن جرول الطائیین کے نام خط:... 93

۱۲۔ جنادہ ازدی کے نام خط 94

۱۳۔ مقتعل حضرت سلمان فارسی کے بھائی کے نام خط:... 95

۱۴۔ اکیدر کے نام خط 96

۱۵۔ دیگر قبائل کے نام حضور پاکؐ کے خطوط:... 97

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فریضہ خمس بارے تاکید:... 98

حضور پاکؐ کے زمانہ میں خمس وصول کرنے والے نمائندگان... 99

ہاشمی زکات وصولی کے لئے عامل نہیں بن سکتے:... 100

محمیۃ خمس کی وصولی پر، محمیہ کا تعارف، جناب سلمان، جناب ابوذر وجناب مقداد کے لئے رسول پاک ﷺ کی خمس کے بارے وصیت:... 101

حضور پاکؐ کی جانب سے خمس وصولی کی رسید... 102

حضور پاک ﷺ کے کلمات میں صدقہ سے مراد:... 105

حضرت علیؑ یمن میں خمس وصولی کے نمائندہ:... 106

باب چہارم (جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور آئمہ اہل بیتؑ کے فریضہ خمس سے متعلق بیانات) 107

رسول اللہ ﷺ کے وصال فرمانے کے بعد فریضہ خمس کے بارے اہل بیتؑ کے بیانات:............ 108

خمس کے بارے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا رویہ: 110
حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں خمس: 111
حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ اور فریضہ خمس 113
حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے خمس کی روایت 114
حلال اور حرام مال کے مخلوط ہونے کا حکم: 115
رسول اللہ ﷺ کی حضرت امیر المومنینؑ کے لئے وصیت میں خمس کا تذکرہ: 116
امام حسن مجتبیٰ کا زمانہ اور خمس: 118
حضرت امام حسینؑ اور وصولی خمس کا اقدام 119
یمنی کاروان سے مال وصولی کا فلسفہ، ظالم حکمرانوں کی سازش: 121
امام علی زین العابدینؑ کا زمانہ اور خمس: 122
امام زین العابدینؑ کا ایک شامی کے لئے خمس کی آیت سے استدلال، منھال کے لئے امام علی زین العابدینؑ کا جواب: 123
حضرت محمد بن علی بن ابیطالب المعروف ابن حنفیہؓ اور وصولی خمس 124
جناب عمر بن عبد العزیز بن مروان کا زمانہ 125
حضرت امام محمد باقرؑ کا زمانہ اور خمس 127
حضرت امام جعفر صادقؑ کا زمانہ اور خمس 129
امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں خمس وصول کرنے والے کارندے 130
امام موسیٰ کاظمؑ کا زمانہ اور خمس 132

حضرت امام علی رضاؑ کا زمانہ اور خمس، خمس آل محمد علیہم السلام کے لئے خاص ہے............. 133
خمس کی وصولی پر مامور افراد، امام محمد تقی الجواد کا زمانہ اور خمس کا فریضہ:..................... 136
خمس وصول کرنے پر مامور افراد:... 137
امام علی نقیؑ کا زمانہ اور خمس 138
خمس وصول کرنے پر مامور افراد:... 139
حضرت امام حسن عسکریؑ کا زمانہ اور خمس، خمس وصول کرنے والے نمائندگان: 140
حضرت امام زمانہ عج کی غیبت صغریٰ کا زمانہ اور خمس.. 142
باب پنجم (قرآن و سنت اور آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات کی روشنی میں فریضہ خمس کے موارد) . 145
خمس کے موارد... 146
فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت کے نزدیک خمس کے موارد کا چارٹ 147
ارباح مکاسب میں وجوب خمس کے دلائل، آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان:................ 149
معدنیات سے وجوب خمس کے دلائل، سرداران عبابلہ کے نام پیغمبر اکرم ﷺ کا خط: 154
کنوز یا خزانہ سے وجوب خمس کے دلائل، رکاز کا معنی (معادن)، ائمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان. 157
غوص یا غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال سے خمس کے وجوب بارے دلائل، آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان... 159
حلال مال جو حرام مال سے مخلوط ہو اس سے خمس نکالنے کے وجوب کا ثبوت، آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان... 161
جنگی غنائم سے خمس کے وجوب کا ثبوت، ائمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان 164

کافر ذمی کی مسلمان سے خرید شدہ زمین پر خمس کے وجوب کا ثبوت: 167

باب ششم (خمس کے مورد "ارباح مکاسب" سے متعلق احکام و قوانین) 169

ارباح مکاسب کی تعریف اور خمس کا حکم:.. 171

خمسی سال کی کیفیت 172

مؤنۃ سے متعلق مسائل 221

ایسے مصارف جن کا شمار ضروریات سے نہیں ہوتا: 223

غیر مخمس مال سے خرید شدہ مؤنۃ کی فروخت:.. 224

وہ موارد جو مؤنہ نہیں کہلاتے ہیں: 225

خمس کی ادائیگی کے وقت نیت: 227

فائدہ کے خمس کا حساب کتاب اور اسکی ادائیگی کا طریقہ: 230

راس المال کے خمس کی ادائیگی اور حساب کرنے کا طریقہ:................................. 233

مشکوک مال کا حکم:.. 235

باب ہفتم (خمس کے مورد "معدنیات" سے متعلق احکام و قوانین)....................... 239

معدنیات، معدن سے خمس کا نصاب.. 240

باب ہشتم (خمس کے مورد "خزانہ/کنز" سے متعلق احکام و قوانین) 243

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام 245

مستند حدیثی 247

باب نہم (خمس کے مورد "غوص/غوطہ خوری" سے متعلق احکام و قوانین)، احکام و قوانین 248

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام 251

باب دہم (خمس کے مورد "حلال مال مخلوط بہ حرام مال" سے متعلق احکام و قوانین) 253

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام 254

باب گیارہ (خمس کے مورد "جنگی غنائم" سے متعلق احکام و قوانین) 257

امام معصوم علیہ السلام کی غیبت میں کفار سے جنگ کا حکم: 259

خمس کے حصص کے بارے اختلافات کا خلاصہ 264

باب بارہ (خمس کے مورد "کافر ذمی کا مسلمان سے زمین خرید کرنا" سے متعلق احکام و قوانین) 265

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بیان 266

باب تیرہ (قرآن و سنت کی روشنی میں خمس کے سہام و حصص سے متعلق احکام و قوانین) 267

خمس کی تقسیم کے بارے آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان 271

ذوی القربیٰ کے مصادیق 281

خمس کی تقسیم کے متعلق فقہائے اہل سنت کی رائے 285

حنفیہؒ کے ہاں خمس کی تقسیم: 287

شافعی کے نزدیک خمس کی تقسیم، علماء اہل سنت کے خمس کی تقسیم بارے اقوال: 288

ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نظریہ میں فرق: 291

تقسیم خمس کے بارے ابن عباس کا ایک قول: 292

اہل سنت فقہاء کے خمس کی تقسیم کے بارے نظریہ کا خلاصہ : 295

فقہاء اہل سنت کا تقسیم خمس کے بارے میں اختلاف 296

چہارم : عبداللہ بن عباس کا ایک قول:.. 300

باب چودہ (انفال اور فیئ کے مصادیق اور ان اموال سے متعلق احکام و قوانین) 305

تعریفات 307

قرآنی مستند 308

شیعہ روایات میں غنیمت کا معنی:.. 310

خمس کی اہمیت:... 311

تفسیر المیزان میں انفال کے بارے بیان 313

انفال کا معنی اور حکم:... 315

انفال کے حکم کی وضاحت 317

رسول اللہ ﷺ کا سائلین کے لئے جواب:... 321

مومنین کے لئے پانچ صفات کا انتخاب: 324

انفال والی آیات کی بحث کا نتیجہ : 327

انفال اور گھر چھوڑنے کے حکم میں تشابہ: 329

بیان پر تبصرہ... 331

انفال کے بارے آئمہ اہل بیتؑ اطہار کا بیان 332

فیئ اور انفال میں آنے والے اموال: 338

انفال اور فیئ کے تحت آنے والے اموال.. 339

بیان آئمہ اہل بیت.. 341

انفال اہل سنت کے مفسرین اور محدثین کی رائے میں: 343

انفال کے بارے میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ.. 344

آیتِ انفال کی تفسیر صحیح بخاری سے.. 347

آیت انفال کی تفسیر سنن ابوداود سے 349

جنگ کے بغیر حاصل شدہ اموال پر انفال کا اطلاق.. 351

انفال کے استعمال کی اجازت، آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بیان.. 352

فیئ سے متعلق اہل سنت کے فقہاء کا نظریہ.. 353

امام شافعی کا قول:.. 355

باب پندرہ (فریضہ خمس سے متعلق بعض سوالات اور انکے جوابات) 356

ملحق نمبر 1 (غیبت امام مہدیؑ کے زمانہ میں اباحت خمس کا نظریہ اور اسکا تفصیلی جواب) 357

ازروئے حکمت جن چیزوں کا خمس معاف ہو گیا ان کا بیان.. 368

قسم اوّل کا بیان.. 369

معافی کی قسم ثانی.. 376

کنیزوں کے خمس کی معافی کا بیان.. 377

دوسری چیز.. 385

ملحق نمبر ۲(وجوب خمس ضروریات دین سے) 393

منائح سے مراد خمس نہیں 397

ملحق نمبر ۳(خمس نہ دینے والا آئمہ اطہار علیہم السلام کی نظر میں)......................... 400

محبانِ آل رسولؐ سے التماس.. 403

ملحق نمبر ۴(شیعہ امامیہ کے عظیم فقیہ جناب آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم الموسوی الخوئی قدس کا وجوب خمس کے بارے تفصیلی بیان) 406

تبصرہ از مؤلف کتاب:.. 422

باب سولہ (کتاب کے متعلق معلومات) 423

کتاب میں استعمال شدہ بعض الفاظ کے معانی 424

اختتامیہ.. 427

منابع وماخذ.. 436